Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

افسانے

گھٹن

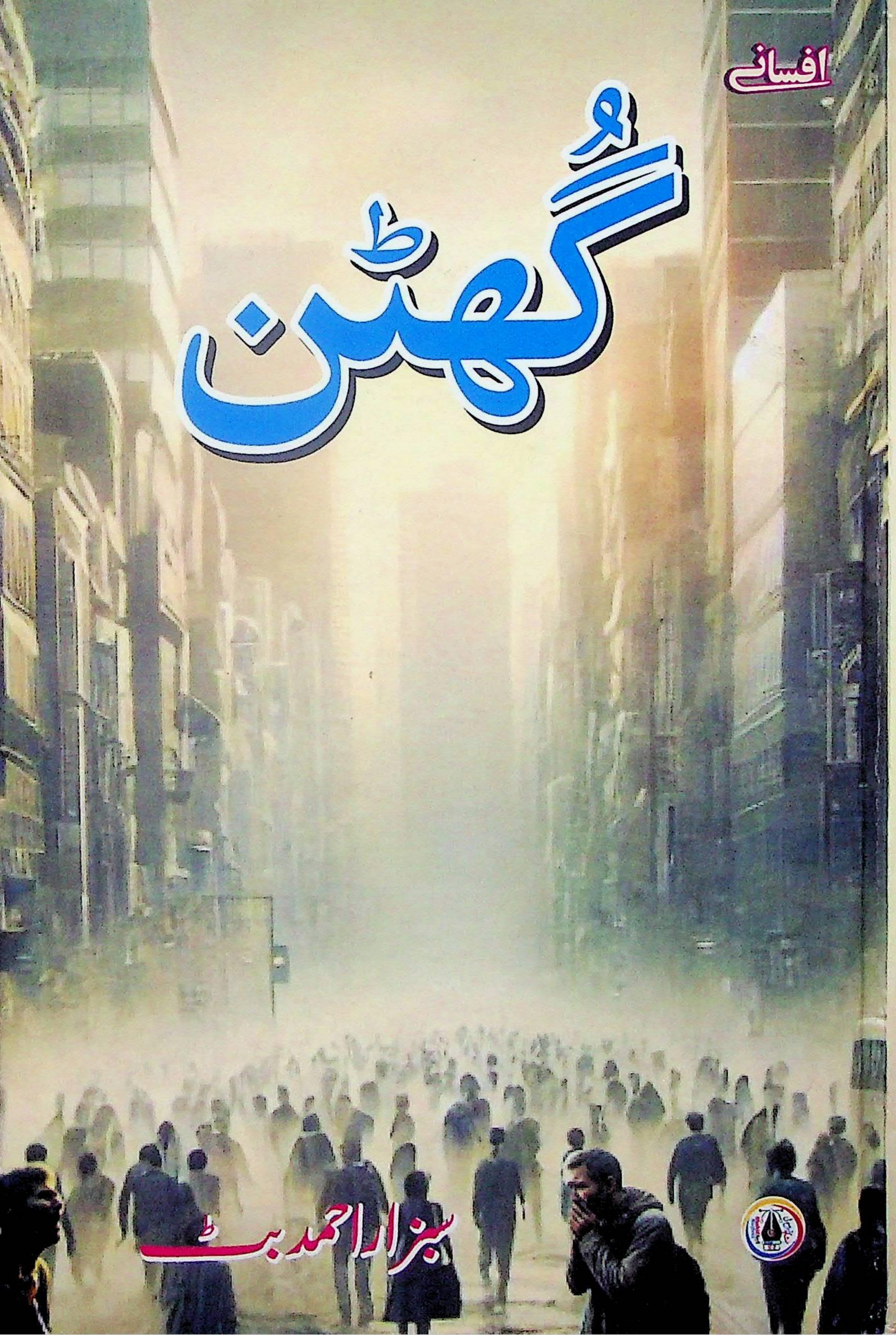

سبزار احمد بٹ

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

افسانوی مجموعہ

گھٹن

سبزار احمد بٹ

ناشر:۔ شمائلہ پبلی کیشنز اویل دمحال ہانجی پورہ

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

(جملہ حقوق بحق مصنف محفوظ ہیں)

نام کتاب:- گھٹن
نوعیت:- افسانے
مصنف:- سبزار احمد بٹ
اشاعت:- 2025
تعداد: - 500
قیمت: عام ایڈیشن 300
لائبریری ایڈیشن: 500
مطبع:- براڈ سنز ملیر کوٹلہ پنجاب
کمپوزنگ:- ایم ڈی فراز سرینگر
ناشر: شمائلہ پبلی کیشنز اویل دمحال ہانجی پورہ، کولگام 192233
ترتیب: فیاض جمال بٹ

پتہ مصنف: سبزار احمد بٹ اویل دمحال ہانجی پورہ، کولگام کشمیر
ای میل: bhatsubzar51@gmail.com
فون نمبر: 7006738436

نوٹ: (اس کتاب میں شامل تمام افسانوں کے نام، کردار اور واقعات بالکل فرضی ہیں۔ کوئی بھی مناسبت اتفاقیہ ہوسکتی ہے جس کیلئے مصنف کسی بھی طرح ذمہ دار نہ ہوگا۔)

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

انتساب

اپنے دادا عبدالستار بٹ، دادی زیبا بانو

اور

اپنے نانا عبدالغنی کوٹے، اور اپنی نانی سعیدہ بانو کے نام

اللہ اُنہیں کروٹ کروٹ جنت نصیب فرمائے

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

فہرست

نمبر شمار	نام افسانہ	صفحہ نمبر
۱۔	گھٹن	24
۲۔	پرانا گھر	28
۳۔	کبوتر باز	32
۴۔	گدھ	37
۵۔	چسکا	42
۶۔	انگارے	43
۷۔	بازگشت	49
۸۔	بہادر انکل	56
۹۔	ضمیر	61
۱۰۔	ڈرامہ باز	67
۱۱۔	ماں ہوں نا	68
۱۲۔	آنچ	72
۱۳۔	کھڑکی	77
۱۴۔	بددعا	81
۱۵۔	پاگل عورت	86
۱۶۔	صلہ	91
۱۷۔	پرایا شہر	96

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

۱۸۔	بہار	103
۱۹۔	عروج	109
۲۰۔	انوکھا تحفہ	113
۲۱۔	اولاد نا خلف	119
۲۲۔	نقش قدم	126
۲۳۔	سپنے چاند کے	132
۲۴۔	ثبوت	137
۲۵۔	ناراض ماں	141
۲۶۔	ایوارڈ	148
۲۷۔	روشنی	154
۲۸۔	من کا بوجھ	159
۲۹۔	احساس	162
۳۰۔	شارٹ کٹ	167
۳۱۔	حتمی فیصلہ	171
۳۲۔	پازٹیو	176
۳۳۔	میں سرما میں لیکچرار بنوں گا	180
۳۴۔	آغوش	185
۳۵۔	گھنٹی	190
۳۶۔	اوٹی پی	192

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

افسانوی ادب کی نئی نوید

سبزار احمد بٹ

موجودہ دور میں، جب دنیا تیزی سے بدل رہی ہے، اردو افسانے کے تقاضے بھی مختلف اور زیادہ پیچیدہ ہو گئے ہیں۔

موجودہ دور کا قاری روایتی بیانیہ سے ہٹ کر ہمیشہ جدت پسند اور حقیقت کے قریب کہانیوں کی تلاش میں رہتا ہے۔ لہٰذا، افسانہ نگاروں کو جدید زبان اور اظہار کے نئے انداز اپنانے کی ضرورت ہے تاکہ وہ قارئین کی دلچسپی کو برقرار رکھ سکیں۔

موجودہ دور کے افسانہ نگاروں کے لیے یہ بھی لازمی ہے کہ وہ اپنے افسانوں میں معاشرتی ناانصافی، طبقاتی تفریق، ماحولیاتی تبدیلی، اور ڈیجیٹل دنیا کے اثرات جیسے موضوعات کو شامل کریں۔ تاکہ افسانہ محض تفریح کے بجائے سماج کے مسائل کو اجاگر کرنے کا ذریعہ بن جائے

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

عالمگیریت کے اس دور میں، اردو افسانہ نگاروں کو مقامی ثقافت، روایات، اور مسائل کو عالمی تناظر میں پیش کرنے کی بھی ضرورت ہے۔ اس سے نہ صرف اردو ادب کا دائرہ وسیع ہوگا بلکہ اسے بین الاقوامی سطح پر سمجھا اور سراہا بھی جائے گا۔

انٹرنیٹ اور سوشل میڈیا کے دور میں افسانہ نگاروں کو اپنی تحریروں کو نئے ڈیجیٹل پلیٹ فارمز پر پیش کرنے کے لیے تیار ہونا چاہیے۔ یہ دور مختصر اور جامع کہانیوں کا ہے، جہاں افسانے کو کم الفاظ میں زیادہ تاثیر کے ساتھ بیان کرنا اہم ہو گیا ہے۔ تنقید نگاروں کا ماننا ہے کہ موجودہ دور کے افسانے میں فکری آزادی اور تنقیدی شعور کا عنصر نمایاں طور پر ظاہر ہونا چاہیے۔ افسانہ نگار کو سماجی بندشوں اور نظریاتی پابندیوں سے بالاتر ہو کر لکھنے کی ضرورت ہے تاکہ وہ حقیقی مسائل کو بے باکی سے اجاگر کر سکے۔

اردو افسانے کو موجودہ دور کے تقاضوں کے ساتھ ہم آہنگ کرنے کے لیے ضروری ہے کہ افسانہ نگار اپنی تخلیقی صلاحیتوں کو بروئے کار لاتے ہوئے نئی سوچ، نئے موضوعات، اور جدید اسلوب کو اپنائیں۔ اس طرح اردو افسانہ نہ صرف اپنے قارئین کو متاثر کرے گا بلکہ ادب کی دنیا میں اپنی اہمیت کو برقرار رکھے گا۔

برصغیر کے ساتھ ساتھ ہندوستان میں ابھی بھی اردو میں معیاری افسانہ لکھنے والوں کی کمی نہیں ہے، یہ بھی حقیقت ہے کہ ہر افسانہ نگار کا ہر افسانہ شہکار نہیں ہوسکتا، کچھ سطحی تو کچھ بہترین ہوسکتے ہیں لیکن شاہکار افسانہ لکھنے کے لئے مطالعے، مشاہدے اور تجربات کی ضرورت ہوتی ہے جو وقت کے ساتھ

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

ساتھ خود بخود ایک قلمکار میں پیدا ہو جاتا ہے، جس طرح جموں و کشمیر کی نئی نسل اردو افسانے کی جانب اپنی توجہ دے رہی ہے اُس سے یہی نتیجہ اخذ کیا جاسکتا ہے کہ اردو ادب کا مستقبل تابناک ہے، وادی میں کافی سارے نئے لکھنے والوں نے اس میدان میں قدم رکھا ہے، جن میں سبزار احمد بٹ بھی شامل ہیں جو باصلاحیت ہونے کے ساتھ ساتھ مطالعہ بھی کرتا ہے۔ اُن کے افسانے مقامی اخبار و جرائد کے علاوہ قومی سطح کے رسائل میں بھی کثرت سے نظر آتے ہیں، اس سے قبل اُن کی دو عدد کتب منظر عام پر آ چکی ہیں جن کی اردو حلقوں میں خوب پذیرائی ہوئی اب وہ افسانے کی کتاب قارین تک پہنچانے کی لئے بے تاب ہیں، بعد از مطالعہ میں نے جو کچھ گھٹن میں محسوس کیا اُسے قلمبند کر کے عام قاری تک پہنچانے کی کوشش کروں گا۔

گھٹن، سبزار احمد بٹ کے افسانوی تخلیقات کا ایک بیش قیمت مجموعہ ہے، جس میں 36 افسانے شامل ہیں۔ اپنے موضوعات، اسلوب اور تخلیقی وسعت کے اعتبار سے قاری کو ایک منفرد تجربہ فراہم کرتی ہے۔ سبزار احمد بٹ کا قلم اپنی حساسیت، گہرائی اور انسانی نفسیات کی پیچیدگیوں کو بیان کرنے کی صلاحیت کے سبب منفرد ہے۔ ان کے افسانے صرف کہانیاں نہیں ہیں، بلکہ زندگی کے مختلف پہلوؤں، تجربات، اور جذبات کی عکاسی کرتے ہیں۔

گھٹن کے افسانے زندگی کی ان گہرائیوں میں لے جاتے ہیں، جہاں انسانی احساسات، جدوجہد اور خواب اپنی تمام تر سچائی کے ساتھ عیاں ہوتے ہیں۔ یہ افسانے ہمارے معاشرتی نظام کے تضادات، ظلم، ناانصافی، اور انسانی اقدار کی شکست و ریخت کی عکاسی کرتے ہیں۔ سبزار احمد بٹ نے

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

اپنے مشاہدات کو انتہائی تخلیقی انداز میں پیش کیا ہے، جس سے قاری نہ صرف ان کہانیوں سے جُڑتا ہے بلکہ ان کے ساتھ جذباتی سفر بھی کرتا ہے۔

افسانہ گھٹن جو اس مجموعے کا عنوان بھی رکھا گیا ہے ایک جاندار افسانہ ہے، اس افسانے میں دیہی اور شہری زندگی کے درمیان تضاد کو نمایاں طور پر پیش کیا گیا ہے۔

روشنی اور شجاعت کی ملاقات، گاؤں کی ماضی کی خوشبو اور شہر کی سرد مہری کے درمیان فرق کو اجاگر کرتی ہے۔ روشنی کا شہری زندگی میں تنہائی، جذباتی گھٹن، اور انسانی تعلقات کے فقدان پر شکوہ، دیہی زندگی کی اجتماعی محبت اور سادگی کے برعکس نظر آتا ہے۔ افسانہ فرد کی خواہشات، خوابوں اور حقیقت کے درمیان تنازع کو خوبصورتی سے پیش کرتا ہے۔ یہ داستان ماضی کی یادوں اور موجودہ حالات کی تلخی کا ایک خوبصورت امتزاج ہے۔

افسانہ گھٹن ایک جذباتی اور معنوی داستان ہے جو دیہی اور شہری زندگی کے مابین واضح تضادات کو بیان کرتا ہے۔ یہ کہانی انسانی زندگی میں بدلتے حالات، خواہشات، اور ان کے نتائج کا گہرا مشاہدہ پیش کرتی ہے۔

افسانے میں گاؤں کی اجتماعی زندگی کو دکھایا گیا ہے جہاں محبت، ہمدردی، اور انسانی تعلقات کو مرکزی حیثیت حاصل ہے۔ اس کے برعکس، روشنی کی بیان کردہ شہری زندگی اجنبیت، تنہائی، اور بے حسی سے عبارت ہے، جہاں لوگ اپنے خول میں بند ہیں اور جذباتی تعلقات کا فقدان ہے۔

شجاعت اور روشنی کی گفتگو میں بچپن کی خوشگوار یادیں اور گاؤں کی سادگی کا ذکر موجود ہے۔ روشنی کے لیے یہ یادیں ایک کھوئی ہوئی جنت کی مانند ہیں،

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

جبکہ شجاعت کے لیے یہ موجودہ خوشگوار زندگی کی توسیع ہیں۔
روشنی نے شہری زندگی اور خوشحال مستقبل کے خواب دیکھے، لیکن ان خوابوں کا حاصل تنہائی اور جذباتی محرومی بنی۔ شجاعت کا کردار اس کے برعکس اپنی دیہی زندگی میں مطمئن اور پرسکون دکھایا گیا ہے، جو کہ سادگی اور قناعت کا نمائندہ ہے۔
افسانہ اس بات کو اُجاگر کرتا ہے کہ انسانی رشتے اور جذباتی تعلقات زندگی کی سب سے بڑی دولت ہیں۔ گاؤں کی زندگی میں اجتماعی دکھ اور سکھ، باہمی تعاون، اور ایک دوسرے کا خیال رکھنے کا ذکر روشنی کی تنہائی کے برعکس ایک مثبت تصویر پیش کرتا ہے۔
افسانہ گھٹن اس بات کا گہرا پیغام دیتا ہے کہ ترقی اور جدیدیت کے پیچھے بھاگنے سے اگر انسانی تعلقات اور جذباتی تسکین کھو جائے تو زندگی بے روح ہو جاتی ہے۔ اور یہ قاری کو گہرے جذباتی اور فکری مکالمے کی دعوت دیتا ہے۔
سبزار احمد بٹ کا اسلوب سادگی اور گہرائی کا حسین امتزاج ہے۔ ان کی زبان شفاف اور رواں ہے، لیکن اس کے پیچھے گہرے فکری عناصر چھپے ہیں۔ وہ قاری کو الفاظ کے ذریعے ایک ایسی دنیا میں لے جاتے ہیں، جہاں حقیقت اور تخیل آپس میں گھل مل جاتے ہیں۔ ان کے افسانوں میں علامتی اور تجریدی عناصر کا بھرپور استعمال کیا گیا ہے، جو کہانیوں کو محض واقعاتی بیان تک محدود نہیں رہنے دیتا، بلکہ انہیں ایک گہرا فکری اور فلسفیانہ رنگ دیتا ہے۔ اسی کتاب میں شامل ایک ایسا افسانہ جو کسی بھی حساس انسان کے وجود کو ہلا کر رکھ دیتا ہے۔

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

پُرانا گھر میں سبزار نے ماضی اور حال کا تصادم واضح طور پر پیش کیا ہے اس افسانے کی زبان سادہ لیکن دل کو چھو لینے والی ہے۔ ماضی کی یادوں کو نہایت خوبصورتی سے بیان کیا گیا ہے، جیسے انڈوں اور چوزوں کی تباہی، پرندوں کا شور، اور سارہ کی آنکھوں کا پتھرانا، جو قاری کو جذباتی طور پر متاثر کرتا ہے۔

افسانہ پرانا گھر جذباتی گہرائی، انسانیت اور جدیدیت کے تصادم کی ایک شاندار عکاسی کرتا ہے۔ کہانی میں پرانے مکان کی مسماری کے پس منظر میں سارہ کی یادوں اور جذبات کو نہایت دلکش انداز میں پیش کیا گیا ہے۔ یہ افسانہ نہ صرف ماضی کے ساتھ جذباتی تعلق کو اجاگر کرتا ہے بلکہ ترقی کے نام پر قدرتی اور انسانی رشتوں کی قربانی پر ایک اہم سوال بھی اُٹھاتا ہے۔

پُرانا گھر انسانی جذبات، یادوں، اور فطرت کے تقدس کو نہایت اثرانگیز انداز میں پیش کرتا ہے۔ یہ جدیدیت کے منفی اثرات اور انسان کی بے حسی پر ایک خاموش احتجاج ہے۔ پرانا گھر قاری کو ماضی، جذبات، اور انسانی فطرت پر دوبارہ غور کرنے پر مجبور کرتا ہے۔ کس طرح ماں کی یادیں اس پُرانے گھر کے ساتھ وابستہ ہیں اور جب مکاں کی دیواریں گرتی ہیں تو ماں کو اپنے جسم کا ایک ایک انگ کٹتا ہوا محسوس ہوتا ہے جبکہ بیٹے کے ذہن پر ماڈرن دور کا بھوت سوار ہوتا ہے

کرونا وائرس کے وقت میں کافی افسانے لکھے گئے، سبزار بھی اس اثر سے باہر نہ نکل سکا اُن کے ایک افسانے پازیٹیو اک ایک اقتباس:

ہم ڈاکٹر ہیں چاچا باہر مت نکلو اندر بیٹھو باہر وباء پھیلی ہوئی ہے۔

عبدل السلام۔ ڈاکٹر صاحب اکبر کے ساتھ ایسا کیوں ہوا؟ آخر اس نے کیا

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

کیا تھا؟ جو مرنے کے بعد اسے اپنوں کے ہاتھ بھی نصیب نہیں ہوئے؟

ڈاکٹر۔۔۔ چاچا: وہ پازیٹو تھا پازیٹو۔

عبدالسلام۔۔۔ ہاں پازیٹو؟ پازیٹیو تو وہ بچپن سے ہی تھا بلا اس جیسا عظیم انسان کیسے نگیٹو ہو سکتا ہے؟

ڈاکٹر۔۔ (ذرا اونچی آواز میں)، چاچا وہ کرونا پازیٹو تھا اسے کرونا وائرس ہوا تھا، یہ بیماری پھیلتی ہے اس لئے گھروں سے مت نکلا کرو۔ ہاں اگر مجبوری میں نکلنا بھی پڑے۔ تب چہرے پر ماسک لگاؤ اور ایک دوسرے سے دوری بناؤ۔ جو اس بیماری سے فوت ہو گا اس کے ساتھ ایسا ہی ہو گا۔ جو اکبر کے۔۔۔۔۔۔۔

دوسرا ڈاکٹر پہلے والے کی بات کاٹتے ہوئے۔۔۔

خیر مرحوم اکبر کا گھر کس طرف ہے۔ ہمیں باقی بچے لوگوں کے نمونے جانچ کے لیے لینے ہیں کہ کہیں وہ بھی پازیٹو تو نہیں ہیں؟

اس کے بعد پورے گاؤں کے ٹیسٹ کرائے جائیں گے۔

عبدل السلام کانپتے ہوئے اندر آیا اور گھر والوں کو ڈاکٹر کی بتائی ہوئی باتیں کہنے کی کوشش کرنے لگا۔

لیکن زبان اس کا ساتھ نہیں دے رہی تھی اور وہ صرف پازیٹیو...... پازیٹو ...... پازیٹو...... کہہ کے بے ہوش ہو گیا۔

گھٹن کے افسانے مختلف موضوعات کا احاطہ کرتے ہیں۔ ان میں انسانی رشتوں کی نزاکت، سماجی ناہمواری، طبقاتی کشمکش، اور وجودی کرب جیسے موضوعات کو مرکزی حیثیت حاصل ہے۔ سبزار احمد بٹ نے ان موضوعات

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

کو نہایت باریک بینی سے برتا ہے اور ان کی پیشکش میں ایک منفرد تخلیقی طرز اختیار کیا ہے۔

گھٹن میں ہی ایک اور افسانہ جو سبزار کی صلاحیتوں اور حساسیت کا منہ بولتا ثبوت ہے

شریف لوگوں کی بستی انسانی اقدار، سماجی منافقت، اور طبقاتی تقسیم کو اجاگر کرتا ہے۔ شازیہ کی شادی کے پس منظر میں افسانہ نگار نے عبدالوہاب کی پریشانیوں اور گاؤں کے شریف لوگوں کی بے حسی کو بیان کیا ہے۔ یہ کہانی نہ صرف متوسط طبقے کی مشکلات کی عکاسی کرتی ہے بلکہ ان نام نہاد شریف لوگوں کی منافقت کو بھی بے نقاب کرتی ہے جو اپنی عزت اور نیک نامی کے خول میں قید ہو کر انسانی ہمدردی اور مدد کو نظر انداز کر دیتے ہیں۔

افسانے کی اہمیت راجو موالی کے کردار میں مُضمر ہے، جو معاشرے کے غیر شریف طبقے سے تعلق رکھتا ہے لیکن اپنی انسانیت اور کشادہ دلی سے سب کو حیران کر دیتا ہے۔ راجو کا عبدالوہاب کی مدد کرنا اور گاؤں کے شریف لوگوں کا بے حس رویہ کہانی کا سب سے طاقتور تضاد ہے۔ یہ کہانی اس بات پر زور دیتی ہے کہ حقیقی شرافت ظاہری شخصیت یا سماجی مقام سے نہیں، بلکہ انسانیت، ہمدردی، اور دوسروں کی مدد کرنے کی خواہش سے ماپی جاتی ہے۔

کہانی کا اختتام عبدالوہاب کے جذبات اور اس کے خوف کو بیان کرتا ہے کہ سماج کیا کہے گا، جس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ معاشرتی دباؤ انسان کی سوچ اور عمل پر کس قدر اثر انداز ہوتا ہے۔ یہ افسانہ نہایت موثر انداز میں سماج کی منافقت اور حقیقی انسانی اقدار کے مابین فرق کو نمایاں کرتا ہے۔

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

کچھ افسانے داخلی کشمکش اور نفسیاتی کرب کو موضوع بناتے ہیں، جہاں کردار اپنی زندگی کے مختلف مراحل میں گھٹن اور بے بسی کا شکار نظر آتے ہیں۔ دیگر افسانے سماجی مسائل پر روشنی ڈالتے ہیں، جن میں غربت، بے روزگاری، اور عورتوں کے ساتھ ہونے والی ناانصافی شامل ہیں۔ سبزار احمد بٹ نے ان مسائل کو محض بیان کرنے تک محدود نہیں رکھا بلکہ ان کے گہرے اثرات کو اجاگر کرنے کی کوشش کی ہے۔

سبزار احمد بٹ کے افسانے انسانی جذبات کی بھرپور عکاسی کرتے ہیں۔ وہ کرداروں کی اندرونی دنیا کو اس انداز میں پیش کرتے ہیں کہ قاری ان کے ساتھ جذباتی طور پر جڑ جاتا ہے۔ ان کے کردار اپنی زندگی کی تلخیوں اور خوشیوں کے ساتھ حقیقت کے قریب محسوس ہوتے ہیں۔ یہ کردار عام انسانوں کی کہانیاں سناتے ہیں، جنہیں ہم اپنی روزمرہ زندگی میں دیکھتے ہیں، محسوس کرتے ہیں، اور کبھی کبھار نظرانداز کر دیتے ہیں۔ اسی کتاب میں اُن کے ایک افسانے کا مختصر تجزیہ پیش کرنے کی کوشش کروں گا تاکہ قاری اس افسانے میں دیئے گئے پیغام تک آسانی سے پہنچ سکے

افسانہ کبوتر باز ایک علامتی اور گہری معنویت رکھنے والا تحریری شاہکار ہے جو انسانی نفسیات، ظلم و ستم، اور مزاحمت کے موضوعات کو اجاگر کرتا ہے۔ یہ کہانی کبوتروں اور بازوں کے ذریعے ظلم و جبر کے شکار لوگوں اور ان کی آزادی کی جدوجہد کو پیش کرتی ہے۔

کبوتر معصومیت، آزادی، اور بے زبانی کی علامت ہیں۔ وہ ان افراد یا معاشروں کی نمائندگی کرتے ہیں جو ظلم و ستم کا شکار ہوتے ہیں۔

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

باز جابر اور خونخوار عناصر کی علامت ہیں جو ظلم اور استبداد کا نظام چلانے کے عادی ہیں۔
غار ظلم کا مرکز ہے، جہاں معصومیت کو کچلا جاتا ہے اور دہشت پھیلائی جاتی ہے۔
ساجد کا کردار ایک ایسے فرد کی نمائندگی کرتا ہے جو معصومیت کا گرویدہ ہے اور آخر کار مظلوموں کی آزادی کے لیے اپنی قربانی دیتا ہے۔
یہ افسانہ انسانی مزاحمت اور اجتماعی جدوجہد کی طاقت کو واضح کرتا ہے۔ کہانی کا اختتام امید اور قربانی کا درس دیتا ہے کہ ظالم کا خاتمہ ممکن ہے، لیکن اس کے لیے قربانی اور اتحاد ضروری ہے۔
کہانی آہستہ آہستہ اپنے عروج پر پہنچتی ہے، جہاں ظلم کا منظر شدت اختیار کرتا ہے اور آخر کار مظلوم اپنی آزادی حاصل کر لیتے ہیں۔
افسانہ کی زبان اور بیان جاندار ہے۔ خون، چیخیں، اور مظلومیت کی منظر کشی قاری کو کہانی میں کھینچ لیتی ہے۔
ہر کردار اور واقعہ ایک بڑی حقیقت کی عکاسی کرتا ہے۔ مثلاً، باز جابر حکمرانوں اور مظلوم عوام کے استحصال کی نشانی ہے۔
افسانہ ظلم کے خلاف جدوجہد کا ایک شاندار بیانیہ ہے، جو قاری کو آزادی کی اہمیت اور قربانی کے تقاضوں کے بارے میں گہری سوچ میں مبتلا کر دیتا ہے۔ ساجد کی اندھی قربانی، آزادی کے خواب کی تعبیر ہے جو اپنی جان اور آنکھیں قربان کر کے دوسروں کے لیے روشنی کا سبب بنتا ہے۔
اس کتاب کا عنوان گھٹن ہی اپنی معنویت میں گہرائی رکھتا ہے۔ یہ لفظ ان

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

تمام احساسات، تجربات، اور حالات کی نمائندگی کرتا ہے، جو انسان کو اندر سے جکڑ لیتے ہیں۔ یہ گھٹن کبھی سماجی پابندیوں کی شکل میں ہوتی ہے، کبھی ذاتی محرومیوں کی، اور کبھی نفسیاتی کشمکش کی صورت میں۔ سبزار احمد بٹ نے اپنے افسانوں میں اس گھٹن کو مختلف انداز میں بیان کیا ہے، جو قاری کو سوچنے پر مجبور کرتا ہے۔

سبزار احمد بٹ کے افسانے نہ صرف اپنے موضوعات اور اسلوب کے اعتبار سے منفرد ہیں بلکہ اردو افسانے کی روایت میں بھی ایک نمایاں مقام رکھتے ہیں۔ ان کے افسانے جدید اردو ادب کے اس رجحان کی نمائندگی کرتے ہیں، جو انسانی زندگی کی پیچیدگیوں اور معاشرتی تضادات کو تخلیقی انداز میں پیش کرتا ہے۔

گھٹن کے افسانے قارئین کو خود احتسابی کی دعوت دیتے ہیں۔ یہ کہانیاں ہمیں ہماری اجتماعی اور انفرادی کمزوریوں کی نشاندہی کرتی ہیں اور یہ سوچنے پر مجبور کرتی ہیں کہ ہم اپنی زندگی اور معاشرت کو کس طرح بہتر بنا سکتے ہیں۔

گھٹن محض افسانوں کا مجموعہ نہیں، بلکہ انسانی تجربات، احساسات، اور جدوجہد کا ایک آئینہ ہے۔ سبزار احمد بٹ نے اپنی تخلیقی صلاحیتوں اور ادبی بصیرت کے ذریعے ان کہانیوں کو ایک ایسی شکل دی ہے، جو قاری کے دل و دماغ پر گہرا اثر چھوڑتی ہے۔ یہ کتاب ہر اس شخص کے لیے ہے جو انسانی زندگی کی گہرائیوں کو سمجھنا چاہتا ہے اور ادب کے ذریعے ایک منفرد تجربہ حاصل کرنا چاہتا ہے۔

موضوع کے اعتبار سے گھٹن بہترین موضوع ہے کیونکہ اس افسانے میں

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

افسانہ نگار نے شہر اور گاؤں کا بہترین ڈھنگ سے موازنہ کیا ہے۔
مجھے یقین ہے کہ گھٹن کے افسانے نہ صرف قارئین کے دلوں کو چھوئیں گے بلکہ انہیں زندگی کے مختلف پہلوؤں پر غور و فکر کرنے کی دعوت بھی دیں گے۔
سبزار احمد بٹ کا یہ ادبی کارنامہ اردو افسانے کی روایت میں ہمیشہ یاد رکھا جائے گا۔ مختصر یہ کہ گھٹن اردو ادب میں ایک گرانقدر اضافہ ہے۔

پرویز مانوس
سرینگر 29 جنوری 2025

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

سبزار احمد بٹ میری نظر میں

سبزار احمد بٹ وادی کشمیر کے ضلع کولگام علاقے سے تعلق رکھتے ہیں جہاں کی آب وہوا میں ادب کی رطوبت کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہے۔ وہاں کے دشت ودمن میں آباد اویل گاؤں میں ان کا مسکن ہے۔ آپ کے ادبی سفر کا پہلا پڑاؤ کالم نگاری رہا ہے۔ جس سے قارئین ادب پر انمٹ نقوش ثبت ہونے لگے۔ اور جلد ہی انہوں نے اپنا دوسرا پڑاؤ اردو افسانہ نگاری پر ڈال دیا۔ ایک تخلیق کار کے لئے جب تخلیق امانت، دیانت اور متانت منتہائے مقصد بن جائے تو محنت ضرور ایک دن رنگ لاتی ہے۔ کم قلیل وقت میں ان کی شناخت بطور افسانہ نگار کے قائم ہونے لگی ہے۔ اس دوران آپ کے بہت سارے افسانے ایک تواتر سے ملک کے مقتدر رسائل و جرائد اور روزناموں میں شایع ہونے لگے جس سے آپ کی پہنچ ادب کے ہر ایک قاری تک ہونے لگی اور آج ان سے ہر ایک قاری واقف کار ہے۔ جہاں تک آپ کے افسانوں کی بات ہے آپ نے سماج اور معاشرے میں پلی بڑھی برائیوں کا ادبی آپریشن کرا کے ان کے اظہار کے ساتھ ساتھ ازالے

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

کے لئے راہنما اصول بھی وضع کر دیئے ہیں۔ جس سے ان کے یہاں فکرو ادراک کے مدو جزر میں غوطہ زن ہونے کے مواقع قارئین کو دستیاب ہونے لگے۔ ان کے یہاں اصلاحی مقاصد کارفرما ہیں اور ادب برائے زندگی کے بلند بانگ نعروں کا یہ تیقن بھی برابر موجود ہے کہ وہ آئندہ وقت میں ادب کے تیئں اپنی محبت اور خلوص کا بے لوث مظاہرہ کرسکیں گے۔ موصوف کے افسانے انگارے، صلہ، ثبوت، فیصلہ، اور کبوتر باز سماج کے مختلف رِستے زخموں کی نشاندہی کرنے کے ساتھ ساتھ ان زخموں پر مرہم کرنے کا حوصلہ بھی فراہم کرتے ہیں سبزار احمد بٹ کے اندر ایک دردمند دل ہے جس کے اندر الجھے ہوئے متنوع مسائل ہیں اور جو انہیں کسی کروٹ چین سے بیٹھنے نہیں دیتے ہیں۔ ان کا اسلوب نہایت ہی سادہ ہے جو ادب کے قارئین کے لئے فہم و ادراک کے وسیلے بھی فراہم کرتا ہے۔ ان کی کہانیوں میں جو کردار نظر آرہے ہیں وہ آسمانی فرشتوں کے برعکس ہیں اور اپنے ہی معاشرے کے گوشت پوست والے لوگ ہیں جو ان میں جی رہے ہیں۔ کسی بھی تخلیق کار کے پہلے تخلیقی شوق اور قوت کا اندازہ آپ بخوب لگا سکتے ہیں جسے بڑی محبت اور خلوص پڑھنے کی گنجایش باقی ہوتی ہے۔

ڈاکٹر گلزار احمد وانی
ٹینگہ پونہ پلوامہ کشمیر

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

سبزار احمد بٹ

عصر حاضر میں اردو ادب کا ایک درخشندہ ستارہ

سبزار احمد بٹ اردو ادب کی ایک ایسی منفرد اور طاقتور آواز ہیں، جنہوں نے نہ صرف اپنے تخلیقی انداز سے قارئین کو متوجہ کیا بلکہ ناقدین کو بھی اپنے قلم کے سحر میں گرفتار کیا۔ ان کا تخلیقی سفر جموں و کشمیر کے ادبی افق پر ایک خوشبو کی مانند پھیلا ہے، جہاں عام طور پر نو وارد قلمکاروں کو فرسودہ روایات اور محدود نظریات کا سامنا ہوتا ہے۔ لیکن بٹ صاحب نے ان تمام رکاوٹوں کو اپنی بے پناہ تخلیقی صلاحیت اور مضبوط ارادے سے شکست دی۔

سبزار احمد بٹ صاحب کے افسانے، تبصرے اور ادبی مضامین نہ صرف تخلیقی گہرائی اور فکری جدت کا آئینہ ہیں بلکہ ان میں انسانی جذبات کی باریکیوں اور سماجی مسائل کی پیچیدگی کو بھی خوبصورتی سے پیش کیا گیا ہے۔ ان کے الفاظ قاری کے دل میں اترتے ہیں اور ایک ایسا منظر نامہ تخلیق کرتے ہیں جو

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

نہ صرف دیکھنے بلکہ محسوس کرنے کی دعوت دیتا ہے۔ ان کے قلم کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ وہ روزمرہ کی عام باتوں کو غیر معمولی انداز میں پیش کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔

ان کے افسانے موضوعاتی تنوع کا شاہکار ہیں۔ مثال کے طور پر:

چسکا میں جدید دور کی موبائل فون کی لت کو طنزیہ انداز میں اجاگر کیا گیا ہے۔

ڈرامہ باز بجلی کی عدم دستیابی کو ایک ایسے کردار سے تشبیہ دیتا ہے جو اپنی غیر موجودگی میں بھی موجودگی کا احساس دلاتا ہے۔

گھٹن ایک ایسی کہانی ہے جو شہری زندگی کی مصنوعی چمک اور دیہی زندگی کی سادگی کے درمیان تضاد کو نمایاں کرتی ہے۔

کتاب گھٹن کا مفہوم اور اثر

سبزار احمد بٹ کی کتاب گھٹن نہ صرف ایک علامت بلکہ ایک آئینہ ہے جو جدید معاشرے کی الجھنوں اور انسان کی اندرونی کشمکش کو پیش کرتی ہے۔ یہ کتاب ان نفسیاتی مسائل کو اجاگر کرتی ہے جو انسان اپنی خواہشات اور حقیقت کے درمیان فاصلے کی وجہ سے محسوس کرتا ہے۔

اس کتاب میں دیہی اور شہری زندگی کے تقابلی مطالعے کے ذریعے یہ بتایا گیا ہے کہ کس طرح ترقی اور جدیدیت کی دوڑ میں انسان اپنی فطری خوشیوں، محبتوں اور سکون سے محروم ہوتا جا رہا ہے۔ گھٹن قاری کو سوچنے پر مجبور کرتی ہے کہ حقیقی خوشی کہاں مل سکتی ہے۔ مادیت پرستی کی مصنوعی دنیا میں یا فطرت کے قریب سادگی میں۔

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

سبزار احمد بٹ کی شخصیت اور تحریروں کی سب سے بڑی خوبی ان کی عاجزی اور ادب سے بے پناہ محبت ہے۔ ان کا قلم معاشرے کے گہرے زخموں کو الفاظ کے مرہم سے بھرنے کی کوشش کرتا ہے۔ وہ اپنے افسانوں کے ذریعے نہ صرف مسائل کی نشاندہی کرتے ہیں بلکہ ان کا حل بھی پیش کرتے ہیں، جو قاری کے ذہن میں روشنی کے نئے دریچے کھولتا ہے۔

بلاشبہ، سبزار احمد بٹ کا نام اردو ادب کی تاریخ میں ہمیشہ عزت اور احترام کے ساتھ لیا جائے گا، کیونکہ ان کی تحریریں نہ صرف ایک عہد کی نمائندگی کرتی ہیں بلکہ آنے والے ادب کے لیے مشعلِ راہ بھی ہیں۔

ملک منظور
قصبہ کھل کولگام

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

اپنی بات

اللہ رب کا العزت کا بے حد فضل و کرم جس نے مجھ ناچیز کو اپنے خیالات اور جذبات کو زیبِ قرطاس کرنے کی صلاحیت عطاء فرمائی۔ میں اپنے والدین کا بے حد سپاس گزار ہوں جنہوں نے مجھے پڑھایا لکھایا اور اس قابل بنایا کہ میں چار حروف لکھ سکوں۔ میرا قلم میرے والدین کا مرہونِ منت ہے میری ابھی تک دو کتابیں عکس حیات اور عصری فکر و فن منظر عام پر آچکی ہیں۔ ان دونوں تصانیف کو ادبی حلقوں میں کافی سراہا گیا۔ جس کے لیے میں ادبی حلقوں سے منسلک شخصیات کا بے حد شکر گزار ہوں۔

یہ میری تیسری تصنیف ہے۔ جو کہ ایک افسانوی مجموعہ ہے۔ یہ کتاب گھٹن کے نام سے موسوم ہے۔ اس افسانوی مجموعے میں تیس کے قریب افسانے شامل ہیں۔ جو ریاست جموں و کشمیر کے مختلف اخبارات اور ملک کے مختلف رسالوں میں وقتاً فوقتاً چھپ چکے ہیں۔ میں جموں و کشمیر اور ملک کے مختلف

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

رسائل کے مدیران کا شکریہ ادا کرنا چاہوں گا جنہوں نے میرے افسانے شائع کر کے میرا حوصلہ بڑھایا۔ میں سوشل میڈیا کے اُن دوستوں کا بھی شکر گزار ہوں جنہوں نے میرے افسانوں پر کمنٹ کر کے یا مجھے ٹیلی فون کر کے میرا حوصلہ بڑھایا اور میری رہنمائی کی۔ میں خصوصاً ہفت روزہ ندائے کشمیر کے مدیر اعلیٰ معراج الدین فراز اور وادی کے نامور شاعر اور افسانہ نگار جناب پرویز مانوس صاحب، نور شاہ صاحب، ڈاکٹر گلزار احمد وانی اور منظور احمد ملک کا بھی تہہ دل سے شکریہ ادا کرتا ہوں جنہوں نے نہ صرف میرا حوصلہ بڑھایا بلکہ وقتاً فوقتاً میری رہنمائی بھی کرتے رہے۔

گھٹن نام کے اس افسانوی مجموعے میں، میں نے موجودہ دور کی مادیت پرستی، اخلاقی قدروں کا زوال، والدین سے بدسلوکی، منشیات کی وباہ، غربت اور لاچاری، رشوت، اور بد دیانتی جیسے موضوعات کو کہانیوں کی صورت میں آپ تک پہنچانے کی کوشش کی ہے، مجھے پوری اُمید ہے کہ آپ میری اس کوشش کو پسند فرمائیں گے۔ اور اپنی آرا سے ضرور نوازیں گے۔

بہت جلد میرا یہ افسانوی مجموعہ انشاءاللہ آپ کے ہاتھوں میں ہوگا۔ مجھے پوری امید ہے کہ جس طرح سے آپ نے میری پہلی دو تصانیف کو شوق سے پڑھا، مجھے اپنے تاثرات اور رہنمائی سے نوازا اسی محبت سے آئندہ بھی اپنے زریں خیالات سے نواز کر شکریہ کا موقع دیں گے تا کہ میری اگلی کوشش اس سے بہتر اور سودمند ثابت ہو۔

سبزار احمد بٹ

مصنف

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

گھٹن

شجاعت اپنے آنگن میں کچھ کام کر رہا تھا۔ کہ روشنی نے دروازہ کھولا اور اندر آئی۔ دونوں ایک دوسرے کی طرف ٹکٹکی باندھ کر دیکھ رہے تھے۔ شاید ایک دوسرے کو پہچاننے کی کوشش کر رہے تھے۔ روشنی اور شجاعت پندرہ سال بعد ایک دوسرے سے ملاقی ہو رہے تھے۔ دفعتاً روشنی کے منہ سے نکلا۔ شجاعت کیسے ہیں آپ؟

شجاعت خاموش روشنی کے چہرے کی طرف ٹکٹکی باندھے دیکھ رہا تھا

شجاعت۔۔۔ پہنچانا مجھے؟ میں روشنی ہوں روشنی۔ یاد ہے ہمارے گھر پاس پاس تھے۔ اور آنگن ایک ہی تھا۔ سارا بچپن اسی آنگن میں ہم نے ہنستے کھیلتے گزارا ہے۔ شجاعت پانی کی بالٹی زمین پر رکھتے ہوئے اپنے آپ کو سنبھالنے لگا۔ جیسے جوانی کے وہ سارے قصے اس کی آنکھوں کے سامنے

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

رقص کرنے لگے۔

۔ہاں ہاں روشنی یاد ہے لیکن تمہاری شکل وصورت تو بالکل بدل چکی ہے۔ وہ حسن، وہ جوانی، ۔۔۔۔

یہاں کس چیز کو ثبات حاصل ہے شجاعت۔ بدلے تو آپ بھی ہیں اور وہ آنگن وہ گھر سارا نظام ہی بدل گیا ہے یہاں۔ کچے مکان کی جگہ اب ایک کنکریٹ مکان نے لی ہے۔ اور جہاں پر گائے ہوتی تھی اس جگہ اب چمچماتی کار نظر آتی ہے۔ اور وہ بوڑھا درخت بھی تو نہیں ہے جس کی چھاؤں کے نیچے ہم کھیلتے تھے۔۔ تمہیں یاد ہے شجاعت ہم کالج تک ساتھ پڑھتے تھے اور ہمیں اپنے آپ پر ناز تھا کیونکہ گاؤں کے ہم ہی دو لڑکے تھے جو کالج جاتے تھے۔اور اگر ایک دن بھی ہم ایک دوسرے سے الگ رہتے تو جی نہیں لگتا تھا۔ ہاں ہاں روشنی سب کچھ یاد ہے۔ بھلا میں تمہیں کیسے بھول سکتا ہوں۔ میں نے تو پوری عمر ہی تمہارے ساتھ گزارنے کا سوچا تھا۔لیکن تمہیں گاؤں سے زیادہ شہر اور شہری بابو اچھے لگتے تھے۔اسی لئے میری درخواست ٹھکرا دی شادی کی۔ ’’کاش نہیں ٹھکرائی ہوتی‘‘۔

روشنی نے بہت ہی دھیمی آواز میں بولا۔ کچھ کہا تم نے روشنی۔۔نہیں نہیں میں نے کچھ نہیں کہا۔بس یہ مقدر کا کھیل ہے اور کیا۔اچھا اپنے بارے میں بتاؤ کیسے ہو۔اور گاؤں کے باقی لوگ کیسے ہیں۔اب بھی ایک دوسرے کے گھر جاتے ہو کیا؟ اب بھی شادیوں پر لڑکیاں گیت گاتی ہیں؟ اب بھی کسی کی موت کا دکھ پورا گاؤں مناتا ہے کیا؟ دھان کی پنیری لگانے اب بھی لڑکیاں جاتی ہیں کیا؟ ہاں ہاں بالکل ایسا ہی ہوتا ہے لیکن تم یہ سب کیوں پوچھ رہی

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

ہو۔ اور تمہارا پھول جیسا چہرا کیوں مرجایا ہوا ہے۔ تمہارے شہر میں ایسا نہیں ہوتا ہے کیا۔ نہیں نہیں میرے شہر کی تو بات ہی الگ ہے۔ وہاں ہر شخص کی اپنی ایک الگ ہی دنیا ہے۔ کیا مطلب ہے آپ کا۔ میرا مطلب ہے کوئی کسی کو نہیں جانتا ہے۔ کوئی مرے یا جیے کسی کو فرق نہیں پڑتا۔ پندرہ سال ہوئے میری شادی کو۔ لیکن کسی کو نہیں جانتی ہوں۔ شجاعت حیرت سے۔ لیکن ایسا کیوں؟

ایسا اس لئے کیونکہ ہر گھر کی اپنی ایک الگ دیوار ہے الگ دنیا ہے۔

اور کوئی خاص بات بتاؤ اپنے شہر کی۔

میرے شہر کا کیا کہنا۔ مردے دفنانے کے بھی پیسے دینے پڑتے ہیں۔ اور کوئی کسی کا نہیں ہے۔ یہ کہہ کر روشنی نے سر جھکایا اور دو موتی جیسے آنسو اس کی آنکھوں سے گر کر اس کے دامن میں آ ٹپکے۔۔ روشنی یہ کیا تم رو رہی ہو۔ نہیں نہیں شجاعت شہر میں رونے کی عادت بھی نہیں رہی۔ وہاں تو کھل کے رو بھی نہیں سکتے۔ روشنی تمہیں تو بچپن سے ہی شہر پسند تھے نا۔ تم آج یہ بہکی بہکی باتیں کیوں کرتی ہو۔ میں بہت خوش تھا کہ تمہیں اپنی پسند مل چکی ہے۔ شہر میں شادی کر کے لیکن۔۔۔۔۔۔۔۔

ہائے ایک طرف میری نادانی اور دوسری طرف قسمت مجھے کھینچ کر گاؤں کی چھاؤں سے شہر کی تپتی دھوپ میں لے آئی۔ خیر شجاعت آج کئی سالوں کے بعد گاؤں آئی ہوں۔ تو گاؤں کی بات کریں گے۔ یہ بتاؤ کوئی بیمار ہو جائے تو کیا اب بھی پورا گاؤں اس کی عیادت کو جاتا ہے۔ گھروں میں اب بھی مرغ پالتے ہو کیا۔ روشنی اب گاؤں آئی ہی ہو تو خود ہی دیکھ لو سب کچھ۔

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

نہیں شجاعت نہیں ہمارے پاس تم گاؤں والوں کی طرح فرصت کہاں ہے۔ ہمیں تو کھانا بنانے کی بھی فرصت نہیں ہے ہم وہ بھی آرڈر ہی کر لیتے ہیں۔

اچھا یہ بتاؤ گاؤں میں گائے پالنے کا اب بھی رواج ہے۔ کیا اب بھی ان ہمسایوں کو دودھ بھیجا جاتا ہے جن کے گھروں میں گائے نہ ہو۔

ہاں ہاں روشنی گاؤں میں اب بھی لوگ گائے شوق سے پالتے ہیں۔ کیوں تمہارے شہر میں گائے نہیں پالتے لوگ۔ نہیں شجاعت ہم تو بالکل الگ قسم کے لوگ ہیں دودھ کے پاکٹ بھی بازار سے لاتے ہیں۔

خوش نصیب ہو تم روشنی تمہیں تو بچپن سے ہی ان کاموں سے نفرت تھی۔ اور بچپن سے ہی تم راج کرنا چاہتی تھی۔ ہم تو گاؤں کے لوگ ہیں ہمیں بیٹھنا اچھا نہیں لگتا۔ ہم تو ہمہ وقت کام کرتے رہتے ہیں۔ ہم تمہاری طرح آرام طلب کہاں ہیں۔ میں اس وقت بھی گائے کے لئے پانی ہی لے جا رہا تھا کہ تم سے ملاقات ہوئی۔ شہر میں شادی کر کے تمہارے خواب پورے ہو گئے ہونگے۔

ہاں ہاں شہر میں شادی کر کے میں نے گھٹن مول لی ہے اور گاؤں میں رہ کر تم آزاد فضاؤں میں سانس لے رہے ہو

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

پرانا گھر

سارہ اپنے چھوٹے بیٹے کو درد میں چیختے چلاتے دیکھ کر بے قرار تھی۔ اپنے پرانے لیکن شاندار مکان کی کھڑکی سے بار بار جھانک رہی تھی۔ سلمان بخار سے جل رہا تھا سارہ نے ڈبے میں سے گیلی مٹی نکال کر سلمان کے سر پر رکھ دی۔ چند منٹوں میں سلمان کا بخار اترنے لگا اور سارہ کو تھوڑا سکون اور اطمنان نصیب ہوا۔ پوری رات گزر چکی تھی۔ ساراہ کی بانہیں درد سے دکھ رہی تھی ۔آنکھیں سرخ ہو چکی تھی جسم کا ایک ایک انگ تھکن سے چور تھا۔ اتنے میں بلڈوزر نے مکان کا ایک حصہ گرا دیا۔ سارہ کی سوچوں اور یادوں کا تسلسل ایک دم ٹوٹ گیا۔ اور وہ پرانے مکان کی مسماری کا دلخراش منظر دیکھنے میں پھر منہمک ہو گئی۔ ایک ایک اینٹ گرتی تھی تو سارہ کو لگتا تھا جیسے اس کا ایک ایک انگ کاٹا جا رہا تھا۔ آنکھوں سے اشکوں کی لڑی جاری تھی ۔ اتنے میں سلمان ڈیوٹی سے گھر واپس آیا۔ ماں کو اس حالت میں دیکھ کر چونک گیا۔

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

ماں کیا بات ہے؟ تم اتنی اداس کیوں ہو؟ بیٹا کچھ نہیں بس اپنی یادوں کا جنازہ دیکھ رہی تھی اسی لیے آنکھ بھر آئی۔ ماں نے معصوم لہجے میں کہا۔ ماں پہیلیاں مت بجھاؤ۔ صاف صاف بولو کیا بات ہے؟ بیٹا یہ بلڈوزر دیکھ رہے ہو۔

ہاں ماں اسے میں نے ہی یہ پرانا مکان ڈھانے کے لیے بیجا تھا۔ لیکن اس میں پریشان ہونے کی کیا بات ہے۔ یہ تو اب پرانا ہو چکا ہے ہم نے تو اب نئ کوٹھیاں بنائیں ہیں۔ اب ہم ایک شاندار محل میں رہ رہے ہیں۔ ہمارے محل خانے میں کس چیز کی کمی ہے اور یہ بوسیدہ مکان تو اس ماڈرن کالونی میں ایسا ہی لگتا ہے جیسے کسی حسین و جمیل لڑکی کے ماتھے پر بدنما داغ۔ ہاں بیٹا پرانی چیزیں اور پرانے انسان تو پھر بدنما داغ ہی لگتے ہیں۔ ماں نے ایک سرد آہ بھرتے ہوئے جواب دیا۔ ماں اس مکان میں ایسا کیا تھا جو تم رو رہی ہو۔ اس نئے مکان میں تو سہولیت کا ہر سامان ہے آپ کے پاس۔ یہ تو مٹی کا گھر تھا۔ ہاں بیٹا، لیکن تھا تو ایک گھر ہی نا۔ اور ہم بھی کون سے سونے کے بنے ہیں۔ ماں کے جواب سے سلمان رنجیدہ ہو گیا اور تھوڑا سنجیدہ بھی۔ اس نے ماں کا ہاتھ پکڑا اور نئے حویلی نما مکان کے اندر لے جانے لگا۔ بیٹا اس مکان میں میری کھٹی میٹھی یادیں ہیں۔ وہ یادیں جب میں اس گھر میں دلہن بن کر آئی تھی۔ وہ یادیں جب تم بیمار تھے اور میں تمہیں گود میں بھر کر ان سیڑھیوں سے بے قراری کے عالم میں اوپر نیچے کرتی تھی۔ وہ یادیں جب میں نے اپنی تین بیٹیوں کو اسی گھر سے رخصت کیا۔ وہ یادیں جب میں مزدوری کر کے گھر واپس آ کر اس گھر میں پہنچ جاتی تھی۔ اور تمہیں دیکھ کر

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

میری ساری تھکان دور ہو جاتی تھی۔ اور وہ یادیں جب تمہارے بڑے بھائیوں نے اپنی بیویوں کا ہاتھ تھاما اور ہمیں اللہ کے رحم و کرم پر چھوڑ دیا۔ اتنا ہی نہیں تمہارے والد صاحب کی تجہیز و تکفین کی یادیں بھی اس گھر میں محفوظ تھی۔ سلمان نے ماں کے کاندھے پر سر رکھا اور بہت اطمنان سے ماں کی یادوں کی داستان سن رہا تھا۔ جیسے ماں اسے گھسیٹ کر اس کی یادوں کے محل میں لے جا رہی تھی۔۔ بیٹا تمہارے ختنے کا جشن بھی اسی مکان میں ہوا تھا اور تمہاری ولیمہ کی دعوت بھی اسی مکان میں ہوئی تھی۔ اس مکان میں ابابیلوں نے گھونسلے بھی بنائے ہیں۔ جب میں کبھی تنہا ہوتی تھی تو ان ابابیلوں سے باتیں کرتی تھیں۔ اتنے میں مکان کا آدھے سے زیادہ حصہ ڈھہہ چکا تھا۔ اور مٹی کے برتنوں کے ٹوٹنے کی آواز صاف سنائی دیتی تھی۔ بلڈوزر نے اپنا رخ صحن میں موجود پرانے پیڑ کی جانب کیا۔ سارہ نے اپنے بیٹے کو کس کے پکڑا جیسے بلڈوزر اسی کی جانب آ رہا ہو۔ بیٹا یہ کیا یہ تو اس پیڑ کو بھی گرا رہا ہے۔ خدا کے لئے اسے روک دو۔ میری یادوں کا آشیانہ تو گرا چکے ہو لیکن اس پرانے پیڑ پر سیکنڈوں پرندوں کے آشیانے ہیں۔ یہ کہاں جائیں گے۔ گھر مسمار ہونے کا دکھ میں جانتی ہوں۔ اس پیڑ کے ساتھ تو تمہارا ماضی جڑا ہے۔ جب میں تمہیں اس پیڑ کے نیچے سلایا کرتی تھی اور خود کھیتوں میں کام کرنے جاتی تھی۔ یہ پیڑ تمہیں سایہ فراہم کرتا تھا اور اس پر موجود پرندے تمہیں لوریاں سناتے تھے اتنے میں بلڈوزنے پیڑ کو ایک زوردار دھکا مارا اور پیڑ سے یکے بعد دیگرے گھونسلے گر کر چکنا چور ہو گئے۔ سارہ کی آنکھوں میں جیسے اندھیرا چھا گیا۔ کچھ گھونسلوں میں انڈے تھے اور کچھ گھونسلوں میں

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

چھوٹے چھوٹے بچے تھے جو اُڑ نہیں سکتے تھے۔ انڈے بھی نیچے گر کر چکنا چور ہو گئے اور بچوں کی چوں چوں بھی ہمیشہ کے لیے خاموش ہو گئی۔ اتنے میں چڑیوں نے آ کر شور و غل مچایا جیسے بلڈوزر والے سے کہہ رہیں ہوں خدا کے لیے ہمارے گھر مسمار مت کرو۔ ہم اس کڑی دھوپ میں کہاں جائیں گے۔ لیکن ان مظلوموں کی کون سنتا ہے۔ بلڈوزر ڈرائیور اس سب سے بے خبر اونچی آواز میں گانا سن رہا تھا اور اپنے کام میں منہمک تھا۔ سارہ بیٹے کی طرف متوجہ ہوئی، بیٹا اس جگہ پر ایسا کیا بنانا ہے جو اتنے پرندوں کا گھر اور سایہ دینے والا یہ پیڑ گرا دیا۔ سارہ نئے مکان کی کھڑکی سے پرانے گھر کی تباہی کا یہ منظر دیکھ رہی تھی اور بہت ہی معصومانہ انداز میں بیٹے سے پوچھا۔ ماں اس جگہ تو گاڑی کے لیے گراج بنانا ہے۔ بیٹا اتنے جانداروں کا گھر اجاڑ کر ایک بے جان چیز کے لیے گھر بنانا ہے۔ یہ کہتے ہوئے ماں کی آنکھیں پتھرا گئیں اور زبان جیسے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے خاموش ہو گئی

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

کبوتر باز

ہوش میں آتے ہی وہ اپنے گردونواح کا مشاہدہ کرنے لگا۔اس نے اپنے آپ کو ایک غار میں پایا جو پوری طرح سے لہولہان تھی ۔دیواروں پر خون کے چھینٹے خوفناک منظر پیش کر رہے تھے ۔اس کے کپڑے اور ہاتھ پیر خون سے لت پت تھے۔ ہر طرف خون ہی خون تھا۔اور غار کے چاروں طرف باز منڈلا رہے تھے- وہاں بہت سارے کبوتر لہولہان تھے، پنکھ ہی پنکھ بکھرے ہوئے تھے، کچھ باز کبوتروں کی آنکھیں نوچ رہے تھے۔اور کچھ پنکھ۔ ہر طرف سے کبوتروں کے کراہنے کی آواز آرہی تھی- کہیں پر کبوتروں کی آنکھیں تھیں تو کہیں پر سر، کہیں پر پنکھ تھے تو کہیں پر انتڑیاں۔ کچھ کبوتر مرے ہوئے تھے اور کچھ ادھ مرے ۔ایک کونے میں چند زندہ کبوتر سہمے ہوئے تھے وہ یہ سوچ رہے تھے کہ پتہ نہیں کب اُن کی باری آجائے -اور دیوار پر بیٹھے باز انہیں کھا جانے والی نظروں سے دیکھ رہے تھے۔وہ ابھی تک یہ سمجھ نہیں پایا تھا کہ کس مصیبت میں پھنس گیا ہے اور وہ

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

یہ کیا دیکھ رہا ہے۔ ہاتھ پیر زخمی تھے۔جسم کا انگ انگ تھکن سے چور تھا۔ اس نے اپنی جگہ سے اٹھنے کی کوشش کی اتنے میں ایک طاقتور باز آیا اور اپنے پنکھ سے اسے زوردار وار کیا۔ دفعتاً اسے یاد آیا کہ وہ تو شہر گمنام سے پینتیس کلومیٹر دور وادی بے پُرسان کا رہنے والا ساجد ہے۔ساجد کو کبوتر پالنے کا بڑا شوق تھا۔ علاقے کا بڑا کبوتر باز مانا جاتا تھا۔ اکثر اپنے کبوتروں کو باقی کبوتروں سے لڑواتا تھا۔ اس نے اپنے کبوتروں کو لڑنے کا ہُنر خوب سکھایا تھا ۔اس کے کبوتر اکثر باقی کبوتروں کو پچھاڑ دیتے تھے۔ساجد کی ماں اسے پیار سے بڑا کبوتر کہتی تھی۔صبح سویرے درسگاہ سے آکر کبوتروں کو دانہ پانی ڈالتا تھا اور پھر اسکول جاتا۔ اسکول سے لوٹتے ہی سب سے پہلے اپنے کبوتروں کی خبر لیتا تھا۔ پتہ نہیں وہ ان کبوتروں کا اتنا گرویدہ کیوں بن گیا تھا۔شاید اس لیے کہ بے زبان تھے یا شاید اس لیے کہ بہت معصوم پرندے ہیں اور کسی کو تکلیف نہیں دیتے ہیں۔اس کی ماں بھی اس سے ناراض ہوتی تھی اور اکثر کہتی تھی

ساجد تمہیں بس کبوتر پالنے ہیں پڑھنا لکھنا نہیں ہے کیا؟

ماں پڑھتا تو ہوں بس ان سے محبت ہو گی ہے۔ساجد مسکراتے ہوئے کہتا تھا۔

اُس دن بھی کافی برفباری ہو رہی تھی اور سارے کبوتر بالکنی میں جمع ہو گئے تھے شاید دانہ پانی کے لئے کیونکہ برفباری کی وجہ سے باہر کچھ ملنا بہت مشکل تھا۔

ساجد دانہ پانی ڈال ہی رہا تھا کہ اس کی ماں بھی بالکنی پر آئی۔ساجد.....

جی اماں......!

آپ نے کچھ سنا؟

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

نہیں تو......ساجد نے پانی کی کٹوری کبوتروں کے سامنے رکھتے ہوئے کہا۔،،
سنا ہے آج فضا میں باز نمودار ہو گئے ہیں جو کبوتروں کو اُٹھا لے جاتے ہیں یا زخمی کر دیتے ہیں۔
یا اللہ رحم....ساجد کی زبان سے بے ساختہ نکل گیا
یاد رکھنا وہ باز تمہارے ان کبوتروں پر بھی حملہ کر سکتے ہیں
نہیں نہیں......! اُنہیں پہلے مجھے اُٹھانا ہوگا۔ میں ایسا ہرگز نہیں ہونے دوں گا۔
ساجد کا یہ کہنا تھا کہ اماں کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ ارے پاگل یہ کیا کہہ رہا ہے۔ تمہیں میری عمر بھی لگ جائے۔ تم تو میری جان ہو
ہاں ماں جس طرح میں تمہاری جان ہوں اسی طرح یہ کبوتر میری جان ہیں۔
ساجد نے چٹکی لیتے ہوئے کہا۔
یوں کہو نا کہ یہ تمہارے کبوتر ہیں اور تم میرے۔ پیاری اماں نے کان کھینچتے ہوئے کہا۔ بس وہ دن اور آج کا دن۔ اماں اسے کبھی بھی کبوتر پالنے پر ناراض نہیں ہوتی۔ وہ جان چکی تھی کہ اس کی جان کبوتروں میں اٹکی ہوئی ہے۔ کبھی کبھی رات کے وقت بھی ماں کا یہ جملہ اس کے کانوں میں گونجنے لگتا تھا کہ فضا میں باز نمودار ہو گئے ہیں جو کبوتروں کو اٹھا لے جاتے ہیں۔ تب سے ساجد اور بھی چوکنا ہو گیا تھا۔ ایک دن شدید برفباری ہو رہی تھی کہ اس نے اپنے مکان کی چھت پر ایک باز دیکھا۔ اسے اپنی امی کی بات یاد آ گئی۔ اس نے کبوتروں کو فوراً بند کر دیا۔ جمعرات کی صبح فجر نماز پڑھ کے آیا تو اس نے کبوتروں کو دانہ ڈالا اور اور بڑھے شوق سے دیکھ رہا تھا کہ اچانک بالکنی پر ایک باز نے کہیں سے اُڑان بھری اور کبوتروں کے بیچ میں سے ایک کبوتر کو اپنے نوکیلے پنجوں میں اٹھا

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

یہ کیا دیکھ رہا ہے۔ ہاتھ پیر زخمی تھے۔جسم کا انگ انگ تھکن سے چور تھا۔
اس نے اپنی جگہ سے اٹھنے کی کوشش کی اتنے میں ایک طاقتور باز آیا اور اپنے
پنکھ سے اسے زوردار وار کیا۔ دفعتاً اسے یاد آیا کہ وہ تو شہر گمنام سے پینتیس
کلومیٹر دور وادی بے پُرسان کا رہنے والا ساجد ہے۔ساجد کو کبوتر پالنے کا بڑا
شوق تھا۔ علاقے کا بڑا کبوتر باز مانا جاتا تھا۔ اکثر اپنے کبوتروں کو باقی
کبوتروں سے لڑواتا تھا۔اس نے اپنے کبوتروں کو لڑنے کا ہُنر خوب سکھایا تھا
۔اس کے کبوتر اکثر باقی کبوتروں کو پچھاڑ دیتے تھے۔ساجد کی ماں اسے
پیار سے بڑا کبوتر کہتی تھی۔صبح سویرے درسگاہ سے آکر کبوتروں کو دانہ پانی
ڈالتا تھا اور پھر اسکول جاتا۔ اسکول سے لوٹتے ہی سب سے پہلے اپنے
کبوتروں کی خبر لیتا تھا۔ پتہ نہیں وہ ان کبوتروں کا اتنا گرویدہ کیوں بن گیا
تھا۔شاید اس لیے کہ بے زبان تھے یا شاید اس لیے کہ بہت معصوم پرندے
ہیں اور کسی کو تکلیف نہیں دیتے ہیں۔اس کی ماں بھی اس سے ناراض ہوتی
تھی اور اکثر کہتی تھی

ساجد تمہیں بس کبوتر پالنے ہیں پڑھنا لکھنا نہیں ہے کیا؟
ماں پڑھتا تو ہوں بس ان سے محبت ہو گی ہے۔ساجد مسکراتے ہوئے کہتا تھا۔
اُس دن بھی کافی برفباری ہو رہی تھی اور سارے کبوتر بالکنی میں جمع ہو گئے تھے
شاید دانہ پانی کے لئے کیونکہ برفباری کی وجہ سے باہر کچھ ملنا بہت مشکل تھا۔
ساجد دانہ پانی ڈال ہی رہا تھا کہ اس کی ماں بھی بالکنی پر آئی۔ساجد.....
جی اماں......!
آپ نے کچھ سنا؟

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

نہیں تو......ساجد نے پانی کی کٹوری کبوتروں کے سامنے رکھتے ہوئے کہا-،،
سنا ہے آج فضا میں باز نمودار ہو گئے ہیں جو کبوتروں کو اُٹھا لے جاتے ہیں یا زخمی کر دیتے ہیں-

یا اللہ رحم ....ساجد کی زبان سے بے ساختہ نکل گیا

یاد رکھنا وہ باز تمہارے ان کبوتروں پر بھی حملہ کر سکتے ہیں

نہیں نہیں......! اُنہیں پہلے مجھے اُٹھانا ہوگا۔ میں ایسا ہر گز نہیں ہونے دوں گا۔

ساجد کا یہ کہنا تھا کہ اماں کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ ارے پاگل یہ کیا کہہ رہا ہے۔ تمہیں میری عمر بھی لگ جائے۔ تم تو میری جان ہو

ہاں ماں جس طرح میں تمہاری جان ہوں اسی طرح یہ کبوتر میری جان ہیں۔

ساجد نے چٹکی لیتے ہوئے کہا۔

یوں کہو نا کہ یہ تمہارے کبوتر ہیں اور تم میرے۔ پیاری اماں نے کان کھینچتے ہوئے کہا۔ بس وہ دن اور آج کا دن۔ اماں اسے کبھی بھی کبوتر پالنے پر ناراض نہیں ہوتی۔ وہ جان چکی تھی کہ اس کی جان کبوتروں میں اٹکی ہوئی ہے۔ کبھی کبھی رات کے وقت بھی ماں کا یہ جملہ اس کے کانوں میں گونجنے لگتا تھا کہ فضا میں باز نمودار ہو گئے ہیں جو کبوتروں کو اٹھا لے جاتے ہیں۔ تب سے ساجد اور بھی چوکنا ہو گیا تھا۔ ایک دن شدید برفباری ہو رہی تھی کہ اس نے اپنے مکان کی چھت پر ایک باز دیکھا۔ اسے اپنی امی کی بات یاد آ گئی۔ اس نے کبوتروں کو فوراً بند کر دیا۔ جمعرات کی صبح فجر نماز پڑھ کے آیا تو اس نے کبوتروں کو دانہ ڈالا اور اور بڑھے شوق سے دیکھ رہا تھا کہ اچانک بالکنی پر ایک باز نے کہیں سے اُڑان بھری اور کبوتروں کے بیچ میں سے ایک کبوتر کو اپنے نوکیلے پنجوں میں اٹھا

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

کر اُڑ گیا، کبوتروں میں کھلبلی مچ گئی۔ ساجد چیختے چلاتے نیچے اترا اور باز کا پیچھا کرنے لگا۔ ننگے پاؤں برف پر سے پاگلوں کی طرح دوڑتا رہا۔ باز نے اس کے پیارے کبوتر کو اپنے پنجوں میں دبایا اور ایک درخت کی ٹہنی پر بیٹھ گیا۔ کبوتر کے سر پر ابھی چونچ مارنے ہی والا تھا کہ ساجد زور سے چیخا۔ اس کی آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا گیا۔ اسے کچھ نہیں سوجھا۔ اس نے برف کا گولہ بنا کر باز کی جانب پھینک دیا۔ لیکن وہ وہاں نہیں پہنچ سکا۔ ساجد سردی سے کانپ رہا تھا۔ اس کے ہاتھ پیر سن پڑ چکے تھے۔ لیکن اس نے مزاحمت کرنا نہیں چھوڑا۔ وہ چلاتا رہا۔ باز خشمگی نظروں سے اس کی جانب دیکھنے لگا۔ اتنے میں باز نے ایک عجیب سی آواز نکالی جو سنتے ہی بازوں کا ایک غول وہاں آ پہنچا اور ساجد پر حملہ آور ہوا۔ ساجد ہاتھ پیر مارنے لگا لیکن ان خونخوار بازوں کے سامنے اسکی ایک نہ چلی ۔اس سے پہلے کہ اس کی ماں اس تک پہنچ پاتی ۔ ان بازوں نے اسے اپنے ساتھ اٹھالیا۔ اور اس ویران غار میں پہنچا دیا۔

ساجد ان ہی خیالوں میں گم تھا کی کچھ باز ایک اور کبوتر کو پکڑ کے لائے اور سب اس معصوم کبوتر پر ٹوٹ پڑے۔ کبوتر چند لمحوں میں ہی لہولہان ہو گیا۔ اسے ہر ایک کبوتر میں اپنا کبوتر نظر آتا تھا۔ دن گزرتے گئے اور اسے اس غار میں رہنے کی عادت سی پڑ گئ۔ ہر طرف باز ہی باز تھے۔ روز نئے کبوتروں کو لایا جاتا تھا اور انہیں بڑی بے دردی اور بے رحمی سے نوچا جارہا تھا۔ ان کی چیخوں نے ساجد کو جیسے ذہنی مریض بنا دیا تھا۔ پھر ایک دن ساجد کی طرح ایک اور کبوتر باز کو بازوں کا ایک غول اٹھا لایا۔ جو بے ہوش پڑا تھا۔ اس کے بعد یہ سلسلہ جاری رہا۔ ہر تیسرے چوتھے دن ایک نئے کبوتر باز کو اس غار

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

میں لایا جاتا تھا۔
اس طرح وقار، عالم، باسط اور نہ جانے کس کس کو اس اندھیری غار میں لایا گیا۔
آخر ہم کب تک اسی طرح خاموش رہیں گے۔ یہ سلسلہ کب تک چلے گا اس طرح سے ہمارے علاقے میں کبوتر پالنے کا سلسلہ ہی بند ہوگا اور فضاؤں میں معصوم کبوتر نہیں ظالم باز نظر آئیں گے ایک کبوتر باز نے کہا۔
لیکن ہم کر بھی کیا سکتے ہیں۔ آپ نے ان کی نوکیلی چونچ اور نوکیلے پنجے دیکھے ہیں۔ یہ تو ہم سب کو مار ڈالیں گے ساجد نے دھیمی آواز میں کہا۔
ویسے بھی ہم کون سے زندہ ہیں۔ تھو.....!!! ایسی زندگی پر۔ ہر روز ہمیں معصوم کبوتروں کی چیخیں سننی پڑتی ہیں۔ کبوتروں کی لاشیں دیکھنی پڑتی ہیں۔ ہم چاہیں تو ان درندوں سے مقابلہ کر سکتے ہیں۔ شرط یہ ہے کہ ہم ان کی طرح ایک ہو جائیں۔ پھر بھلے ہی ہماری قسمت میں موت ہی کیوں نہ ہو۔ ایسی زندگی سے تو موت بہتر ہے ان میں سے کسی اور نے کہا۔ یہ سب آپس میں سرگوشی کر رہے تھے اور خونخوار باز ان کی طرف خشمگی نظروں سے دیکھ رہے تھے۔ دھیرے دھیرے ان میں ہمت آتی گئی اور ایک دن انہوں نے ان سب بازوں پر ایک ساتھ حملہ کر دیا۔ یہ خونی غار پھر ایک بار خون سے لت پت ہوئی۔ لیکن اس بار خون کبوتروں کا نہیں بازوں کا تھا۔ اور وہ سب وہاں سے نکل آئے۔ اس طرح سے کبوتروں کے شکار کا کھیل ہمیشہ ہمیشہ کے لیے بند ہو گیا۔ علاقے میں پھر ایک بار کبوتر آزاد فضاؤں میں سانس لینے لگے۔ ہاں مگر اس گمسان لڑائی میں ساجد کی دونوں آنکھیں ظالم بازوں نے نوچ لیں۔

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

گدھ

جولائی کا مہینہ چل رہا تھا۔شدید گرمی تھی آیت کالج سے واپس آئی تو کافی تھکی ہوئی تھی۔شدید گرمی کے باوجود آیت نے عبایا اوڑھا تھا اور چہرے پر نقاب تھا۔اللہ نے آیت کو حسن کی نعمت سے مالا مال کیا تھا۔۔اندر آتے ہی پانی کا گلاس پی کر دم لیا۔ابھی ٹھیک طرح سے سانس بھی نہیں لی تھی کہ باپ نے پھر وہی سوال پوچھا۔آیت کیا سوچا تم نے شادی کے بارے میں؟

بابا آپ مجھے بار بار یہی سوال کیوں پوچھتے ہیں؟۔ایسا کیا کیا میں نے۔آپ نے درسگاہ بھیجا تو میں نے تین سال میں قرآن حفظ کیا۔اب میں نے آپ کے کہنے پر کالج جوائن کیا اور بی۔اے بھی کر چکی ہوں۔میں آپ کا ہر حکم بجا لاتی ہوں۔بے فکر ہو جایئے میں کبھی آپ کو شکایت کا موقع نہیں دوگی۔آیت کو لگا کہ شاید بابا کا موڈ ان کی باتوں سے خراب ہو گیا۔وہ فوراً اپنے بابا کے گلے لگ گئی اس کے ماتھے پر محبت سے بوسہ دیا اور پیار سے کہنے لگی۔"آپ

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

ہی بتائیے بابا پہلے آپ کی سرجری ضروری ہے یا میری شادی‘‘؟

بیٹی، بیٹیاں پرایا دھن ہوتی ہیں جتنی جلدی ان کی شادی ہو ان کا اپنا گھر بسے اتنا اچھا ہے۔ اور تم اس معاشرے کو نہیں جانتی ہو۔ یہاں انسان نہیں گدھ رہتے ہیں گدھ۔ وہ موقع دیکھ کر انسان کو نوچ لیتے ہیں۔

آیت کا باپ نور محمد ایک حلیم اور شریف انسان ہونے کے ساتھ ساتھ صوم الصلوۃ کا بھی پابند تھا۔ اللہ نے ایک بیٹا اور ایک بیٹی عنایت فرمائی تھی۔ چند سال پہلے بیوی ایک مہلک مرض میں مبتلا ہو کر چل بسی۔ سلمہ کی موت نے نور محمد کی کمر توڑ دی۔ اب اپنے بچوں کی طرف دیکھ کر زندگی گزارنے لگا تھا۔ سلمہ کے موت کے ایک سال بعد نور محمد کو دل کا دورہ پڑا۔ وقت پر اسپتال پہنچ کر بچ گیا۔ لیکن ڈاکٹروں نے صلاح دی کہ بائی پاس سرجری کرنا ضروری ہے۔ نور محمد نے محنت مزدوری کر کے تین لاکھ روپے جمع کئے تھے سرجری کے لیے۔۔ اب ساری امیدی بیٹے پر تھیں۔ لیکن بیٹا بری صحبت کا شکار ہو گیا۔ وہ دوستوں کے ساتھ رنگ رلیاں مناتا تھا اور آدھی رات کو گھر آتا تھا۔ نہ بہن کی عزت کی فکر تھی اور نہ باپ کے صحت کی پرواہ۔ وہ نشے کی لت کا شکار ہو گیا تھا۔ کبھی کبھی اپنے والد صاحب سے وتھڑراول فارم یا کوئی چک یہ کہہ کر دستخط کرواتا تھا کہ اسے پانچ سو یا ایک ہزار روپے کی سخت ضرورت ہے۔ چونکہ ایک ہی بیٹا تھا لہٰذا نور محمد چک وغیرہ پر دستخط کر لیتا تھا۔ ایک دن نور محمد نے اپنے بیٹے کو بلایا۔ بیٹا میں نے محنت کر کے تین لاکھ روپے جمع کئے تھے اپنی سرجری کے لیے۔ لیکن یاد رکھنا اگر مجھے کچھ ہو گیا تو سب سے پہلے بہن کی شادی کسی اچھے گھرانے میں کرانا۔ بیٹے نے اثبات میں سر ہلایا اور نکل

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

گیا پھر اپنے آوارہ دوستوں کے ساتھ آوارہ گردی کرنے۔۔تب سے اب تک مسلسل نور محمد اپنی بیٹی آیت سے شادی کے بارے میں کہتا رہا۔اور بیٹی ہر بار یہ کہہ کر انکار کرتی رہی کہ میری شادی سے آپ کی سرجری بہت ضروری ہے۔اور اگر میری شادی ہوگی تو آپ کا خیال کون رکھے گا۔آج بھی جب بیٹی نے شادی سے انکار کرنا چاہا تو والد صاحب نے صاف صاف کہہ دیا بیٹی گاؤں کا سرپنچ تمہارا ہاتھ مانگنے آیا تھا اپنے پاگل اور آوارہ بیٹے گلو کے لئے کہہ رہا تھا کہ اگر میں تمہاری شادی اس کے پاگل بیٹے سے کردوں تو میری سرجری کا خرچہ وہ اٹھائے گا۔ورنہ وہ رقم فل فورا ادا کرنی ہوگی جو میں نے اس سے تمہاری ماں کے علاج کے لئے ادھار لی تھی۔

لیکن بابا وہ رقم تو چار سال میں ادا کرنی طے پائی تھی۔اور سرپنچ نے اس رقم کا باضابطہ ہم سے سود بھی وصول کیا ہے۔

ہاں بیٹی لیکن یہ اثر رسوخ والے لوگ قانون خود طے کرتے ہیں۔ہماری کون سنتا ہے۔وہ بہت ظالم ہے اس کی نظر تم پر ہے۔اور تمہارے بھائی کو دیکھ کر نہیں لگ رہا ہے کہ وہ چار سال کے بعد بھی سرپنچ کی رقم چکا پائے گا اور وہ تمہارا خیال رکھ پائے گا۔

اس لئے میں اپنی موت سے پہلے تمہاری شادی کرانا چاہتا ہوں۔تاکہ تو ان ظالموں کے چنگل سے بچ جائے۔معاملے کی نزاکت کو دیکھتے ہوئے آیت خاموش ہوگئی اور اس کی آنکھوں میں آنسوؤں کا سیلاب اُمڈ آیا۔ماں زندہ ہوتی تو اپنا من ہلکا کر لیتی لیکن اس نعمت سے اللہ نے پہلے ہی محروم کر دیا تھا۔ خیر نور محمد کو اس بات کا اندازہ ہوگیا کہ اب بیٹی شادی کی بات نہیں ٹالے گی۔

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

اب نور محمد اپنی بیٹی کے لئے کوئی شریف اور دیندار گھر ڈھونڈنے میں لگ گیا ۔ اتفاق سے اسے ایسے ایک لڑکے کے بارے میں پتہ چلا جو نہایت ہی شریف اور پڑھا لکھا ہونے کے ساتھ ساتھ صوم الصلوات کا بھی پابند تھا۔ نور محمد نے اس گھر کو شادی کا پیغام بھیج دیا۔ اور انہوں نے پیغام تسلیم کر کے شادی کے لئے اقرار بھی کیا۔نور محمد کی خوشی کی کوئی انتہا نہیں رہی۔ فوراً گھر آیا اور بیٹی سے یہ بات کہہ دی۔ اوراس سے جواب مانگا۔

''بابا میں نے کبھی آپ کی بات ٹالی ہے جواب ٹالوں گی۔آپ نے جو گھر اور لڑکا میرے لیے چنا ہے وہ اچھا ہی ہوگا''۔نور محمد نے بیٹی کا جواب سن کر اس کو گلے سے لگایا اور اس کا ماتھا چوما اور اس کی آنکھوں سے دو موٹے اور گرم گرم آنسو بیٹی کے دامن میں آ گئے۔

بابا یہ کیا آپ رو رہے ہیں۔نہیں نہیں بیٹی یہ خوشی کے آنسو ہیں۔لوگوں کو بیٹوں پر ناز ہوتا ہے اور مجھے اپنی بیٹی پر ناز ہے۔ چلو ہم بینک جا کر رقم لائیں گے اور شادی کے لئے ضروری سامان خریدیں گے۔ تب تک تمہارا بھائی بھی بینک پہنچ جائے گا۔ میں نے اس کو فون پر بتایا ہے۔نور محمد جب کاونٹر پر پیسے نکالنے گیا تو وہاں سے اسے بتایا گیا کہ آپ کے اکاؤنٹ میں کوئی بھی پیسہ نہیں بچا ہے۔نور محمد کو لگا کہ شاید انہیں کوئی غلط فہمی ہو رہی ہے وہ سیدھا منیجر کے کمرے میں گیا اور منیجر سے کہا جناب میں نے اکاونٹ میں تین لاکھ روپے رکھے ہیں۔لیکن کاونٹر پر بیٹھا آپ کا ملازم کہہ رہا ہے کہ اکاونٹ میں کچھ بھی نہیں ہے۔

منیجر نے جب اکاؤنٹ چک کیا تو اس نے بھی وہی الفاظ دہرائے کہ جناب

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

آپ کے اکاؤنٹ میں واقعی کوئی پیسہ نہیں ہے۔
نہیں نہیں مینیجر صاحب غور سے دیکھیے میں نے ہی وہ پیسے چند دن پہلے رکھے ہیں ضرور آپکو کوئی غلط فہمی ہو رہی ہے۔ میری بیٹی کی شادی ہے۔
ہاں ہاں آپ نے پیسے رکھے تو تھے لیکن خود ہی واپس بھی نکالے ہیں۔
ہمارے پاس تو آپ کے دستخط کئے ہوئے وتھڑراول اور چک موجود ہیں۔ یہ سننا تھا کہ نور محمد کو فوراً وہ سارے چک اور وتھڑراول فارم یاد آئے جو اس نے بیٹے کے کہنے پر دستخط کئے تھے۔ یہ سب یاد آتے ہی نور محمد پر غشی طاری ہو گئی اور آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں جیسے حسرت بھری نظروں سے اپنی فرمانبردار بیٹی کو دیکھ رہا ہو۔ ایسا لگا کہ جیسے وہ اپنے ہاتھوں سے اپنی بیٹی کو ظالموں کے حوالے کر رہا ہو۔ اور دیکھتے ہی دیکھتے وہ ہمیشہ کے لیے خاموش ہو گیا۔ آیت چلانے لگی بابا!!!!!!! بابا!!!!!!!!!!!! مجھے چھوڑ کر کہاں جا رہے ہو۔ بابا بابا مجھے کس کے سہارے چھوڑ کے جا رہے ہو۔
آیت نے بابا کا سر اپنی گود میں رکھا اور زور زور سے رونے لگی۔ اتنے میں بینک میں موجود سارے لوگ ان دونوں کے ارد گرد جمع ہو گئے آیت نے سر اٹھا کر ان سب کی طرف دیکھا، حوصلہ دینے یا آیت کے بابا کو اٹھانے کے بجائے تو کچھ لوگ ہاتھوں میں موبائل لے کر آیت کا ویڈیو بنا رہے تھے۔
آیت بے بس ہو کر ان سب کی طرف دیکھنے لگی اسے لگا کہ جیسے وہ ایک ویران سحرا میں اکیلی ہے اور اس کے ارد گرد بہت سارے گدھ جمع ہو گئے جو اس کی بوٹی بوٹی نوچنے والے ہیں۔

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

افسانچہ۔۔۔۔چسکا

نوید مجھے اس کا چسکا لگ گیا ہے۔ اب میں کیا کروں۔میں اس کو ہمیشہ اپنے ساتھ رکھتا ہوں ۔ ہر دس منٹ کے بعد اسے دیکھتا ہوں۔صبح نیند سے جاگتا ہوں سب سے پہلے اُس کو دیکھتا ہوں۔اسے تھوڑی سے بھی تکلیف ہوتو فوراَ اس کا علاج کراتا ہوں۔ اگر دس منٹ بھی خاموش ہوجائے تو میرا دل بیٹھنے لگتا ہے۔رات کے بارہ بجے تک اسی کے ساتھ ہوتا ہوں جب سے اس کا ساتھ نصیب ہوا ہے باقی سارے رشتے ہی ختم ہو گئے ہیں اور تو اور میں اس پر کافی پیسے بھی خرچ کر چکا ہوں ۔اب تو حد ہی ہوگئ۔مسجد سے نکلنے کے بعد سب سے پہلے اسی کو دیکھتا ہوں۔

توتم اس سے شادی کیوں نہیں کر لیتے۔

شادی۔بھلا موبائل سے کون شادی کرتا ہے؟

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

انگارے

بیٹا آج کافی خوش لگ رہے ہو۔
آپ کی مائک اور کیمرے نے شاید آج پھر کوئی بڑا کارنامہ انجام دیا ہے۔
ہاں بابا۔ آج میری مائک اور کیمرے نے ملک کے چند بڑے منشیات فروشوں کو بے نقاب کیا ہے۔ بابا ان میں سے کچھ لوگ بڑے بڑے عہدوں پر فائز تھے جو شرافت کا نقاب اوڑھے ہوئے تھے۔ کروڑوں روپے کمائے ہیں ان لوگوں نے ۔ اپنے بچوں کو باہر کے ملکوں میں پڑھائی کے لیے بھیجا ہے اور یہاں کے نوجوانوں کو زہر کا عادی بناتے تھے۔
لیکن بیٹا یہ لوگ اثر رثوخ والے لوگ ہوتے ہیں۔ یہ آپ کو نقصان بھی پہنچا سکتے ہیں۔ ''بابا میں حق کی لڑائی لڑ رہا ہوں۔ جو ہوگا دیکھا جائے گا۔ فی الحال پولیس نے ان لوگوں کے خلاف ایف آئی آر درج کیا ہے''۔ یہ کہہ کر شجاع نے مائک اور کیمرہ اٹھایا اور پھر مشن پر نکل گیا۔

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

شجاع کا تعلق متوسط گھرانے سے تھا۔ باپ پیشے سے ایک مزدور تھا۔ لیکن باحوصلہ اور ایماندار انسان تھا۔ جس نے شجاع کی اچھی تربیت کی تھی۔ اسے ایمانداری کا درس دیا تھا اور سر اٹھا کر چلنے کی ترغیب دی تھی۔ شجاع نے گریجویشن کی اور اب آگے کی پڑھائی کے بارے میں سوچ رہا تھا۔ ایک دن شام کو بیٹھا تھا باپ کو پریشان دیکھا اور پوچھا۔ ''بابا آپ کیوں پریشان ہیں؟ کیا سوچ رہے ہیں آپ''؟

کچھ نہیں۔ بیٹا سوچ رہا ہوں کہ لوگوں نے اپنے بچوں کو ڈاکٹر، انجینئر اور نہ جانے کیا کیا بنایا۔ لیکن میری غربت تمہارے پاؤں کی زنجیر بن گئی۔

نہیں بابا نہیں۔ آپ یہ کیا کہہ رہے ہیں۔ آپ کے بس میں جو تھا آپ نے کیا۔ اپنا پیٹ کاٹ کر مجھے پڑھا رہے ہیں آپ۔ اور تو اور مجھے ڈاکٹر انجینئر نہیں بلکہ ایک ایماندار صحافی بن کر سماج کی خدمت کرنی ہے۔

بیٹا آجکل صحافت کا حال دیکھ رہے ہو نا۔۔۔ ہر چوتھا شخص صحافی بنا ہوا ہے۔ ٹی آر پی، لائکس اور ویوز کے لیے کیا کیا کرتے ہیں اللہ ہی حافظ ہے۔ یہ تو صحافت کے ص سے بھی ناواقف ہیں''۔

ہاں بابا۔۔ یہ تو سچ ہے اسی لیے میں صحافت میں آنا چاہتا ہوں تاکہ صحافت کا نقشہ بدل دوں اور دنیا کو صحافت کے اصل معنی سمجھاؤں۔ اور حق کی پاسداری کروں۔

بیٹا سچ کا ساتھ دینا انگاروں پر چلنا ہے چل سکو گے؟

بابا آپ کا ساتھ رہا تو میں کسی بھی مصیبت کا مقابلہ کر سکوں گا۔

پھر کیا تھا شجاع کو صحافی بننے کا جنون طاری ہو گیا۔ ماس کمنیکیشن پاس کرنے

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

کے بعد، صحافت کے اصولوں کی اچھی خاصی آگہی حاصل کرلی۔
ماں نے ایک ایک پائی جمع کر کے پانچ ہزار روپے سنبھال کر رکھے تھے۔ جو اس نے شجاع کو مائک اور کیمرہ خریدنے کیلئے دیئے اور ساتھ میں یہ دعا بھی کی کہ جا اللہ تمہیں حق کا ساتھ دینے کی توفیق عطا فرمائے اور حق پر ثابت قدم رکھے۔
شجاع بڑی ایمانداری سے اپنے فرائض انجام دیتا رہا۔ دس سال تک کام کرنے کے بعد شجاع نے اپنے لئے بڑی مشکل سے ایک موٹر بائیک خریدی اور اپنے ماں باپ کا پیٹ پالنا ممکن ہوا ۔لیکن کبھی بھی اللہ سے کوئی شکوہ نہیں کیا بلکہ اپنے کام سے سو فیصد مطمئن تھا۔
جبکہ اسی علاقے کا ایک نام نہاد صحافی نوید بھی تھا جس نے پانچ سال میں ہی شہر کے پوش علاقے میں اپنے لئے نہ صرف ایک شاندار مکان خریدا، بلکہ اپنے لئے دو دو گاڑیاں بھی رکھیں اور کافی بینک بیلنس بھی بنایا۔ نہ کہیں سے صحافت کے لئے درکار تعلیم حاصل کی تھی اور نہ ہی صحافت کے اصولوں سے کوئی واقفیت تھی۔ بس مائک اور کیمرہ ہاتھ میں تھا۔ جب چاہئے لوگوں کے منہ میں مائک ٹھونس دیتا تھا۔ اس چیز کی پرواہ کئے بغیر کہ جس چیز کو کیمرہ پر لانا ہے اور کس چیز کو نہیں۔ نہ کسی کی عزت کا خیال تھا اور نہ ہی زبان درست تھی۔
جبکہ شجاع کی ہر سٹوری جاندار اور شاندار ہوتی تھی۔
پچھلے سال ہی شجاع نے ایک جسم فروشی کے اڈے کا پردہ فاش کیا تھا۔ جس میں چند بڑے لوگوں کے نام سامنے آئے ۔ اس سکینڈل کے تشت از بام ہونے سے پندرہ معصوم لڑکیوں کی زندگی اور عزت بچ گئی جس میں شجاع کے گاؤں کی بھی دو معصوم لڑکیاں تھیں جنہیں ورغلا کر اس غلیظ کام پر لگایا گیا تھا۔

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

اور یہ سب اس طرح ہوا کہ ایک بھی لڑکی کا چہرہ یا نام سوشل میڈیا پر نہیں آیا ۔نوید جیسا کوئی صحافی ہوتا تو وہ ان لڑکیوں کے ساتھ ساتھ ان کے گھر والوں کا بھی انٹرویو لیتا۔ یا ان حیوانوں سے ایک بڑی رقم لے کر معاملہ دبا لیتا جو یہ سکینڈل چلاتے تھے۔۔

سکینڈل کے تشت از بام ہوتے ہیں شجاع اور اس کے والدین کو دھمکیاں ملنی شروع ہو گئی ۔ بات یہاں تک پہنچی کہ شجاع کو اپنے والدین سمت کچھ روز چھپ کے رہنا پڑا۔ جب شجاع کو ڈرانے کے سارے حربے ناکام ہوئے تو تو اسے دس لاکھ کا آفر دیا گیا۔ اس معاملے کو دبانے کے لیے ۔غریب ہونے کے باوجود شجاع کے قدم نہیں ڈگمگائے اور وہ پیسوں کے لالچ میں نہیں آیا اور یہ پہلا موقع نہیں تھا جب شجاع کو اس طرح کے آفر ملے تھے۔ بلکہ اس سے پہلے درجنوں بار ایسا ہوا کہ شجاع کو خریدنے کی کوشش کی گئی۔ لیکن سجاع ہمیشہ اصولوں کا پاسدار رہا کبھی بھی اپنے کام کے ساتھ سمجھوتہ نہیں کیا۔ ہمیشہ معیاری سٹوری کی تلاش میں رہتا تھا کبھی بھی کوئی فضول ویڈیو یا سٹوری نہیں چلاتا تھا۔ شجاع کو کبھی بھی یہ فکر نہیں رہتی تھی کہ اسے کتنے لوگ پسند کرتے تھے اسے بس معیاری کنٹنٹ کی فکر رہتی تھی اور کبھی بھی کنٹینٹ کے ساتھ سمجھوتہ نہیں کیا۔

آج شجاع کافی خوش تھا کہ اس نے منشیات کا سکینڈل بے نقاب کیا۔ کیونکہ اب ہر تیسرا نوجوان نشے کا عادی بن چکا تھا۔ ایسا لگ رہا تھا کہ انسانوں کی بستی نہیں بلکہ جانوروں کا جنگل ہے۔ جہاں نشے کی حالت میں ہر روز نوجوان گندی نالیوں میں پڑے ملتے تھے۔ شام کے وقت لڑکیاں گھر سے

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

باہر نہیں نکل سکتی تھیں۔کوئی نشہ کرنے والا اگر پکڑا بھی جاتا تھا تو اپنے آقاؤں کی مہربانی سے فوراً ہی چھوٹ جاتا تھا۔نوجوانوں کی ذہنی صلاحیتیں دن بہ دن کمزور ہوتی جارہی تھی۔ بیٹا باپ کو مارتا تھا تو کبھی ماں کو۔لیکن کسی کو بھی اس مسلے پر نہ بولنے کی ہمت ہورہی تھی اور نہ ہی کوئی اس مسلے پر بولنا ضروری سمجھتا تھا سوائے شجاع کے۔

شجاع پچھلے تین سال سے لگا تار اس وباہ کو قابو کرنے اور اس میں ملوث لوگوں کو بے نقاب کرنے کے لیے شواہد اور ثبوت اکھٹے کرنے میں لگا تھا۔

آج شجاع نے ایسی سٹوری کی کہ پولیس فوراً حرکت میں آگئی اور سب لوگوں کے خلاف کاروائی ہوئی۔

شجاع خوشی خوشی آج پھر گلے میں کیمرہ لٹکا کر کام پر نکل گیا۔

شام کو واپس لوٹا تو اپنے گھر کے صحن میں سارے لوگوں کو جمع دیکھ کر حیرانی ہوئی۔شجاع کا گھر اب گھر نہیں راکھ کا ڈھیر بن چکا تھا۔دھواں اٹھ رہا تھا۔ گھر کے بستر جل چکے تھے۔ادھ جلے قلم، کتابیں اور کاغذ بکھرے پڑے تھے۔ماں کا اعصا اور باپ کا چشمہ بھی اسی راکھ کے ڈھیر کا حصہ بن چکے تھے۔اور یہ سب چیزیں جیسے شجاع سے کہہ رہیں ہوں کہ دیکھو سچائی کا ساتھ دینے کا نتیجہ۔گھر کی یہ حالت دیکھ کر شجاع کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئی۔ ہر طرف سے پاگلوں کی طرح اپنے ماں باپ کو ڈھونڈ رہا تھا۔دور ایک کونے میں باپ اپنی بربادی کا تماشہ دیکھ رہا تھا۔دیکھ رہا تھا کہ اس کی عمر بھر کی کمائی کیسے دھواں بن رہی تھی۔آنکھیں جیسے پتھرا گئیں تھی۔شجاع ماں کو ڈھونڈنے لگا۔اتنے میں حاجی عبدالکریم نے شجاع کو گلے سے لگایا۔

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

بیٹا تمہاری ماں شدید زخمی ہوئی ہے اس کے ہاتھ پیر جل گئے۔ اسے ہسپتال پہنچایا گیا ہے۔ بیٹا آپ نے ہم سب پر بہت سارے احسانات کئے ہیں ہماری بیٹیوں کی عزت بچائی اور ہمارے نوجوانوں کو منشیات کے دلدل سے نکالا۔

ہاں انکل لیکن اس کا بدلہ یہ!!!!

جلتے ہوئے مکان کے انگاروں پر پھر سے نظر پڑتے ہی شجاع کو اپنے والد صاحب کی بات یاد آ گئی کہ

بیٹا حق کا ساتھ دینا انگاروں پر چلنا ہوتا ہے چل سکو گئے۔

یہ جملہ یاد آتے ہی شجاع نے اپنے آپ کو سنبھالا۔ اور پھر سے کیمرہ اور مائیک لے کر انگاروں کے اس راستے پر چل پڑا۔

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

بازگشت

رات کے دس بجنے کو تھے اندھیرے نے اپنا بسیرا ڈالا تھا۔ہم سب گاڑی میں تھے اور ایک دوسرے سے گاڑی رکنے کی وجہ پوچھ رہے تھے اتنے میں گاڑی کا کلینر گاڑی میں چڑھا اور سواریوں سے کہنے لگے۔

۔جناب گاڑی اچانک خراب ہوگئی ہے۔مستری کو بلایا ہے۔ٹھیک ہونے میں دو گھنٹے لگیں گے۔تب تک آپ گھوم پھر لیں میں گاڑی سے نیچے اترا اور سگریٹ سلگا کر ٹہلنے لگا۔بہار کا موسم تھا اور ہوا کافی خوشگوار تھی۔کچھ دوری پر مجھے بجلی کے قمقمے جگمگاتے ہوئے نظر آئے۔جیسے تاروں کا جھرمٹ جگمگا رہا ہو ۔میں اپنے ایک ساتھی کے ساتھ اس روشنی کی طرف بڑھا۔قریب پہنچا تو پتہ چلا کہ یہ سینٹرل جیل ہے۔باہری دیوار پر ٹکٹکی باندھ پر جیل خانے کی طرف دیکھنے لگا کیونکہ اس جیل خانے سے میرا پرانا رشتہ تھا آج سے پندرہ سال پہلے یہاں پر میری پوسٹنگ ہوئی تھی اور میرا کام قیدیوں سے ملاقات کے

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

لئے آنے والوں کو صدر دروازے سے قیدی تک پہنچانا اور پھر واپس صدر دروازے تک چھوڑ آنا تھا۔ میں کافی خوش ہوا تھا مجھے لگا کہ بس ملاقات کے لیے آنے والوں کو ملاقات کرانی ہے اور واپس صدر دروازے تک چھوڑ آنا ہے۔ میں چاک و چوبند ہو کر صدر دروازے پر حاضر ہوا تھا دروازہ کھول کر دیکھا تو کچھ لوگ پہلے سے باہر انتظار کر رہے تھے۔ اتنے میں انہیں کاونٹر پر بلایا گیا جہاں پر شناختی کارڈ چک کئے جا رہے تھے۔ پہلا ہی نمبر ایک بزرگ خاتون کا تھا جس کے ساتھ ایک پانچ سال کا بچہ تھا اور ایک خوبصورت اور حسین و جمیل لڑکی تھی۔ کاونٹر پر بیٹھی ایک ملازمہ اس خاتون سے مخاطب ہوئیں۔

ماں جی کس سے ملنا ہے آپ کو؟

جی مجھے اپنے بیٹے سے ملنا ہے۔ بزرگ خاتون نے کپکپاتی ہوئی آواز میں کہا۔

اور یہ دونوں کون ہیں آپ کے ساتھ؟

یہ میری بہو ہے اور یہ میرا پوتا۔

بزرگ خاتون نے ان دونوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

کتنے عرصے سے بند ہے آپ کا بیٹا؟

چار سال سے۔۔۔۔

کبھی ملی ہو اس سے پہلے؟

جی نہیں۔

محترمہ نے یہ سب اپنی ڈائری پر نوٹ کیا اور انہیں انتظار کرنے کے لئے کہا۔

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

چند منٹ بعد ماں جی کو بلایا گیا۔ میں ان تینوں کے ساتھ گیا۔ ایک کمرے میں ان کے فوٹو گراف لئے گئے۔ اور ان تینوں کے ہاتھ میں ایک ایک فارم تھما دیا گیا۔۔۔

اتنے میں ایک لیڈی آفیسر آئی اور ان کی سر سے لے کر پاؤں تک تلاشی لی۔ اور انہیں کہا گیا کہ چار نمبر والے کمرے میں اپنے سامان کی جانچ کرائیں۔ میں چار نمبر والے کمرے میں انہیں لے گیا۔ اس بزرگ خاتون نے اپنا تھیلا کھولا جس میں چند روٹیاں تھی، ایک خالی برتن تھا اور دو تین پکے ہوئے مرغ مُسلم تھے۔

وہاں پر موجود آفیسر نے جوں ہی پکے ہوئے مرغ دیکھے۔ تو بڑے تیش میں اس بزرگ خاتون سے مخاطب ہوئے۔ کتنی بار آپ سے کہیں گے کہ پکائی ہوئی کوئی بھی چیز آپ اندر نہیں لے جا سکتے۔۔ اور non veg تو بالکل بھی نہیں۔

بزرگ ماں سہم سی گئی۔

ساتھ میں آئی ہوئی پھول سی لڑکی نے کہا۔

جناب ہم پہلی بار آئی ہیں ہمیں پتہ نہیں تھا۔

ساتھ میں بیٹھے آفیسر نے کہا۔ ٹھیک ہے یہ سالن باہر پھینک کر آؤ۔ اور خالی بوٹیاں اندر لانا۔ اس لڑکی نے بنا کچھ کہے۔ مرغ کا سارا سالن باہر نچوڑ دیا۔ اور پھر سے اندر آئی۔ اب آفیسر روٹیوں کو الٹ پلٹ کر دیکھنے لگا۔ تب تک دوسرے آفیسر نے ایک ایک بوٹی لفافے سے نکال کر دوسرے پالتھین میں بھر دی۔ اس کے بعد ان تینوں کے گلے میں کارڈ لٹکایا گیا اور آگے جانے

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

کے لئے کہا گیا۔ مجھے لگا کہ اب تلاشی وغیرہ کا کام ختم ہوا۔ لیکن کہاں ۔ہم تھوڑی ہی دور گئے تھے کہ پھر تلاشی شروع ہوئی۔ شاید کوئی دوسری ایجنسی اب یہ کام سرانجام رہی تھی ۔ایک ایک پیس piece کو پھر ایک لفافے سے دوسرے لفافے میں منتقل کیا گیا۔اس دوران گوشت تقریباً تقریباً گر گیا مرغ کی بوٹیوں سے ۔فقط ہڈیاں رہ گئیں۔ایک ایک بوٹی کو اس طرح نچوڑا گیا جیسے ان میں ہتھیار چھپے ہوئے ہوں۔ یہ منظر دیکھ کر ماں جی ہاتھ ملنے لگی ۔اس کا جگر چھلنی ہو گیا کہ اب بیٹے کے لئے کیا لے گی۔دائیں جانب دو آفیسر چائے کی گرم گرم چسکیاں لے رہے تھے ساتھ ساتھ کچھ لکھ بھی رہے تھے اور تلاشی کے اس منظر سے بھی لطف اندوز ہو رہے تھے۔ان میں ایک تو اس لڑکی کو ہوس بھری نظروں سے گورتا جا رہا تھا۔اور جب روٹیوں کی باری آئی تو اس آفیسر نے لڑکی سے کہا۔

اے لڑکی دو روٹیاں ادھر لاؤ۔ٹیسٹ کرنا ہے کہیں ان میں زہر تو نہیں ہے۔

لڑکی خاموش رہی اور یہ آفیسر پھر اونچی آواز میں گرجا

سنا نہیں تم نے؟؟

بادل نخواستہ اس لڑکی نے دو روٹیاں لیں اور ان صاحب کے سامنے رکھ دیں۔

ارے واہ۔۔۔۔۔۔

کافی مزیدار روٹیاں ہیں ۔ یہ کہتے ہوئے دو روٹیاں دونوں صاحبان نے مزے لے کر کھا لیں۔اب تین روٹیاں رہ گئی۔ تلاشی مکمل ہونے کے بعد ایک سپاہی نے ماں جی سے پوچھا۔

یہ خالی برتن کس لئے۔۔۔۔۔۔

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

اس میں میرا بیٹا کھانا کھاتا تھا۔ اسی لئے لائی ہوں۔ یہ سن کر سب زور زور سے ہنسنے لگے۔

اچھا تو پچھلے چار سال سے آپ کے بیٹے نے کچھ نہیں کھایا ہوگا۔ جیسے اُسے اسی برتن کا انتظار تھا۔۔ ان سب کا ہنسنا مجھے بالکل اچھا نہیں لگا۔ لیکن میں خاموش رہا۔ ہاں میں سوچنے لگا کہ شاید ان لوگوں کا ضمیر مر چکا ہے۔ لیکن ساتھ ہی خیال آیا کہ کہیں ایک دن میرا ضمیر بھی تو نہیں مرے گا؟

جب مجھے دوسروں کی بے بسی پر ہنسنا اچھا لگے گا۔ میں ان ہی سوچوں میں تھا کہ چائے پینے والے آفیسر مجھ سے گویا ہوئے۔

کھڑے کھڑے تماشہ کیا دیکھ رہے ہو۔ لے جاؤ ان کو قیدی کے پاس۔ اس لڑکی نے جوں ہی تھیلا اٹھانا چاہا۔ ایک سپاہی نے روک کر کہا۔ اسے رہنے دیجئے یہ ہم خود پہنچائیں گے۔ جائیے آپ ملاقات کیجئے۔

میں ان کو دوسرے راستے سے لے گیا۔ ہم ایک کمرے میں پہنچ گئے۔ جہاں ہم قیدی کا انتظار کرنے لگے۔ دوسری طرف سے قیدی آنے والا تھا بیچ میں ایک موٹے شیشے اور لوہے کی دیوار تھی۔ چند منٹوں کے انتظار کے بعد ایک خوبصورت اور نوجوان لڑکا شیشے کے اس پار نمودار ہوا۔ اور بزرگ ماں بے ساختہ شیشے سے لپٹ گئ۔ وہ بیٹے کے گلے لگنا چاہتی تھی۔ بیٹے کو دیکھ کر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے۔ اور یہ حسین و جمیل لڑکی بھی ٹکٹکی باندھے اس نوجوان کی طرف دیکھ رہی تھی۔ ماں زور زور سے اپنے بیٹے سے باتیں کرنے لگی۔ اتنی میں ایک اور نوجوان جو نہ جانے اپنے کس پیارے سے ملاقات کی غرض سے آیا تھا۔ ماں جی کی طرف گیا اور اسے سمجھایا کہ آپ کا

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

بیٹا آپ کی باتیں نہیں سنتا ہے۔اس شیشے کے آر پار فقط نظر جاتی آواز نہیں۔ یہ ٹیلی فون اٹھاو اور اپنے بیٹے سے بات کرو۔دوسری طرف سے آپ کا بیٹا فون اٹھائے گا۔

یہ منظر دیکھ کر میرا کلیجہ منہ کو آ گیا۔سارے جسم میں کپکپی طاری ہوگئی۔چھوٹا بچہ اپنی ماں کے آنسو پونچھ رہا تھا

میں فقط اس ماں کے چہرے کی طرف دیکھ رہا تھا۔تقریباً بیس منٹ تک باتیں کرنے کے بعد ماں جی نے فون اس لڑکی کے ہاتھ میں دیا جو اس لڑکے کی بیوی تھی۔ہائے دونوں طرف سے آنسو کے دریا بہائے جا رہے تھے۔

میں دروازے پر یہ منظر بڑی بے بسی سے دیکھ رہا تھا۔اور سوچ رہا تھا کہ اس بوڑھی ماں نے جس محبت سے اپنے بیٹے کے لئے یہ مرغ بنا کر لائے تھے۔ اور یہاں ان کا کیا حال ہو گیا۔اور ایک ظالم تو روٹیاں بھی کھا گیا۔اور وہ بے ضمیر انسان اس لڑکی کی بے بسی کا ناجائز فائدہ اٹھا کر اسے ہوس بھری نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ ملاقات کے لئے ایک گھنٹے کا وقت دیا گیا تھا۔ وقت ختم ہونے کے بعد جب ہم اس کمرے سے نکل رہے تھے تو میں نے پوچھا۔

ماں جی آپ کا بیٹا کس جرم میں بند ہے۔

بیٹا میرے بیٹے نے کوئی جرم نہیں کیا ہے اسے پھنسایا گیا ہے۔ یہ ایک لمبی داستان ہے۔

لیکن آج تک کیوں نہیں ملی اپنے بیٹے سے ؟

بیٹا جونہی میرے بیٹے کو جیل ہوئی۔ ان ہی دنوں میرے شوہر کی اچانک موت ہوئی۔ پھر میں اکیلی رہ گئی ۔ در در کی ٹھوکریں کھاتی رہی۔ایک سال

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

تک وکیل کے آفس اور گھر کے چکر کاٹ رہی ہوں۔اس کے پاؤں پکڑے لیکن وہ بات سننے کے لئے بھی تیار نہیں تھا۔زمین کے چند مرلے تھے جواب اونے پونے داموں بیچ دیئے ہیں اور وکیل کی فیس ادا کی۔تب جا کر اس نے بیٹے سے ملنے کی راہ نکالی ہے۔

ماں جی کسی نے آپ کی مدد نہیں کی کیا؟

بیٹا کیا بتاؤں۔شوہر کی موت کے بعد سب لوگ دادرسی کے لئے آئے۔لیکن پھر ایسے غائب ہوئے جیسے گدھے کے سر سے سینگ۔

یہ بزرگ ماں مجھ سے باتیں بھی کرتی تھی، خوب روتی بھی تھی اور بار بار مڑ کر اس کمرے کی طرف دیکھ رہی تھی۔جہاں سے اپنے بیٹے سے ملاقات کر کے نکلی تھی۔

اتنے میں ہم صدر دروازے پر پہنچ گئے۔ماں جی اس کی بہو اور پوتا باہر نکلے اور میں نے صدر دروازہ بند کر دیا۔

میں ان ہی خیالوں میں گم تھا۔پسینے میں شرابور تھا کہ پیچھے سے کسی نے آواز دی گاڑی ٹھیک ہوگئی ہے۔چلیئے نکلتے ہیں۔میری سوچوں کا تسلسل ٹوٹ گیا اور میں گاڑی کی طرف روانہ ہوا۔۔۔۔۔۔

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

بہادر انکل

بہادر کو کون نہیں جانتا تھا۔اس کا نام سنتے ہی لوگ کانپ جاتے تھے اور چھپ جاتے تھے ۔لوگوں سے پیسے ادھار لینا، اور پھر کبھی واپس نہ کرنا، بھائی کو بھائی سے جدا کرنا، باپ بیٹے کو لڑانا، میاں بیوی کو لڑانا، ہنستے مسکراتے خاندانوں کو منٹوں میں تنکوں کی طرح بکھیرنا اس کی عادت بن چکی تھی۔ تھانوں اور عدالتوں کے چکر کاٹتے رہنا اب اس کا معمول بن چکا تھا۔شاید ہی کوئی گھر ہوگا۔ جہاں اس نے آگ لگانے کی کوشش نہ کی ہو۔۔۔ لوگوں کے کان بھرنا اس کی غذا بن چکا تھا۔جب تک کسی کے کان نہیں بھرتا تھا سکون ہی نہیں ملتا تھا چلتی پھرتی ماچس کی تیلی تھی ماچس کی تیلی۔۔۔

آج بھی جب اسے پتہ چلا کہ نورالدین اور اس کے چھوٹے بھائی میں تو تو میں میں ہوئی ہے تو اس کی خوشی کا ٹھکانہ نہیں رہا۔

نورالدین کا گھر ایک خوش حال گھرانہ تھا۔اس گھر کی محبت اور بھائی چارہ دیکھ کر لوگوں کو رشک ہوتا تھا۔گھر میں جوان بہن تھی اور دونوں بھائی محنت کر

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

کے اس کے ہاتھ پیلے کرنے کی تیاری کر رہے تھے۔ کیونکہ باپ کا سایہ پہلے ہی اُٹھ چکا تھا۔ دونوں بھائی اپنی ماں کی خدمت کرتے تھے اور ایک دوسرے کا بے حد احترام کرتے تھے۔ گھر میں نہ جانے آج کس بات پر دونوں بھائیوں میں توتو میں میں ہوئی۔ اور یہ بات بہادر کے کانوں تک پہنچ گئی۔ بہادر اسی نفاق کے انتظار میں تھا۔

بہادر فوراً نوید کے پاس گیا اور اس کی نادانی سے فائدہ اٹھایا۔

تم تو کہتے تھے میرا بڑا بھائی باپ کے برابر ہے۔ نبھایا اس نے باپ کا کردار۔

نوید خاموش رہا۔ تو بہادر نے ایک اور تیر چلایا۔

سنا ہے کہ تمہارے بھائی نے تمہارے خلاف تھانے میں رپورٹ لکھوائی ہے۔

نہیں نہیں وہ ایسا ہرگز نہیں کریں گے۔ تھوڑی سی ہی تو ناراضگی ہوئی ہے میں ابھی جا کر معافی مانگتا ہوں نوید نے کہا۔

یہ تمہارا بولا پن ہے۔ تم تو سادہ انسان ہو۔ وہ تمہیں زمین جائداد سے بھی بے دخل کرے گا۔

تم جسے چھوٹی سی ناراضگی کہہ رہے ہو، وہ معاملہ تھانے میں پہنچ چکا ہے۔ تمہارے بھائی نے تمہارے خلاف تھانے میں رپورٹ لکھوائی ہے۔ میرا مشورہ ہے کہ تم بھی رپورٹ لکھواؤ اس سے پہلے کہ تمہیں تھانے میں بند کیا جائے۔

بہادر انکل تمہیں کس نے کہا؟

میں تھانے سے ابھی پتہ کر کے آیا ہوں

چلو میں بھی آپ کے ساتھ تھانے میں جاتا ہوں

تھانہ پہنچ کر بہادر نے اپنی بہادری دکھائی، رپورٹ میں ایسا کچھ لکھوایا جو کبھی

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

ہوا ہی نہیں۔

نوید کو واپس بھیج کر بہادر خود تھانے کے ارد گرد گھومتا رہا۔ دوپہر کے وقت نور الدین کو تھانے بلایا گیا۔ نور الدین کو دیکھتے ہی بہادر اس کے پاس آیا

نور صاحب آپ یہاں کیسے؟ خیریت ہے؟؟

ہاں ہاں بس کسی کام سے آیا تھا۔ نور الدین نے مختصر جواب دیا۔ کیونکہ وہ جانتا تھا کہ بہادر مدد کرنے کے بجائے اسے کسی اور مصیبت میں پھنسائے گا۔

لیکن بہادر بھی کہاں ماننے والا تھا۔

نور صاحب آپ کو تھانہ آنے کی ضرورت کیوں پڑی۔ بتایئے آپ کو میری قسم۔ میرے ہوتے ہوئے آپ کو یہاں کیوں آنا پڑا۔

کچھ نہیں دراصل چھوٹے بھائی نوید کے ساتھ کل تو تو میں میں ہوئی۔ اس نے پولیس میں رپٹ لکھوائی ہے اب پولیس نے مجھے یہاں بھلایا ہے۔

اچھا، اس احمق کی اتنی مجال۔

نہیں نہیں کوئی بات نہیں۔ چھوٹا ہے۔ نا سمجھ ہے۔ اب دیکھتے ہیں کیا کہیں گے۔ کہیں گے کیا میں ابھی دیکھتا ہوں۔ یہ کہہ کر بہادر تھانے کے اندرونی حصے میں چلا گیا۔ اور وہاں سے ایک پولیس والے کو اپنے ساتھ لایا۔ نور الدین کے پاس پہنچتے ہی بہادر نے جیب سے رومال نکالی اور اپنے آنسو پونچھتے ہوئے پولیس والے سے کہنے لگا۔

دیکھئے جناب، اسی فرشتہ صفت انسان کے خلاف اس کم بخت نے رپورٹ لکھوائی ہے۔ یہ میرے باپ جیسا ہے۔ میرے ہوتے ہوئے یہ تھانے میں نہیں رہے گا۔ آپ اسے میری ضمانت پر چھوڑ دیجئے۔

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

بہادر، وہ تو ٹھیک ہے لیکن اس کے چھوٹے بھائی نے اس پر سنگین الزامات لگائے ہیں۔۔۔بہت مشکل ہے اس کیس کا ختم ہونا۔۔۔۔۔

پھر کیا تھا بہادر نے ایسی چال چلی کہ معاملہ عدالت تک جا پہنچا۔

آج چار سال ہو گئے۔جن دنوں یہ جھگڑا ہوا ان دنوں دونوں بھائی اپنی بہن کی شادی کے لئے کافی فکر مند تھے۔ایک لڑکا بھی پسند آیا تھا اور شادی کی تمام تیاریاں بھی ہو چکی تھیں۔بہن کے لئے دونوں نے محنت مشقت کر کے سونا بھی خریدا تھا۔

لیکن تھوڑی سی تو تو میں میں ہوئی اور بہادر انکل کی مہربانی سے بسا بسایا گھر اُجڑ گیا۔ معاملہ چونکہ عدالت میں تھا۔ عدالتی خرچے کے لئے دونوں بھائیوں نے نہ صرف اس سونے کا بٹوارہ کیا۔ بلکہ گھر کی ایک ایک چیز بیچ ڈالی۔بہن کے ہاتھ ابھی بھی پیلے نہیں ہوئے۔

ماں کو اس سانحے کا ایسا دکھ پہنچا کہ آج وہ داعی اجل کو لبیک کہہ گئی۔۔۔۔۔

دونوں بھائی ماں کے جنازے میں شامل تھے۔

قبرستان سے لوٹے تو دیوار سے لگ کے پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے۔ کیونکہ ایک دوسرے کے کندھے پر سر رکھ کے رونے کے قابل تو رہے نہیں تھے۔۔۔

لوگ تعزیت کے لئے آ رہے تھے۔ سب لوگ ایک کمرے میں جمع تھے۔

اتنے میں حاجی سلام الدین اپنی جگہ سے کھڑے ہوئے اور قرآن کی چند آیات کی تلاوت کی۔ دنیا کی بے ثباتی پر روشنی ڈالی اور بعد میں دونوں بھائیوں سے مخاطب ہوئے۔

ہائے افسوس اس گھر کو کس کی نظر لگ گئ۔تم دونوں ایک دوسرے کے خون کے پیاسے کیوں بن گئے۔آج تمہاری دشمنی اور آپسی رنجش کی وجہ سے ہی

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

آپ کی ماں کا انتقال ہوا۔

اگر اب بھی باز نہیں آئے تو وہ دن دور نہیں جب تمہاری بہن کا بھی یہی حال ہوگا۔ تمہارے باپ نے کیا کیا خواب دیکھے تھے۔ لیکن ۔۔۔۔۔۔۔

سلام الدین نے ابھی اپنی بات مکمل نہیں کی تھی کہ نوید روتے ہوئے کہنے لگا۔

سلام چاچا، پہلے انہوں نے ہی میرے خلاف تھانے میں رپورٹ لکھوائی ۔۔

تھوڑی سی ہی تو تلخ کلامی ہوئی تھی۔ میں انہیں معافی مانگنے والا تھا۔

نہیں نہیں رپورٹ اسی نے لکھوائی تھی۔ مجھے تھانے میں بلایا گیا۔ اور جو الزامات لگائے گئے وہ ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

ایک منٹ ۔۔۔۔۔۔۔ تم دونوں خاموش رہو۔ سلام الدین نے کہا۔

نوید تمہیں کس نے کہا کہ تمہارے بھائی نے رپورٹ لکھوائی۔

مجھے میرے ہمدرد بہادر انکل نے کہا۔

اچھا ۔۔۔۔۔۔۔

بہادر انکل نہیں شاطر انکل کہو شاطر انکل۔ تمہیں پتہ نہیں ہے کہ اس شاطر نے کتنے گھروں میں نفرت کی آگ لگائی۔

ہائے افسوس اس کی چالوں کو تم نہیں سمجھ سکے۔ تم دونوں کو ایک دوسرے کے خلاف اسے شاطر انسان نے رپورٹ لکھوانے کے لیے مجبور کیا۔۔۔۔۔۔

یہ سنتے ہی دونوں بھائی ایک دوسرے کے گلے ملے اور زاروقطار رونے لگے۔ اتنے میں بہادر تعزیت کے لئے اندر آیا

ان دونوں بھائیوں کو گلے ملتے دیکھ کر وہ روسیاہ ہوگیا۔ ایسا لگا جیسے ماں ان دونوں بھائیوں کی نہیں بلکہ بہادر کی ہی مری ہو۔

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

ضمیر

تاج الدین منہ میں سگار لئے لمبے لمبے کش لگا رہا تھا اور بیچ بیچ میں کاغذ کی پرچی کی طرف دیکھ رہا تھا، نہ جانے کس چیز کا حساب کر رہا تھا۔ کاروبار بھی کافی پھیلا ہوا تھا۔ اتنے میں شہناز اسکول سے آئی اور بیگ ایک طرف پھینکتے ہوئے اپنے پاپا سے چپک گئی۔ پاپا آپ کو اپنا پرامس یاد ہے نا۔ پاپا آپ کو اپنا پرامس یاد ہے نا۔ تاج الدین کے سوچوں کا تسلسل ٹوٹ گیا۔ ہاں ہاں بیٹا مجھے یاد ہے آپ کو ایکسکرشن پر جانا ہے اور دس ہزار روپے چاہئے۔ جیب میں ہاتھ ڈالا اور دس ہزار کا بنڈل شہناز کو دیا اور ماتھے پر بوسہ دیا۔ دس ہزار کا ملنا تھا کہ شہناز خوش سے جھوم اٹھی اور باہر جانے لگی۔ لیکن دروازے پر پہنچی ہی تھی کہ واپس کمرے میں داخل ہوئی۔ پاپا پاپا وہ کل والے انکل پھر آئے ہیں۔

کون؟ ۔۔۔ تاج الدین چونک گیا۔

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

وہی جو کئی دنوں سے آپ سے پیسے مانگنے آتے ہیں۔اس سے پہلے کہ تاج الدین کچھ اور کہتا۔۔

السلامُ علیکم

سکندر ٹوٹے ہوئے قدموں سے اندر داخل ہوا۔اور سیدھے تاج الدین کے قدموں میں گر گیا۔سکندر کیا کر رہے ہو۔بچے دیکھ رہے ہیں۔۔۔۔

جناب میں بہت مجبور ہوں۔میرا سارا کاروبار ٹھپ ہو چکا ہے۔

اب ساری نظریں بیٹے پر تھی لیکن وہ بھی شادی کر کے میری حالت دیکھ کر رفو چکر ہو گیا۔

ہاں لیکن میں آپ سے کہہ چکا ہوں کہ میرے پاس پیسے نہیں ہیں۔

خدا کے لیے کچھ کیجیۓ۔ اگلے ہفتے میری بیٹی کی شادی ہے۔میں بہت مجبور ہوں۔ میں مزدوری کر کے آپ کی ایک ایک پائی چکاؤں گا۔یہ کہتے ہوئے سکندر کی آنکھوں سے دو موٹے موٹے آنسو گر گئے۔۔۔۔۔۔۔

اتنے میں تاج الدین کی بیگم بھی کمرے میں داخل ہوئی۔سکندر کو روتے ہوئے دیکھا۔اور سمجھ گئی کہ سکندر آج پھر اپنی مجبوری لے کر آیا ہے۔سکندر کی پُرنم آنکھیں اور اترا ہوا چہرا اس بات کی گواہی دیتا تھا۔

بھابی آپ ہی بتایئے انہیں۔اگلے ہفتے میری بیٹی کی شادی ہے۔اگر بیس ہزار روپے نہیں ملے تو میری بیٹی تو جیتے جی مر جائے گی۔اس سے پہلے میں خودکشی کر لوں گا۔اور سکندر پھر سے پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا۔ماں باپ نے نام سکندر رکھا تھا لیکن آج اس قدر مجبور تھا۔کہ آسمان بھی اس کی بے بسی پر پشیمان تھا اور زمین بھی۔

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

بیوی نے تاج الدین کو دوسرے کمرے میں بلایا۔اور سکندر کی سفارش کرنے لگی۔دیجیئے نا بیس ہزار روپیہ۔ہمسایہ ہے ہمارا۔ہمارا بھی حق بنتا ہے۔اس کی مدد کرنا بیٹی کی شادی ہے۔اور اُدھار ہی تو مانگ رہا ہے۔اور بہت ہی نیک اور ایماندار انسان ہے۔ اس کو اب اتنے سالوں سے جانتے ہیں ہم۔

عورت ذات بھی نا۔کم عقلی کی بھی حد ہوتی ہے۔یہ تو کنگال ہوا ہے۔اس کا کاروبار بھی چوپٹ ہو چکا ہے۔کہاں سے لائے گا یہ پیسہ۔ہاں ہاں مجبور ہے تبھی تو ہم سے مدد مانگنے آیا ہے۔مجھے پورا یقین ہے کہ وہ پیسہ لوٹا دے گا۔

نہیں نہیں میرے پاس پیسے نہیں ہیں۔تاج الدین سے فیصلہ کن انداز میں کہہ دیا۔بیگم ناراض ہو کر کمرے سے نکل گئی۔تاج الدین بھی غصے سے باہر نکلا۔اور سکندر کو صاف صاف کہہ دیا کہ میں آپ کی مدد نہیں کر سکتا۔آپ کے بار بار آنے سے ہمارے گھریلو حالات خراب ہوتے ہیں اور ہمیں آپس میں ناچاقی ہوتی ہے۔یہ کہنا تھا کہ سکندر روتے ہوئے کمرے سے نکل گیا۔

اگلے ہفتے تاج الدین اپنی پوری فیملی کو لے کر جھیل ڈل کی سیر کو گیا۔۔شام ڈھلنے والی تھی۔ہلکی ہلکی سرخی آسمان پر چھانے لگی تھی۔سورج غروب ہونے والا تھا۔پرندے اپنے اپنے گھروں کو لوٹ رہے تھی۔جھیل ڈل کی خاموشی دعوتِ نظارہ دے رہی تھی۔جھیل ڈل کے کنارے بیٹھ کر حسین بادلوں اور قوس قزح کو ٹکٹکی باندھ کر دیکھنے کو من کر رہا تھا۔تاج الدین اپنی بیوی اور اپنے دو بچوں تمنا اور سرور کے ساتھ شکارا میں بیٹھ کر قہوہ پی رہا تھا۔اور ڈوبتے ہوئے سورج کی طرف دیکھ رہا تھا۔اچانک سے گھاٹ نمبر 20 کے نزدیک شوروغل ہوا۔سب لوگ گھاٹ نمبر 20 کی طرف دوڑنے

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

لگے۔لیکن تاج الدین اس سب سے بے خبر ڈوبتے سورج کو دیکھ رہا تھا۔
ذرا آپ بھی دیکھئے کیا بات ہے۔ اتنا شوروغل کیوں ہے۔بیگم صاحبہ نے تاج الدین سے گھبراتے ہوئے کہا۔تاج الدین چونک گیا۔کیوں کیا ہوا؟
اس طرف کافی شور ہے پتہ نہیں شاید کسی نے جھیل ڈل میں کود کر خودکشی کر لی ہے۔
کی ہو گی کسی نے ہم کو کیا۔
نہیں نہیں ذرا دیکھ لیجئے کیا ہوا۔

تاج الدین نا چاہتے ہوئے بھی گھاٹ نمبر 20 کی جانب چل پڑا۔ابھی چار قدم بھی نہیں چلا تھا کہ دو ادھیڑ عمر کے انسان منہ میں سگار لئے باتیں کر رہے تھے۔ ارے ہے کوئی بیوقوف شاید نشے میں تھا کود گیا ڈل میں اور دے دی اپنی جان۔ ہاں ہاں اور کیا۔لوگ بھی جان دینے کو کھیل سمجھتے ہیں۔ 20 نمبر تک پہنچتے پہنچتے بہت سارے لوگ اسی طرح کی چہ میگوئیاں کرتے تھے۔ کوئی کہہ رہا تھا کہ کسی پاگل نے چھلانگ لگائی ہے تو کوئی کچھ اور کہہ رہا تھا۔ تاج الدین بھی یہ باتیں سنتے ہوئے 20 نمبر پر پہنچ گیا۔کافی بھیڑ تھی۔تاج الدین کے وہاں پہنچتے ہی لوگوں نے راستہ دیا۔قدآور شخص، ہشاش بشاش، منہ میں سگریٹ لئے اور شانوں پر قیمتی چادر اور سر پر دومنزلہ ٹوپی دیکھ کر لوگوں کو لگا کہ کوئی خاص شخص دیکھنے آیا ہے۔ ایک لاش تھی جس پر چادر اوڑھی گئی تھی۔لوگ ایک دوسرے سے چہ میگوئیاں کر ہی رہے تھے کہ تاج الدین نے اس شخص کے چہرے سے چادر سرکائی چہرہ دیکھتے ہی تاج الدین کا سگار ہاتھ سے چھوٹ گیا۔ چہرے پر ہوائیاں اڑنے لگی۔ماتھے سے پسینے کی بوندیں ایسے ٹپکتی تھی جیسے ہلکی ہلکی بارش کے دوران چھت سے پانی کی

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

بوندیں ٹپکتی ہیں۔اومائی گاڈ۔لاش کی کھلی آنکھیں دیکھ کر تاج الدین کے منہ سے بے ساختہ نکلا۔سکندر کی مجبور آنکھیں جیسے تاج الدین کی طرف دیکھ کر کہہ رہی تھیں کہ تم ہی میرے قاتل ہو۔ہاں ہاں تاج الدین میں نے کہا تھا میں مجبور ہوں۔لیکن تم نے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

تاج الدین کی آنکھوں کے سامنے سکندر کی آہ وزاریاں گشت کرنے لگیں۔

وہ من ہی من میں پچھتانے لگا۔ہائے میں نے کیا کردیا۔ہائے میں نے کیا کیا۔سکندر تو واقعی مجبور تھا۔افسوس میرا صاحب ثروت ہونا بھی کس کام کا۔ہائے میں نے ہمسائیگی کا حق بھی ادانہیں کیا۔تاج الدین اپنے آپ سے یہ باتیں ایسے کر رہا تھا اور ایسے تکلیف سے گزر رہا تھا جیسے کوئی اس کے سر پر گرم لوہے کی سلاخیں مار رہا ہو۔

تاج الدین بجھے ہوئے قدموں سے واپس نکلا بیگم اور بچوں کے پاس پہنچا تو تاج الدین کے چہرے سے ہوائیاں اُڑ رہی تھیں۔ماتھے سے پسینہ ٹپک رہا تھا۔

کیا ہوا کون تھا؟ کس نے خودکشی کی؟۔

کچھ نہیں ہوا چلو ہم یہاں سے نکلتے ہیں۔تاج الدین نے گھبراتے ہوئے کہا۔

لیکن کیوں۔

ابھی تو آئے ہیں۔کتنی حسین اور خوبصورت شام ہے۔اوراس پر یہ جھیل ڈل کے حسین نظارے۔

کیا بک رہی ہو کہاں کی خوبصورت شام اور کہاں کے خوبصورت اور حسین نظارے۔آسمان پر بھیانک بادل چھائے ہوئے ہیں۔اور جھیل ڈل سے بھی خطرناک لہریں اٹھ رہی ہیں۔پتہ نہیں کیا ہونے والا ہے بچوں کو اپنے

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

ساتھ رکھو اور نکلو یہاں سے۔ جلدی نکلو ہم سب کو خطرہ ہے۔ بیگم اور بچے حیرانگی سے تاج الدین کو دیکھ رہے تھے۔ لیکن ان کی سرخ اور شرارتی آنکھیں دیکھ کر انہوں نے کچھ نہیں کہا اور سیدھے گاڑی میں بیٹھ گئے۔ گاڑی میں بیٹھتے ہی تاج الدین نے سگریٹ سلگایا۔ اور ابھی چار قدم بھی نہیں چلے تھے کہ ڈرائیور کو ڈانٹنا شروع کیا۔

کیا ہو گیا تمہیں دکھائی نہیں دے رہا ہے۔ حادثہ کرنے کا ارادہ ہے کیا۔ دیکھ نہیں رہے ہو۔ ساری گاڑیاں ہماری ہی جانب آ رہی ہیں۔ کسی طرح سے ہمیں گھر پہنچاؤ۔ اور یہ کیا جھیل ڈل کی لہریں بھی ہمارا پیچھا کر رہی ہیں۔ او مائی گارڈ۔ اب کیا ہو گا۔؟ تاج الدین نے پیچھے مڑ کر دیکھا اور اس کی زبان سے بے ساختہ نکل گیا۔

بچے سہم گئے کہ ابو کو کیا ہو گیا۔ شاید ابو کا دماغی توازن بگڑ گیا۔ اسی لئے تو اتنی بہکی بہکی باتیں کرتے ہیں۔ لیکن انہیں کیا پتہ کہ تاج الدین کے ضمیر کی عدالت چلا چلا کر تاج الدین سے کہہ رہی تھی کہ تم سکندر کے قاتل ہو، قاتل ہو قاتل ہو۔۔۔۔ ایک مجبور اور بے بس انسان کے۔ اور عدالت کے فیصلے کے بعد قاتل کا حواس باختہ ہونا ایک فطری بات ہے۔ اور وہ بھی تب جب عدالت ضمیر کی ہو۔

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

(افسانچہ) ڈرامہ باز

میں تمہاری روز روز کی ڈرامہ بازی سے تنگ آچکا ہوں۔تم چاہتی کیا ہو۔ ہر دس منٹ کے بعد غائب ہوجاتی ہو۔اپنی مرضی سے آنا اور اپنی مرضی سے چلے جانا تمہاری عادت بن چکی ہے۔ میں اس گھر کا کوئی ہوں یا نہیں؟ سردیوں میں تمہاری زیادہ ضرورت ہوتی ہے اور تم دکھائی ہی نہیں دیتی۔اب تو تم راتوں کو بھی غائب ہونے لگی ہو۔میں کسی کو منہ دکھانے کے قابل نہیں رہا۔آج یہ فیصلہ ہو ہی جائے کہ اس گھر میں تم رہوگی یا میں۔

جانباز چھت کی طرف اپنی نظریں لگائے زور زور سے چلا رہا تھا

جانباز کا شور سن کر اسلم ڈرتے ڈرتے اندر آیا۔اور چوٹھے کے نزدیک بیٹھی بھابی سے مخاطب ہوا۔

بھابی سچ ہی تو کہہ رہے ہیں جانباز بھائی آپ اس گھر میں ٹھہر کیوں نہیں جاتی۔

بھابی مسکراتے ہوئے۔

اسلم یہ بجلی کی بات کر رہے ہیں میری نہیں۔

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

ماں ہوں ناں

اسلم اور اس کی ماں کے بیچ اکثر نوک جھونک ہوا کرتی تھی اسلم کی شادی کے بعد یہ معمول بن چکا تھا ارد گرد کے سبھی ہمسایئوں کے لیے یہ اچھا خاصا مشغلہ بن چکا تھا اسلم اکثر بیوی کی طرفدار کرتا اور ماں کے خلاف بول کر ماں کا دل جلاتا تھا اسلم کی بیوی نکمی اور بدزبان ہونے کے ساتھ ساتھ شاطر بھی تھی اکثر ماں کے خلاف شوہر کے کان بھرتی تھی اسلم کا دماغ اس قدر بگڑ گیا کہ اس نے ماں کے ساتھ زیادتیوں کی انتہا کر دی اور ایک دن ماں کو گھر سے نکال ہی دیا ماں کا گھر سے نکلنا تھا کہ اسلم اپنے بیوی بچوں کے ساتھ خوشی خوشی زندگی گزارنے لگا۔ ادھر ماں بیچاری دردر کی ٹھوکریں کھانے پر مجبور ہو گئی۔ کبھی سڑکوں پر رات گزارتی تو کبھی سرکاری ہسپتالوں میں وقت گزرتا گیا۔ اسلم نے زندگی میں ترقی کی، اس کے بچے بڑے ہو گئے اور اچھے عہدوں پر فائز ہوئے اسلم اپنی زندگی میں اس قدر مگن ہوا کہ جیسے اس کی زندگی میں ماں نام

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

کی کوئی چیز تھی ہی نہیں۔ایک دن اسلم تھکا ہارا دفتر سے لوٹا تو اس کے چہرے سے ہوائیاں اُڑ رہی تھی بیوی کے پوچھے جانے پر اسلم نے شکایت کی کہ اسے درد سا محسوس ہو رہا ہے بیوی نے اسے ہسپتال پہنچا دیا ڈاکٹر نے کچھ ٹیسٹ کرنے کے لیے کہا رپورٹ ملنے کے بعد ڈاکٹر کچھ پل کے لیے خاموش ہو گیا۔

بیوی۔۔۔۔ڈاکٹر صاحب کیا بات ہے

ڈاکٹر۔۔۔لمبی سانس لیتے ہوئے

۔۔۔۔اسلم کے دونوں گردے ناکارہ ہو چکے ہیں

بیوی۔۔۔۔ڈاکٹر صاحب کیا اب کچھ نہیں ہو سکتا ہے

ڈاکٹر۔۔۔۔۔ہاں شرط یہ ہے کہ کوئی اسے اپنا گردہ دے دے

بیوی نے باری باری دونوں بیٹوں سے فون پر بات کی اور سارا ماجرا کہہ سنایا دونوں بیٹوں نے ایک ہی جملہ کہا۔

جتنے پیسے لگیں گے ہم بھیج دیں گے لیکن گردہ۔۔۔۔

لیکن پیسوں کے عوض گردہ کہاں سے ملتا، ایسے میں بیوی کی امید ختم ہونے کے قریب تھی۔

بیٹے بھی گھر لوٹے اور گردے کی تلاش میں لگ گئے لیکن اسلم نے جن بیوی بچوں کے لیے سب کچھ لٹا دیا تھا جب وہ ہی اپنا گردہ دینے کے لیے تیار نہ تھے تو کوئی اور کیوں دیتا؟

دن گزرتے گئے اور اسلم موت کے قریب جاتا رہا ساری امیدیں ختم ہونے کو تھیں کہ ایک عورت ہانپتی ہوئی آئی جس کے کپڑے پھٹے پڑے تھے بال

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

بکھرے تھے جسم کانپتا تھا بڑی مشکل سے حلق سے آواز نکلتی تھی ایسا لگتا تھا
کہ کئی زور کی بھوکی تھی پاگل سی لگنے والی اس عورت نے ڈاکٹر سے کہا
ڈاکٹر صاحب۔۔۔۔۔۔اُس۔۔۔اُس۔۔۔اسلم نام کا مریض کہاں ہے؟
اس کی کیا حا۔۔۔۔۔۔۔حا۔۔۔۔۔۔۔حالت ہے؟۔
ڈاکٹر نے حقارت آمیز لہجے میں کہا۔
وہ پڑا ہے بیڈ پر اور زندگی کی جنگ ہارنے والا ہے۔
بوڑھی عورت نے ڈاکٹر سے کہا۔
میں نے سنا کہ اسے گر۔۔۔گر۔۔۔گردے کی ضرورت ہے کیا میں اس
بیمار کو اپنا گردہ دے سکتی ہوں؟
ڈاکٹر کچھ کاغذات سمیٹتے ہوئے۔۔۔۔۔
تم اسے کیا گردہ دوگی، تم تو خود مرنے کے قریب ہو
بوڑھی عورت لمبی سانس لیتے ہوئے۔۔۔۔۔
اسی لیے تو اپنا گردہ اسے دینا چاہتی ہوں
میں نے تو اپنی زندگی گزاری ہے ویسے بھی میں در در کی ٹھوکریں کھاتی ہوں
اور میری زندگی میرے لیے بوجھ بن چکی ہے اس سے بہتر ہے کہ اس
نوجوان کے کام آوں۔
خیر چند طبی لوازمات کے بعد اس عورت کا ایک گردہ اسلم کو دے دیا گیا کچھ
دنوں بعد اسلم کی طبیعت سنبھل گئی اور وہ بیوی بچوں سے کہنے لگا کہ تم میں سے
کس نے اپنا گردہ مجھے دے دیا؟
بیوی بچے ایک دوسرے کی طرف دیکھتے رہے۔

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

اتنے میں ڈاکٹر آیا اور دھیمی آواز میں بولا۔۔۔
تھی کوئی پاگل عورت جس نے اپنا گردہ دیا اور کچھ دن بعد نہ جانے کہاں چلی گئی ہاں مگر روز تمہیں دیکھنے آتی ہے اور بنا کچھ کہے چلی جاتی ہے لیکن اس قدر کمزور ہوگئی ہے کہ زیادہ دن نہیں جی پائے گی اگلے دن سب لوگوں کی نظریں دروازے پر یہ دیکھنے کے لیے ٹکی ہوئی تھی کہ آخر کون ہے یہ عورت جس نے اس خودغرضی کے دور میں اتنی بڑی قربانی دی وہ بھی بغیر کسی معاوضے کے اتنے میں وہ عورت روز کی طرح آئی اور اسلم کے چہرے کو محبت سے دیکھنے لگی اور اس کی آنکھیں بھیگ گئیں۔
اس پر نظر پڑتے ہی اسلم کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے اور روتے ہوئے کہنے لگا تم۔۔۔تم۔۔۔تم۔۔۔نے؟
میں نے تمہیں اتنا ذلیل کیا گھر سے نکالا اور تم نے۔۔۔
یہ کہنا تھا کہ اسلم کی ہچکی بند گئی۔ ہسپتال میں موجود سب لوگ یہ منظر دیکھ کر رونے لگے۔
اور بوڑھی عورت کے جواب کا انتظار کرتے رہے لیکن اس عورت کا گلا خشک ہوگیا۔
کچھ نہ بولا گیا سوائے ان چند لفظوں کے۔۔۔۔
میں کیا کرتی۔۔۔۔ماں ہوں ناں!۔۔۔

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

آنچ

سمیر دوران کالج ہی شہر میں پیر جمانے میں کامیاب ہو گیا تھا پھر وہیں اُس نے شگفتہ نام کی لڑکی سے شادی کر لی اب شگفتہ اور سمیر کی شادی کو چار سال ہو گئے تھے۔ سب کچھ ٹھیک ٹھاک چل رہا تھا۔ سمیر شگفتہ کا بے حد خیال رکھتا تھا۔ گھر میں کسی بھی قسم کی کمی نہیں تھی۔ یوں تو سمیر ٹھکیداری کا کام کرتا تھا۔ لیکن پس پردہ کچھ اور ہی چل رہا تھا ایک دن شگفتہ کو اس بات کی بھنک لگ گئی کہ اس کا شوہر سمیر ٹھکیداری کا کام لوگوں کی آنکھوں میں دھول جھونکنے کے لئے کرتا تھا اصل تو اس کا زہر کا کاروبار تھا۔ وہ ملک کی نئی نسل کو زہر بیچتا تھا۔

شام کو جب سمیر گھر آیا تو شگفتہ نے بڑے ہی شگفتہ انداز میں کہا میں نے آپ کے بارے کچھ سُنا ہے خُدا کرے وہ جھوٹ ہو، شگفتہ کی بات سُن کر سمیر پسینہ پسینہ ہو گیا اور کہنے لگا نہیں شگفتہ ایسا کچھ نہیں ہے میں تو محنت کی کمائی کھاتا ہوں۔ شگفتہ نے اس وقت بات ختم کی لیکن اب وہ سمیر کی جاسوسی کرنے لگی

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

وہ ایک پہرے دار کی طرح سمیر کی حرکتوں پر نظر رکھنے لگی۔ اور سمیر بھی اب بڑی ہوشیاری سے یہ کام کرنے لگا لیکن کہتے ہیں نا کہ خوشبو ہو یا بدبو زیادہ دیر تک نہیں چھپ سکتی لوگوں کو پتہ چل ہی جاتا ہے خیر اس وقت بات ٹل گئی لیکن شگفتہ بے قرار رہنے لگی۔ ایک دن کالج کے چند لڑکے سمیر سے ملنے گھر آئے اور سمیر نے انہیں ایک الگ کمرے میں لیا اندر سے کنڈی لگائی تو شگفتہ سمجھ گئی کہ سمیر نے اپنا کام جاری رکھا

شام کو جب دونوں ڈائنگ ٹیبل پر کھانا کھا رہے تھے کہ شگفتہ نے پھر بات چھیڑی، سمیر۔۔۔۔! دن کو جو لڑکے تم سے ملنے آئے تھے وہ کون تھے؟

شگفتہ کی بات سُن کر سمیر سخت تیش میں آ گیا،

تم کیا میری جاسوسی کرتی رہتی ہو۔

وہ وہی لینے آئے ہیں جو تم سمجھ رہی ہو بس.........اور کچھ سُننا ہے تمہیں،،

یہ جو تم عیش وعشرت کی زندگی گزار رہی ہو۔ گھر میں جو جدید آلات اور نوکر چاکر ہیں یہ سب اسی کاروبار کی وجہ سے ہے جسے تم زہر کا کاروبار کہتی ہو۔

تمہارا مطلب ہے کہ تم دوسروں کی زندگیوں کے ساتھ کھیلتے رہو گے، یہ میں کسی بھی قیمت پر نہیں ہونے دوں گی۔

رہی بات عیش وعشرت کی زندگی گزارنے کی تو میں تم سے وعدہ کرتی ہوں کہ اگر تم یہ زہر کا کاروبار چھوڑ دو گے تو میں تم سے کبھی کسی چیز کی فرمائش نہیں کروں گی۔ میں گھر کا ہر کام خود کروں گی۔

میں غربت کی زندگی گزارنا پسند کروں گی۔ تمہیں کبھی بھی شکایت کا موقع نہیں دوں گی لیکن میں نئی نسل کو تباہ برباد ہوتے ہوئے نہیں دیکھ سکتی۔ یہی نسل تو

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

ہماری قوم کا سرمایہ ہے، یہ وہ چنار ہیں جو کل قوم کو گھنا سایہ فراہم کریں گے، تم انہی چناروں کو زہر آب سے سیراب کر رہے ہو۔

اُس کی زہر بھری باتیں سُن کر سمیر اور آگ بگولہ ہو گیا میں یہ کاروبار نہیں چھوڑ سکتا یہ میرا آخری فیصلہ ہے۔

سمیر تم آگ سے کھیل رہے ہو یاد رکھنا یہ آگ کی آنچ کل ہمارے گھر تک آسکتی ہے شگفتہ نے اپنے تین سال کے معصوم بچے کو سینے سے لگاتے ہوئے کہا۔

نہیں اس آگ کی آنچ میں اپنے گھر تک کبھی نہیں آنے دوں گا۔

تو یہ تمہارا آخری فیصلہ ہے کہ تم یہ کاروبار نہیں چھوڑو گے۔

ہاں !! ہاں !!! ہاں !!!!

تو میرا ابھی فیصلہ سن لو۔

تمہیں یا مجھے چھوڑنا ہوگا یا اس زہریلے کاروبار کو۔ شگفتہ نے فیصلہ کن لہجے میں کہا اور گھر سے نکل گئی۔ اس کے بعد شگفتہ نے ایک سال اپنے مائکے میں گزارا اسی امید کے ساتھ کہ سمیر زہر کا کاروبار چھوڑ کر اسے واپس بلائے گا۔

لیکن سمیر کی آنکھوں پر لالچ کی پٹی بندھی تھی۔ وہ حقیقت کا سامنا کرنا ہی نہیں چاہتا تھا، نتیجہ یہ نکلا کہ دو سال بعد سمیر نے اپنی نیک سیرت اور سلیقہ مند بیوی کو بذریعہ ڈاک طلاق کے کاغذات بھیج دئے۔

پھر کیا تھا کچھ وقت کے بعد شگفتہ نے ایک چھوٹے موٹے کاروباری احسان کے ساتھ شادی کی جس کی بیوی انتقال کر چکی تھی، احسان زیادہ امیر نہیں تھا لیکن صوم صلوات کا پابند تھا حلال کمائی پر گزارا کرتا تھا۔ اس کا یہ مزاج شگفتہ کو راس آیا اور دونوں ہنسی خوشی زندگی گزارنے لگے۔ شگفتہ نے ہر

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

حال میں احسان کا ساتھ دیا اور چند سالوں میں ہی ان کا کاروبار بام عروج پر پہنچ گیا۔ اس کا ایک بیٹا بھی ہوا جس کا نام شمس رکھا۔ دونوں نے شمس کی بہت اچھے سے تربیت کی وہ نہ صرف ایک اچھا اور با اخلاق انسان بنا بلکہ اس نے ایم بی بی ایس کا امتحان اچھی پوزیشن کے ساتھ پاس کیا اور ایک عمدہ ڈاکٹر بن گیا۔

اس دن بھی شمس نے ڈاکٹری کے میدان میں کوئی زبردست کارنامہ انجام دیا تھا جس کے عوض آج اسے قومی سطح کا انعام ملنے والا تھا۔ اس نے اپنی ماں سے کہا۔

ماں میری یہ کامیابی، عزت یہ ڈاکٹری اللہ کی مہربانی سے ہے اور اس کے بعد ابا اور آپ کی محنت اور تربیت کا نتیجہ ہے۔ ابا چونکہ کاروبار کے سلسلے میں ملک سے باہر گئے ہیں میں چاہتا ہوں کہ جب میں یہ انعام حاصل کروں آپ میرے ساتھ ہو۔

ماں نے بھی حامی بھر لی اور دونوں اپنی گاڑی میں بیٹھے اور کانفرنس ہال روانہ ہوئے جہاں یہ تقریب ہونی منعقد طے پائی تھی کانفرنس ہال کے باہر چند ایک بھکاری بیٹھے تھے کار سے اترتے ہی ایک مسافر نے شگفتہ کے پاؤں پکڑ لئے۔

اللہ کے نام پر کچھ دے دے، میں دو دن کا بھوکا ہوں۔

شگفتہ نے جیب سے کچھ پیسے نکالے اور بھکاری کو دے دیئے۔ بھکاری نے سر اٹھا کر شکریہ کہنا چاہا تو اس خاتون پر نظر پڑتے ہی اس نے اپنا چہرہ چھپا لیا۔

شگفتہ کو شک ہوا اس نے بڑے نرم لہجے میں پوچھا کون ہو تم اور چہرہ کیوں

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

چھپا رہے ہو۔
بھکاری پانی پانی ہو گیا اور کچھ نہیں بولا۔شگفتہ ذرا پاس گئی۔تم۔۔۔۔
تم سمیر؟
تمہاری یہ حالت؟ شگفتہ نے حیرت زدہ نظروں سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔
ہاں میں ہی بد نصیب سمیر ہی ہوں۔
شگفتہ نیچے بیٹھ گئی سمیر یہ سب کیسے ہوا۔
بس تمہارے نکلتے ہی اپنی ہی لگائی ہوئی آگ نے مجھے اپنی لپیٹ میں لے لیا اور میرا سب کچھ ختم ہو گیا۔
پولیس نے مجھے منشیات سمیت رنگے ہاتھوں گرفتار کرلیا اور مجھے اپنی زندگی کے قیمتی دن جیل کی فصیلوں میں گزارنے پڑے سرکار نے میری تمام جائیداد قُرق کرلی۔چند روز پہلے ہی جیل سے چھوٹ کر آیا ہوں۔
اور میری وہ امانت جو آپ کے پاس تھی۔شگفتہ نے دھیمی آواز میں پوچھا۔
کیا بتاؤں......! میں لوگوں کے گھر جلانے میں اس قدر مگن ہوا کہ اپنے گھر کی خبر ہی نہیں رہی۔ایک شام کو گھر آیا تو بیٹا کمرے میں بے ہوش پڑا تھا۔میں نے اسے فوراً ہسپتال پہنچایا تو وہاں ڈاکٹروں نے اسے مردہ قرار دیا۔مردہ لفظ سنتے ہی شگفتہ چکرا کر دھڑام سے زمین پر گر پڑی۔

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

کھڑکی

عثمان کے گھر میں آج خوشی کا ماحول تھا۔مٹھائیاں تقسیم کی جارہی تھیں ۔جن رشتوں کا آج تک کہیں اتہ پتہ نہیں تھا آج وہ رشتے بھی مبارکبادی کے لئے آئے تھے۔کچھ لوگ یہ سمجھنے سے قاصر تھے کہ آخر کار عثمان کے گھر ایسی کس خوشی نے جنم لیا ہے۔دکان پر بیٹھے غلام قادر سے آئے ہوئے کسی گاہک نے پوچھا۔

قادر چاچا عثمان کی نوکری لگ گئی کیا؟

لوگ تو مبارکبادی کے لئے جارہے ہیں ۔

پتہ نہیں میں بھی یہی سوچ رہا ہوں ۔عثمان تو باپ کے مرنے کے بعد اپنے بھائی بہنوں کو پالنے پوسنے میں لگ گیا۔اس نے تعلیم ہی مکمل کہاں کی تھی جو نوکری لگ جاتی۔

عثمان دراصل ایک مزدور سلامت علی کا بیٹا ہے سلامت علی محلّے میں ایک جھونپڑی میں رہ رہا تھا۔اردگرد کے سبھی لوگ فلک بوس عمارتوں میں رہتے تھے۔انہیں یہ جھونپڑی ایک بدنما داغ لگتی تھی۔سلامت علی کس غربت میں زندگی گزار رہا تھا انہیں اس بات کا ذرا بھی اندازہ نہیں تھا۔مدد کرنا تو درکنار

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

اُن کا بس چلتا تو وہ اس جھونپڑی کو بلڈوزر سے اٹھا کر کسی گندی نالی میں پھینک دیتے اور اپنے صحن کو اور چوڑا کرتے۔ سلامت علی کے چار بچے تھے مزدوری کے ساتھ ساتھ جھوپڑی کے قریب ہی ایک دکان بھی لگائی تھی۔ جس میں بیوی بیٹھتی تھی اور شام کے وقت خود بھی بیٹھتا تھا۔ اچھی کمائی ہونے لگے۔ جس وجہ سے کچھ حاسد لوگ حسد کی آگ میں جلنے لگے۔ سلامت نے پیسے بچا بچا کر اس جھوپڑی کی جگہ ایک چھوٹا سا مکان بنایا۔ کچھ رقم ادھار بھی لی تھی۔ پڑوس میں رہنے والے امیر زادوں کو غریب کا مکان بنانا اور ترقی کرنا راس ہی نہیں آیا۔ وہ اسے ہمیشہ اپنی جوتیوں میں ہی دیکھنا چاہتے تھے۔ اس لئے وہ تعمیراتی کام میں رکاوٹیں پیدا کرتے رہے۔ غیر تو غیر اپنے چچا چوہدری صاحب کو بھی ان کا جھوپڑی سے نکلنا اچھا نہیں لگا۔ جب کچھ نہ بن سکا تو چوہدری صاحب نے یہ کہہ کر کھڑکیاں رکھنے سے روک دیا کہ یہ میرا آنگن ہے اس کی طرف تم کھڑکیاں نہیں رکھ سکتے ہو۔ سلامت علی گاؤں کے چند لوگوں کے پاس اپنی فریاد لے کر گیا لیکن کہتے ہیں نا جس کی لاٹھی اس کی بھینس۔ چوہدری چونکہ اثر ورسوخ والا شخص تھا۔ اس لئے سب لوگ یا تو خاموش رہے یا معمولی فائدے کے لئے چوہدری کی وکالت کرنے لگے۔ بیچارا اپنی شکایت لے کر تحصیلدار صاحب کے پاس گیا۔ اور تحصیلدار صاحب نے یقین دہانی کرائی کہ چند دنوں میں یہ مسئلہ حل ہو جائے گا۔ لیکن چوہدری نے وہ کیس ایسے غائب کروایا جیسے کیس تھا ہی نہیں۔ ان دنوں سلامت علی کا بیٹا عثمان آٹھویں جماعت میں پڑھتا تھا۔ ادھر سلامت علی کو رہنے کی جگہ نہیں تھی اور بارشوں کا موسم تھا۔ لہذا اس نے عارضی طور پر

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

کھڑکیوں والی جگہ اینٹوں سے بند کی اور مکان کا کام آگے بڑھایا۔ لیکن اس مکان میں گھپ اندھیرا چھا گیا۔ بچے ٹھیک طرح سے پڑھ لکھ بھی نہیں سکتے تھے سولر وغیرہ لانے کی اوقات تو تھی نہیں جس سے مکان کا اندھیرا پن دور کیا جاسکتا۔ ایک طرف سے اردگرد کی فلک بوس عمارتیں اور دوسری طرف سے مکان میں کھڑکیوں کا نہ ہونا سلامت علی کے لئے دردسر بنا ہوا تھا۔ چوہدری نے سلامت علی کی روشنی پر پہرہ بٹھا رکھا تھا اس کا بس چلتا تو وہ ہوا کو بھی اس گھر میں داخل نہیں ہونے دیتا۔

کسی کے مشورے پر سلامت علی نے چوہدری کے خلاف تھانے میں رپورٹ لکھوائی لیکن تھانے کا منشی چوہدری صاحب کا بھائی تھا اس لئے یہاں بھی مایوسی ہی ہاتھ لگی۔ سلامت علی سخت پریشان تھا کیونکہ نہ اس کے پاس کسی کی سفارش تھی اور نہ حاکموں کی جیب گرم کرنے کے لئے رشوت۔ اور دوسری طرف مزدور پیشہ آدمی تھا۔ مزدوری پر نہ جاتا تو بچے بھوکے مر جاتے۔ ایک دن مزدوری پر گیا تو ٹھیکیدار کو روتے روتے اپنی روداد سنائی۔ تو ٹھیکیدار نے عدالت جانے کا مشورہ دیا۔

جناب عدالت جا کر کیا کروں گا؟ میری کون سنے گا۔ میں غریب آدمی ہوں۔ وہ عدالت بھی خرید لیں گے۔ ان کے پاس دولت ہے اثر ورسوخ ہے۔

نہیں نہیں ۔قانون سب کے لئے برابر ہے۔ عدالت میں آپ کو انصاف ضرور ملے گا۔

جناب سنا ہے عدالت میں کافی وقت لگتا ہے اور بہت زیادہ فیس دینی پڑتی ہے وکیلوں کو۔

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

ہاں ہاں وقت لگے گا لیکن مجھے پورا یقین ہے کہ تمہیں انصاف ضرور ملے گا۔ اور اس کے بغیر کوئی چارہ بھی تو نہیں ہے رہی بات فیس کی تو پیسے میں ایڈوانس میں دوں گا۔
سلامت علی نے گھر آکر ایک وکیل سے بات کی۔ اور یہ معاملہ عدالت میں لے گیا۔ تاریخ پر تاریخ ملتی رہی۔ اور چار سال تک سلامت علی یہ کیس لڑتا رہا۔ اور اسی دوران سلامت علی کا انتقال ہو گیا۔ اور گھر کا سارا بوجھ عثمان پر آن پڑا۔ عثمان نے پڑھائی چھوڑ دی۔ اور مزدوری پر لگ گیا اس دوران چوہدری صاحب کے حوصلے اور بھی بلند ہو گئے۔ اور وہ یتیم بچوں پر ظلم کے ہتھوڑے برسانا گیا۔ عثمان کیس بھی لڑتا رہا اور اپنے بھائی بہنوں کی تعلیم و تربیت پر بھی دھیان دیتا رہا۔ اور اس دوران عثمان نے اپنی دو بہنوں کی شادی بھی کرا دی۔ چوہدری کو جب کچھ نہ سوجھا تو ان لڑکیوں کو بدنام کرنے میں بھی کوئی کسر باقی نہیں چھوڑی۔ لیکن عثمان ان تمام تر آزمائشوں اور مصیبتوں کے آگے چٹان کی طرح کھڑا رہا۔ اس دوران چھوٹے بھائی کی نوکری بھی لگ گئی۔ آج بارہ سال ہو گئے اس کیس کو لڑتے ہوئے۔
آج دن کے تین بجے عدالت نے اس کیس پر حتمی فیصلہ سنایا۔ عدالت نے صاف طور پر ہدایات جاری کر دیں کہ سلامت علی کے بیٹے کو اپنے مکان میں کھڑکی لگانے کی اجازت دی جائے۔ پولیس کے نام حکم صادر کر دیا گیا کہ سلامت علی اور اس کے بیٹے کو یہ کیس لڑنے کے دوران جو خرچہ آیا وہ چوہدری سے وصول کیا جائے۔ یہ فیصلہ صادر ہونے کے بعد وہ لوگ بھی عثمان کے گھر مبارکبادی دینے گئے جنہوں نے اگر چپی نہ سادھی ہوتی تو عدالت جانے کی نوبت ہی نہیں آتی۔

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

بددُعا

انُکش کی آنکھوں سے آنسوں جاری تھے اور اس کا باپ چمچ سے اُسے کھانا کھلا رہا تھا۔ کیوں کہ اس کے دونوں ہاتھ سُن پڑ چکے تھے۔ گھر کے سبھی لوگ بڑی خاموشی سے یہ دردناک منظر دیکھ رہے تھے۔ کیونکہ جس گھر میں ایک جوان بیٹا بستر پر پڑا ہوا ہو اور اپنے ہاتھ بھی نہ ہلا سکتا ہو۔ اس گھر کی کیا حالت ہوگی اس کا اندازہ بخوبی لگایا جاسکتا ہے میں جونہی کمرے میں داخل ہوا۔ مجھے دیکھ کر سب لوگ زور زور سے رونے لگے جیسے اس گھر پر ایٹم بم گرا ہو، ایک ایک کر کے سارے مجھ سے لپٹ گئے اور زاروقطار رونے لگے۔ میں خاموش کھڑا رہا کیونکہ میں جانتا تھا کہ ان کو مجھ سے کافی توقعات تھیں انُکش کی ماں نے روتے ہوئے کہا۔

انظر میں تو تمہیں اپنا بیٹا سمجھتی تھی۔ لیکن تم نے کبھی مڑ کر نہیں دیکھا، انظر تم دونوں اسی گھر میں پلے بڑھے ہو، اُنکش کے ساتھ کام بھی کرتے تھے، تب

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

ہم غریب تھے، آج ہمارے پاس بھگوان کا دیا ہوا سب کچھ ہے بس انکش کے ہاتھ بے کار ہیں کاش میرے انکش کے ہاتھ ٹھیک ہو جاتے۔ انکش پھر پہلے جیسا ہو جاتا، ایسی دولت کا کیا فائدہ جو دوائیوں کے کام بھی نہ آسکے، اس سے اچھا تھا کہ ہم غریب ہی رہتے۔ ماں جی کی باتیں سُن کر میری آنکھیں بھی بھر آئیں۔

کیونکہ وہ چپ ہونے کا نام ہی نہیں لے رہی تھی اُن کے اندر کا درد اشکوں کی صورت میں باہر نکل رہا تھا

بیٹے کن گناہوں کی سزا ملی ہے ہمیں؟

تمہیں تو معلوم ہی ہے کہ میرا بیٹا کتنا اچھا اور نیک تھا تم نے تو بچپن اسی کے ساتھ گزارا، نہ جانے کس کی بددعا لگ گئی میرے لعل کو؟

میں خاموشی سے انکش کے سرہانے بیٹھ گیا اور سر کو سہلاتے ہوئے پوچھا

انکش یہ سب کب اور کیسے ہوا؟

انظر میرے یار دو مہینے پہلے اچانک میرے ہاتھوں میں سوئیاں سی چھبنے لگیں، اور دھیرے دھیرے مکمل طور پر سُن پڑ گئے کوئی چیونٹی بھی کاٹے تو پتہ بھی نہیں چلتا میرے ہاتھ ہیں بھی کہ نہیں۔

کسی ڈاکٹر کے پاس گئے تھے کیا؟

بہت سارے ڈاکٹروں کو دکھایا، شہر کے سب سے بڑے نیرولوجسٹ کو بھی دکھایا لیکن اُس کو بھی کچھ سمجھ نہیں آیا۔

کوئی ٹیسٹ وغیرہ؟

ارے ہر قسم کے ٹیسٹ کروائے، یہ دیکھو، اُس نے سرہانے رکھے ہوئے

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

ٹیسٹ رپورٹوں کی جانب آنکھوں سے اشارہ کرتے ہوئے کہا،
بیٹا ڈاکٹر خود حیران ہیں، چنڈی گڑھ تک لے گئے رتی بھر بھی فرق نہیں پڑا انکش کی ماں نے آنسوں پونچھتے ہوئے کہا۔
ایسا لگتا ہے جیسے میرا جسم ادھورا ہوگیا ہے، میرے دوست ایک ایک چیز کا محتاج ہو گیا ہوں۔ خود کھا پی نہیں سکتا۔ واش روم نہیں جا سکتا، میں تو ایک زندہ لاش بن گیا ہوں۔ بوجھ ہوں اپنے گھر والوں پر بوجھ۔۔۔۔۔!
ارے نہیں یار ایسا نہیں کہتے۔ اوپر والا سب کچھ ٹھیک کر دے گا انکش میری طرف مایوس نظروں سے دیکھتے ہوئے مسلسل آنکھوں سے آنسوں بہا رہا تھا۔
میرے دوست مجھے کس کی نظر لگ گئی۔ میرے ہاتھوں نے ایسا کیا کیا کہ بے کار ہی ہو گئے میں تو کسی کو تکلیف بھی نہیں دیتا تھا۔
یہ سنتے ہی میری آنکھوں کے سامنے پندرہ برس قبل کا واقعہ رقص کرنے لگا جسے انکش بھلا چکا تھا۔
ہم دونوں ایک چھوٹا سا ڈھابہ چلاتے تھے میں خدمت کے لیے تھا اور انکش کیش کا نٹر سنبھالتا تھا، کئی روز سے دھندھا مندا چل رہا تھا، گرمی کے دن تھے دوپہر کے وقت ہمارا ڈھابہ بالکل خالی تھا ہم گاہکوں کی راہ دیکھ رہے تھے کہ اچانک سے ایک منی بس ہمارے ڈھابے کے سامنے رُک گئی تو ہم دونوں خوش ہوئے اتنے میں چند گاہک گاڑی سے اترے اور ہمارے ڈھابے پر آئے ایک بزرگ انسان اپنے بیٹے کے ساتھ ہمارے ڈھابے میں داخل ہوا جس کے نورانی چہرے پر سفید داڑھی تھی سر پر گول ٹوپی اور ہاتھ میں عصّا تھا ،کرسی پر بیٹھتے ہی بزرگ نے بیٹے سے کہا۔ بیٹا پہلے اُن کو چائے روٹی کا کہو کہ

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

کتنے میں ملتی ہے لڑکے نے میرے پاس آ کر پوچھا جناب چائے اور روٹی ملے گی؟

اس سے قبل کہ میں اسے کچھ کہتا انکش نے کاونٹر سے مجھے خاموش رہنے کا اشارہ کیا اور اُس سے مخاطب ہوا۔

دُودھ ختم ہو گیا ہے، دال چاول، اور سبزی روٹی ہے۔

لڑکے نے بزرگ کو بتایا تو اُس نے کہا،، بیٹا پہلے پتہ کرو کہ دو پلیٹ دال روٹی کتنے میں ملے گی بعد میں یہ لوگ جھگڑا کرتے ہیں،، لگتا تھا بزرگ کسی تلخ تجربے سے گزر چکا تھا وہ لڑکا بجھے ہوئے قدموں سے کونٹر کی جانب آیا اور ادب سے پوچھا، جناب دو پلیٹ دال روٹی کتنے میں ملے گی؟

پہلے آپ کھانا کھالیں ریٹ بعد میں کر لیں گے جاؤ بیٹھو میں بھیجتا ہوں

تھوڑی دیر بعد میں نے اُن کے آگے دال روٹی رکھ دی تو بزرگ نے کہا

ہم نے تو صرف ریٹ معلوم کیا تھا اور تم لے بھی آئے، چلو ٹھیک ہے قیمت بتادو،،

اتنے میں انکش نے آ کر کہا، کیا بات ہے،۔

میں نے کہا یہ پہلے ریٹ معلوم کر رہے ہیں۔

اس کی قیمت صرف پانچ سو روپے ہوئی۔

یہ سُنتے ہی بزرگ نے کہا، آپ یہ اُٹھالیجئے میرے پاس اتنے پیسے نہیں ہیں

پیسے نہیں تھے تو کھانا منگوایا کیوں؟ انکش بھڑک اُٹھا،،

ہم نے کب منگوایا، ہم تو ریٹ ہی پوچھ رہے تھے کہ آپ نے ٹیبل پر رکھ دیا۔

تم نے نہیں منگوایا تو کیا تمارے باپ نے منگوایا؟

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

ٹیبل پر رکھا ہوا کھانا واپس نہیں ہوتا، اب یہ جھوٹھا ہو گیا ہے۔
بزرگ نے بڑی حلیمی سے کہا بیٹا ٹیبل پر رکھنے سے جھوٹا کیسے ہو گیا؟
اس سے پہلے کہ وہ کچھ بولتے انکش اُس پر برس پڑا نا جائز گالیوں کی بوچھاڑ کر دی۔ وہ دونوں لال پیلے ہو گئے۔ اس سے پہلے کہ وہ بزرگ انکش سے کچھ کہتا انکش نے اُسے داڑھی سے پکڑ کر ڈھابے سے باہر کر اُس کو اُسی کے عصا سے پیٹنا شروع کر دیا، بھکاری کہیں کا، جیب میں پیسے نہیں تھے تو کھانا کیوں لگوایا، میں نے انکش کو روکنے کی کوشش کی لیکن اُس نے مجھے بھی دھکا مارا، میں ہاتھ مَل رہا تھا سب لوگ تماشا دیکھ رہے تھے کسی نے بات نہیں کی میں بھی ایک بے غیرت کی طرح بس دیکھتا رہا۔
بزرگ نے جو دھکے کی وجہ سے زمین پر گرا ہوا تھا اُٹھ کر اپنے کپڑے جھاڑے اور آسمان کی طرف دیکھتے ہوئے ہاتھ اٹھا کر کہا۔
"جن ہاتھوں سے تم نے میرے سفید ریش کو پکڑ کر باہر نکالا تمہارے یہ ہاتھ بے کار ہو جائیں" پھر اُس نے اپنے آنسو پونچھے اور بس میں سوار ہو گیا۔

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

پاگل عورت

نجمہ روز کی طرح سڑک کے کنارے بیٹھ کر لوگوں کو تنگ کرتی تھی۔ وہی پھٹے پرانے کپڑے، بکھرے بال، زرد ہونٹ ۔ڈراونی آنکھیں، اور سامنے ایک چھوٹی سی گڑیا۔ کبھی یہ عورت کسی کو گالیاں دیتی تھی تو کبھی کسی پر تھوکتی تھی۔ کبھی کسی کو کاٹنے کو دوڑتی تھی تو کبھی کسی پر زور زور سے ہنستی تھی۔ لوگوں نے اس راستے سے گزرنا تقریباً ترک ہی کر دیا تھا۔ بہ مجبوری کوئی اس راستے سے گزرتا تھا۔ مسافر کانوں میں اُنگلیاں ٹھوس کر اس راستے سے گزرتے تھے۔ کبھی بچے اس عورت کو چڑا رہے تھے تو کبھی اس کی طرف پتھر پھینک رہے تھے۔ پاگل جو ٹھہری۔ اس دن میں اور نوید کسی کام سے جا رہے تھے ۔اس عورت کی یہ عجیب و غریب حرکتیں دیکھ کر میرے قدم یکایک رک گئے۔ نہ جانے کیوں مجھے میری ماں یاد آ گئی۔ نوید نے مجھے آگے بڑھنے کا اشارہ کیا لیکن میرے قدم میرا ساتھ نہیں دے رہے تھے۔

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

نویداس عورت کی ایسی حالت۔۔۔۔؟ کیا اس کے گھر میں کوئی نہیں ہے۔؟

نوید:-میرے دوست یہ عورت پاگل ہے لیکن اس کے پاگل ہونے کے پیچھے ایک لمبی کہانی ہے۔آ تجھے آج اس عورت کی کہانی سناتا ہوں۔ہم دونوں اس عورت کے تقریباً دس میٹر کی دوری پر ٹھیک مخالف سمت میں بیٹھ گئے۔

ہاں نوید تم اس عورت کے بارے میں کچھ کہہ رہے تھے۔

نوید۔ہاں یہ ایک درد بھری کہانی ہے۔جو میری ماں نے مجھے سنائی ہے۔

دراصل نجمہ اپنے باپ کی اکلوتی بیٹی تھی۔اس کی پرورش بڑے ناز و نعیم سے ہوئی۔والد محکمہ جنگلات میں بحیثیت رینج آفیسر کام کر رہے تھے اور والدہ گھر کا کام کاج کرتی تھی۔دونوں نے نجمہ کو کافی لارڈ و پیار دیا۔کسی چیز کی کمی محسوس نہیں ہونے دی۔پڑھایا لکھایا یہاں تک کہ پی ایچ ڈی کی ڈگری مکمل کرائی۔والدین نے نجمہ کی شادی سالک کے ساتھ بڑے دھوم دھام سے کرائی۔سالک محکمہ جنگلات میں ہی بطورِ فارسٹ آفیسر کام کر رہا تھا۔ بڑے آرام سے زندگی گزر رہی تھی۔اب ان کے تین ہونہار، سلیقہ مند اور فرمانبردار بچے بھی تھے۔بڑا بیٹا سحران انجینئر بن گیا جبکہ چھوٹا بیٹا الیاس ابھی پڑھائی کے منازل طے کر رہا تھا اور چھوٹی بیٹی سلمہ بھی پڑھائی کر رہی تھی۔سب کچھ ٹھیک ٹھاک چل رہا تھا۔سالک کی اچانک موت واقع ہوئی اور اس جگہ الیاس کو تعینات کیا گیا۔سالک کی وفات کے بعد نجمہ پر مصیبت کا پہاڑ ٹوٹ پڑا۔خیر اس نے ہمت نہیں ہاری۔وہ سالک کے سپنے سچ کرنے میں لگ گئی۔بہت کچھ سوچتی تھی جیسے اب بیٹوں کی شادی کروں گی۔بیٹی کو پڑھا لکھا کر کسی اچھے خاندان میں بیاہ لوں گی۔وغیرہ وغیرہ۔ایک دن گاؤں

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

میں یہ خبر پھیل گئی کہ گاؤں کے نزدیکی جنگلات میں انکوانٹر شروع ہو گیا ہے۔لوگ اپنے اپنے گھروں میں سہم کر رہ گئے سوائے نجمہ کے۔۔۔یہ کہہ کر نوید کچھ پل کے لئے خاموش ہو گیا۔

میں اس پاگل عورت کی حرکتیں بڑے غور سے دیکھ رہا تھا۔میں نے بے خیالی میں نوید سے پوچھا وہ کیوں؟

نوید۔۔۔لمبی سانس کھینچتے ہوئے۔۔

نجمہ پریشان تھی کیونکہ اس کے بیٹے الیاس کی ڈیوٹی بھی ان ہی قریبی جنگلات میں تھی۔شام ہوتے ہی اچانک پولیس کے کچھ لوگ نجمہ کے صحن میں الیاس کی لاش لے کر نمودار ہوئے جو جنگلات میں ہوئی معرکہ آرائی کے دوران نہ جانے کس کی گولی سے مارا گیا تھا۔یہ خبر سنتے ہی نجمہ پر جیسے سکتہ طاری ہو گیا۔پولیس آفیسر نے نجمہ سے کہا کہ آپ کا بیٹا گولیوں کے تبادلے میں مارا گیا۔لیکن نجمہ جیسے پتھر بن گئی۔عمر بھر کی کمائی جو ایک پل میں خاک میں مل گئی۔نجمہ ابھی اس صدمے سے لڑ رہی تھی کہ اس کے بڑے بیٹے کو دوران ڈیوٹی نامعلوم مسلح افراد نے گولی ماردی۔اور وہ اس جہان فانی سے چل بسا۔یہ خبر جب گھر پہنچی تو نجمہ کی چھوٹی بیٹی سلمہ جو پہلے ہی بھائی کی اچانک موت کی وجہ سے سکتے میں تھی دوسرے بھائی کی موت کا صدمہ برداشت نہ کر سکی اور اس نے خودکشی کر لی۔اس طرح سے نجمہ کا سب کچھ لٹ گیا وہ باؤلی ہو گئی۔وہ اپنے محل خانے میں اکیلی رہ گئی۔جیسے یہ محل خانہ اسے کاٹنے کو دوڑتا تھا۔اسے اپنے مکان سے ڈر لگنے لگا۔اس طرح سے نجمہ اپنا ذہنی توازن کھو بیٹھی اور اس نے اپنے مکان کو آگ لگا دی۔تب سے نجمہ

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

پاگلوں کی سی زندگی گزار رہی ہے۔ در در کی ٹھوکریں کھا رہی ہیں۔ محلوں کی اس رانی کو کبھی چار دن کے بعد کھانا ملتا ہے۔ تو کبھی گندی نالیوں سے کچھ اٹھا کر کھا لیتی ہے۔۔ دن رات سڑکوں پر گزار رہی ہے۔ چیختے چلاتے ہوئے جب تھک جاتی ہے تو لوگوں سے پانی مانگتی ہے کھانا مانگتی ہے لیکن کوئی اس کے سامنے نہیں جاتا ہے۔ کہیں پر غش آتا ہے اور گر پڑتی ہے۔ نجمہ کی کہانی سن کر میری آنکھیں بھیگ گئیں۔ ٹپ ٹپ آنسو گرنے لگے۔ اور نوید کی آنکھیں بھی آبدیدہ ہو گئیں۔ مجھے اس عورت میں ایک ایسی ماں نظر آئی جس کا سب کچھ لٹ گیا ہو۔ میں جان گیا کہ یہ عورت یوں ہی پاگل نہیں ہوئی ہے۔

نوید چلو اس عورت کے نزدیک جاتے ہیں۔ میں نے آنسو پوچھتے ہوئے کہا۔

نہیں یار یہ کاٹنے کو دوڑتی ہے بلا اس کے نزدیک کون جائے گا۔ نوید نے اپنے کوٹ کی سلوٹیں سنبھالتے ہوئے اس عورت کے پاس جانے سے صاف انکار کیا۔

خیر میں اس عورت کے نزدیک گیا جو پانی مانگ رہی تھی اور نہ جانے انگریزی میں کیا بڑبڑا رہی تھی۔ تعلیم یافتہ جو ٹھہری۔

میں نے ڈرتے ہوئے کہا، ماں کیا چاہیے۔ جیسے ہی میرے منہ سے ماں لفظ نکلا۔ اس کا تو جیسے سارا پاگل پن دور ہو گیا۔ مجھ سے لپٹ گئی اور پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔ میں بھی بے قابو ہو گیا۔ اور آس پاس کے کچھ لوگ یہ منظر دیکھ کر حیران رہ گئے۔ ہم دونوں اس طرح رو رہے تھے کہ جیسے صدیوں پہلے بچھڑے ماں بیٹے اچانک ایک دوسرے سے مل رہے ہوں۔

نجمہ کی تو ہچکی بند گئی روتے ہوئے کہتے تھی تم سالک ہو، الیاس ہو کہاں گئے تھے مجھے چھوڑ کر، میں تو تمہارے منہ سے ماں سننے کے لیے ترستی تھی۔ نجمہ

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

نے زمین پر پڑی گڑیا اٹھائی اور مجھے کہنے لگی۔ یہ دیکھو سلمہ کتنی بڑی ہوگئی۔ میں بس روتا رہا۔ میں نے سنا تھا کہ ماں اگر پاگل بھی ہوجائے تو پھر بھی اسے اپنے بچوں کے نام یاد رہتے ہیں آج یہ منظر دیکھ کر میں ششدر رہ گیا۔۔ اتنے میں نجمہ روتے روتے گر پڑی اور بے ہوش ہوگئی۔ میں نجمہ کو پانی پلانے کی کوشش کر رہا تھا اور اسے ہوش میں لانے کی کوشش کر رہا تھا۔ میں نے مڑ کے دیکھا تو لوگوں کی ایک اچھی خاصی تعداد جمع ہو چکی تھی۔ کچھ لوگ مجھے دیکھ کر حیران تھے۔ اور کچھ لوگ سرگوشیاں کر رہے تھے کہ یہ پاگل عورت۔۔۔ میں نے چیخ چیخ کر لوگوں سے کہا۔ کیا دیکھ رہے ہو یہی نا کہ یہ پاگل عورت اس قدر سنجیدہ کیوں کر ہوئی؟ میں نے اس میں ایک ماں کو دیکھا ہے۔ لیکن آپ لوگوں نے کبھی اس کا درد محسوس نہیں کیا ہے۔ یہ آپ کی طرح ایک انسان ہے۔ بس حالات نے اسے ایسا بنا دیا۔ میں نے چیخ چیخ کر لوگوں سے کہا کہ کاش تم سب نے اس عورت کا درد محسوس کیا ہوتا! تو آج آپ سے نفرت بھری نظروں سے نہیں دیکھتے۔ میرے لیے یہ ایک ماں ہے ماں۔ جبکہ تمہارے لیے یہ صرف ایک پاگل عورت ہے۔ صرف ایک پاگل عورت۔ ہاں ہاں صرف ایک پاگل عورت!!!!!

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

صلہ

لیکن ان لوگوں کو یہاں بلانے کی کیا ضرورت تھی؟ ہم آپس میں بھی تو بات چیت کر سکتے تھے۔
نہیں بھیا نہیں! ان لوگوں کو میں نے ہی بلایا ہے۔ ان کو بھی پتہ چلنا چاہئے کہ ہم دونوں بھائیوں میں سے قرضدار کون ہے؟ اور ڈرامہ کون کر رہا ہے؟ راشد اور رومان باورچی خانے میں زور زور سے باتیں کرتے تھے۔ راشد کو رومان سے اس طرح کی باتوں کی بالکل بھی امید نہیں تھی۔ اسے یقین نہیں آرہا تھا کہ رومان اتنے تلخ لہجے میں اپنے بڑے بھائی راشد سے بات کرے گا۔ کہنے کو راشد بڑا بھائی تھا رومان کا۔ لیکن راشد نے ہمیشہ ایک باپ کا کردار نبھایا۔
راشد اور رومان عتیق اللہ کے دو بیٹے تھے عتیق اللہ کی تین بیٹیاں بھی تھیں۔ ہنستا کھیلتا پریوار تھا۔ عتیق اللہ کاروبار کرتا تھا اور اس کا شمار صاحب ثروت لوگوں میں ہوتا تھا لیکن کہتے ہیں ناوقت بدلنے میں دیر نہیں لگتی۔ اچانک سے عتیق اللہ کو مہلک بیماری نے دبوچ لیا۔ پانی کی طرح پیسہ خرچ کیا۔ ساری جمع پونجی

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

ادویات کی نذر ہوگئی۔ زمین تک بیچ ڈالی۔ لیکن ہونی کو کون ٹال سکتا ہے۔ مال بھی گیا اور جان بھی گئی۔ راشد نے باپ کے مرنے کے بعد کاروبار سنبھالنا چاہا۔ لیکن وہاں سنبھالنے کے لئے بچا ہی کیا تھا۔ گھر کا بڑا بیٹا ہونے کے ناطے راشد پر اپنی بوڑھی ماں، تین جوان بہنوں اور اپنے چھوٹے بھائی رومان کی ذمہ داری بھی آن پڑی۔ جب کچھ نہ بن سکا تو راشد مزدوری کرنے کے لئے مجبور ہوا۔ محنت مزدوری کر کے تین بہنوں کی شادی کرا دی۔ راشد نے اپنے دونوں بچوں کو مقامی سرکاری اسکول میں پڑھایا۔ لیکن رومان کو شہر کے اچھے سے اچھے اسکول میں پڑھایا لکھایا۔ باپ کی کمی محسوس ہی نہیں ہونے دی۔ گریجویشن کے بعد رومان کو مسابقتی امتحان کے لئے پڑھنے باہر بھیج دیا۔ چار سال تک مسلسل پڑھتا رہا۔ اس دوران راشد کو سخت مشکلات سے نبرد آزما ہونا پڑا۔ اپنا پیٹ کاٹ کر اسے مسابقتی امتحان کے لئے تیار کیا۔ خود پرانے مکان میں رہا۔ لیکن رومان کو پڑھایا۔ اس دوران کئی لوگوں سے قرض بھی لینا پڑا۔ راشد قرض اٹھاتا گیا اسے امید تھی کہ رومان کا مستقبل سنور جائے گا پھر قرض چکانے میں دیر نہیں لگے گی۔ دو بار رومان مسابقتی امتحان میں لگاتار ناکام ہوا۔ اس کے حوصلے پست ہو گئے اور واپس گھر لوٹ آیا۔ اور بھائی سے کہنے لگا کہ بھائی مجھ سے نہیں ہوگا۔ اور پیسے بھی کافی لگتے ہیں، اتنے پیسے ہم کہاں سے لائیں گے۔

رومان پیسوں کا انتظام مجھے کرنا ہے آپ کو نہیں۔ آپ صرف پڑھائی پر دھیان دو۔ راشد یہ سب بڑے جوش سے کہہ تو رہا تھا۔ لیکن اندر ہی اندر اسے یہ پریشانی کھائے جا رہی تھی کہ پیسوں کا انتظام کیسے ہوگا۔

شام کا وقت تھا راشد کمرے میں اکیلے بیٹھا تھا اسی سوچ میں تھا کہ بیوی

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

کمرے میں داخل ہوئی۔

آپ کیوں پریشان ہو کیا بات ہے؟ کچھ نہیں بس یوں ہی۔

کچھ تو ہے جو آپ مجھ سے چھپا رہے ہیں۔ خدا کے لئے بتاؤ کیا بات ہے۔

مجھ سے تمہاری پریشانی دیکھی نہیں جاتی۔

دراصل میں رومان کو لے کر فکر مند ہوں کہ اسے واپس بھیجنا ہے پڑھائی کے لیے لیکن پیسوں کا انتظام نہیں ہو پا رہا ہے۔ ٹھیکیدار سے پہلے ہی ایک لاکھ لے چکا ہو۔ سال بھر وہاں مزدوری کرنے کے بعد بھی وہ قرض ادا نہیں ہو گا۔

میرے سرتاج۔

ایک بات پوچھوں، کہیں ناراض تو نہیں ہو جاؤ گئے۔

نہیں نہیں پوچھو کیا پوچھنا ہے۔

ہماری اتنی اوقات نہیں ہے کہ ہم رومان کو اتنے مہنگے ادارے میں پڑھائیں۔ ہمارا اپنا بھی بیٹا ہے اور اپنے بھی اخراجات ہیں۔ دوائی کے لئے بھی ہمارے پاس پیسے نہیں ہوتے ہیں۔

بیگم یہ سب تو ٹھیک ہے لیکن میں نے اپنے والد سے وعدہ کیا ہے کہ میں رومان کو اچھے سے اچھے ادارے میں پڑھاؤں گا۔ اور کچھ ہی وقت کی تو بات ہے۔ ایک بار رومان آفیسر بن گیا پھر کیا ہماری تقدیر بدل جائے گی۔

لیکن آپ کو میرا ساتھ دینا ہو گا۔

آپ حکم کیجئے میرے سرتاج آپ کے لئے تو میری جان بھی حاضر ہے۔ راشد کی آنکھوں میں چمک سی آ گئی۔ اس نے اپنی بیگم کا ہاتھ محبت سے اپنے ہاتھوں میں لیا۔ اور کہا۔ آپ کے جو زیورات ہیں وہ سب مجھے دے دو میں وہ بیچ دوں گا

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

اور رومان کے لئے فیس اکھٹا کروں گا۔ میں آپ سے وعدہ کرتا ہوں ایک بار رومان آفیسر بن گیا میں اس سے زیادہ زیورات تمھیں لا کر دوں گا۔ بیگم نے بنا کچھ کہے اپنے سارے زیورات لائے اور راشد کے حوالے کر دیئے۔ راشد نے وہ زیورات بیچ دیئے اور اس طرح سے رومان کے پھر سے باہر جانے کا بندوبست ہو گیا۔ وقت گزرتا گیا راشد یکے بعد دیگرے قربانیاں دیتا گیا۔ یہاں تک کہ فاقہ کشی کی نوبت آ گئی۔ اپنے بیٹے کی نہ صرف پڑھائی متاثر ہوئی بلکہ معیاری کھانا نہ ملنے کی وجہ سے اس کی صحت پر بھی برے اثرات مرتب ہونے لگے۔ غنیمت تھی کہ راشد کی بیوی صابر، ہمدرد، فرمانبردار اور نیک عورت تھی جو یہ سب کچھ برداشت کرتی رہی۔ کبھی اگر وہ اس حوالے سے بات کرتی بھی تھی تو راشد اسے یہ کہہ کر چپ کراتا تھا کہ ایک بار رومان آفیسر بن جائے پھر دیکھنا ہمارا اچھا وقت آنے میں دیر نہیں لگے گی۔ بیچاری خاموش ہو جاتی تھی۔ پھٹے پرانے کپڑوں میں ہی رہتی تھی لیکن اپنے شوہر کو خوش دیکھنا چاہتی تھی۔ آج سے آٹھ مہینہ پہلے رومان مسابقتی امتحان میں کامیاب ہو گیا اور ایک بہت بڑا آفیسر بن گیا۔ تب جا کر راشد نے راحت کی سانس لی۔ کہ اب اس کا قرض بھی اتر جائے گا۔ بیوی کے زیورات واپس لانے میں بھی مدد ملے گی۔ اور بیٹا بھی کسی اچھے سکول میں پڑھ سکے گا۔ لیکن ملازمت ملنے کے بعد رومان کے تیور بدلے بدلے سے لگے آٹھ مہینے اسی طرح گزر گئے۔

آج راشد نے جب رومان سے اس کی تنخواہ کے بارے میں پوچھا تو رومان آگ بگولہ ہو گیا۔ وہ فوراً باہر گیا اور گاؤں کے چند ذمہ دار لوگوں کو بلا کر لایا۔ راشد ہکا بکا رہ گیا۔ سب لوگ ایک کمرے میں جمع ہوئے۔ رومان نے ان

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

سب سے مخاطب ہو کر کہا۔ میرا یہ بھائی بار بار کہتا ہے کہ میں مقروض ہو گیا اور مجھ سے میرے تنخواہ کا تقاضا کر رہا ہے۔ آپ اس سے ذرا پوچھیئے کہ اس نے ایسا کیا کیا جو یہ قرضدار ہو گیا۔ سب لوگ راشد کی طرف دیکھنے لگے۔ راشد سہم سا گیا اسے یقین نہیں آ رہا تھا کہ یہ رومان بول رہا ہے۔ اس سے کوئی جواب نہ بن پایا۔ جیسے کسی نے اس کی زبان کاٹ دی ہو بس ماتھے سے پسینہ ٹپکنے لگا۔ رومان اور تیش میں آیا اور کہنے لگا۔

یہ ڈرامہ بند کرو آپ کو پتہ ہے مجھے کتنا قرضہ ہے۔ سننا چاہو گے آپ سب۔ ہاں ہاں بولو کتنا قرضہ ہے پنچایتوں میں سے کسی نے کہا۔ راشد حیران ہوا کہ آخر رومان کیونکر قرضدار ہوا۔

سن لو آپ سب کہ میں کتنا قرضدار ہوں اور آپ ہی فیصلہ کرو کہ کس کو کس کی مدد کرنی چاہیے۔ میں ایک آفیسر ہوں جوائن کرتے ہی میں نے بنک سے پندرہ لاکھ کی گاڑی لی ہے جس کا قرضہ ابھی مجھ پر باقی ہے۔ اور میرے بھائی نے کیسے سوچ لیا کہ میں اس گاؤں میں رہوں گا میرا تو یہاں دم گھٹنے لگا ہے اس لئے میں نے سٹی میں ایک مکان لیا ہے اور اس کے لئے بھی میں نے بنک سے بیس لاکھ روپے کا قرضہ لیا ہے۔ رہی بات میرے آفیسر بننے کی تو یہ سب میری محنت ہے بس۔

پوچھئے میرے بھائی سے کہ قرضدار کون ہے وہ جس پر چار لاکھ کا قرضہ ہے یا میں جس پر پینتیس لاکھ روپے کا قرضہ ہے۔ راشد کچھ کہنا چاہتا تھا لیکن الفاظ حلق میں اٹک کر رہ گئے اور نظریں دروازے پر بیٹھے بیٹے پر جم گئیں جو پھٹے پرانے کپڑوں میں تھا اور جس کے ہاتھ میں ایک ٹوٹی ہوئی پینسل تھی۔

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

پرایا شہر

نئے شہر میں ابھی دو چار دن ہی ہوئے تھے اور یہاں بچوں نے آسمان سر پر اٹھایا تھا۔ بیگم ان بچوں کو کیا ہو گیا۔ ہارث اور ذکرہ تو چپ ہونے کا نام ہی نہیں لے رہے ہیں۔

بیگم گیس پر پریشر کو کر رکھتے ہوئے۔

میں نے پہلے ہی کہا تھا ہم اپنے ہی گاؤں میں ٹھیک ہیں۔ انہیں پرائے شہر کی ہوا راس ہی نہیں آئی۔ لیکن تم کو کون سمجھائے تمہیں تو اپنا آبائی گاؤں چھوڑنے کا تو جیسے بھوت سوار ہو گیا تھا۔

سبدر دراصل اپنے آبائی گاؤں خوشحال پور میں اپنے بیوی بچوں کے ساتھ بڑے سکون سے رہ رہا تھا۔ سبدر کو بہت ہی نیک اور ملنسار ہمسایہ نصیب ہوئے تھے۔ جو دکھ سکھ میں سبدر کے کام آتے تھے۔ محبت سے سب لوگ رہ رہے تھے۔ اس دن بھی سبدر آفس سے چھٹی لے کر کسی رشتہ دار کے ہاں

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

دعوت پر گیا تھا۔ اپریل کا مہینہ تھا اور ہارث کا سالانہ امتحان چل رہا تھا۔ جس وجہ سے اسے ساتھ لینا ممکن نہیں تھا۔ اس لئے ہمسایہ سریش کو بتا کر گئے تھے کہ ہارث آجائے تو اسے اپنے گھر میں رکھنا جب تک ہم واپس لوٹیں گے۔ ہوسکتا ہے آنے میں دیر ہو جائے۔ سبدر اپنی بیگم سلیمہ اور بیٹی ذکرہ کو لے کر جوں ہی واپس گھر آیا تو اسے پورا گاؤں سنسان نظر آیا۔ اور ہارث بھی کہیں نظر نہیں آرہا تھا۔ ایک گلی میں چھوٹے سے بچے کو دیکھا تو بلا کر لایا۔ بیٹا سریش انکل کے گھر پر ہارث ہوگا۔ اسے بلا کر لاؤ۔ کہو کہ ابا بلا رہے ہیں۔

انکل ہارث وہاں نہیں ہے اور سریش انکل بھی گھر پر نہیں ہے کیوں وہ کہاں گئے ہیں۔ انکل ہارث کو۔۔۔

کیا ہوا ہارث کو۔ جلدی سے بتاؤ کیا بات ہے۔ انکل ہارث اسکول کی گاڑی سے اتر رہا تھا کہ کسی موٹر سائیکل والے نے ٹکر ماردی۔ اور خود بھاگ گیا۔

یا اللہ رحم فرما۔ پھر کیا ہوا۔ کہاں ہے ہارث۔

ہارث کو سریش انکل اور نظام انکل ہسپتال لے گئے ہیں۔ اور بھی بہت سے لوگ ان کے ساتھ ہیں۔ میری امی بھی گئی ہے ان کے ساتھ۔

او مائے گاڑ۔ سبدر نے فوراً جیب سے فون نکالا اور سریش کو فون ملایا۔

ہلو سریش۔۔۔ ہلو۔

ہاں سبدر بولو۔

سریش کیا ہوا ہارث کو اور کہاں ہو تم۔

بھگوان کی دیا سے ہارث بیٹا ٹھیک ہے۔۔ اور ہم SKIMS میں ہیں۔ سب ٹھیک ہے گھبرانے کی ضرورت نہیں ہے۔

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

سبدر اپنی بیوی کو لے کر فوراً سکمز SKIMS پہنچا۔ جہاں ہارث خون میں لت پت بیہوش پڑا تھا اور نظام صاحب، ہاجرہ، سکندر اور سریش گڑگڑا کر اس کے بچنے کی دعائیں مانگ رہے تھے۔ کمرے میں داخل ہوتے ہی سبدر اور سلیمہ کی چیخ نکل گئی۔ اتنے میں ڈاکٹر صاحب کمرے سے نکلے۔ کیوں شور مچا رکھا ہے۔

جناب یہ ہارث کا باپ ہے۔ شریش نے ڈاکٹر صاحب سے کہا۔

اووو۔۔۔

بڑے خوش نصیب ہو۔ کہ ان لوگوں نے وقت پر ہارث کو ہسپتال پہنچایا۔ وقت پر اگر یہ لڑکا ہسپتال نہیں پہنچتا اور خون کا انتظام نہیں ہوتا تو اس لڑکے کا بچنا ناممکن تھا۔ تمہیں تو ان لوگوں کا شکر ادا کرنا چاہئے۔۔ سبدر من ہی من میں سوچ رہا تھا کہ ان سب کا شکریہ ادا کیسے کروں جنہوں نے میری غیر موجودگی میں اپنا گھر بار چھوڑ دیا اور میرے بیٹے کو ہسپتال لے آئے۔ اور اپنی رگوں سے خون نکال کر میرے بیٹے کی زندگی بچالی۔ خیر دو دن بعد ہارث کو ہسپتال سے چھٹی ملی اور سب لوگ ہنسی خوشی گھر لوٹے۔ چند مہینے گزرنے کے بعد نہ جانے سبدر کو گاؤں چھوڑنے کی کیا سوجھی؟ کہ اس نے اپنی ساری زمین بیچ ڈالی۔ اپنا آبائی مکان بیچ ڈالا۔ والدین سبدر کے اس فیصلے سے بے حد ناخوش تھے لیکن سبدر نے ان کی بھی پروا نہیں کی۔ بیگم کو بھی یہ فیصلہ صحیح نہیں لگا۔ وہ بار بار سبدر کو یاد دلاتی تھی کہ کس طرح سے ہمارے ہمسایہ ہمارے کام آتے ہیں۔ کس طرح سے ہم مل جل کر رہتے ہیں۔ اور کیسے ان ہمسایوں نے ہمارے بیٹے کو بچانے میں مدد کی۔ اُس کا خیال تھا کہ شاید سبدر کے

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

پلان میں کچھ تبدیلی آجائے ۔لیکن کہاں ۔ سبدر مرغ کی ایک ٹانگ والی بات پر اڑا رہا۔ سبدر نے شہر میں ایک مکان خرید لیا۔۔ بالآخر مجبور ہو کر بیوی نے بھی ساتھ دیا۔ اور دونوں اپنے بچوں کو لے کر نئے شہر میں منتقل ہو گئے۔ نئے شہر میں ایک دو دن مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ ہاں مگر بچوں کو یہ ماحول اس لئے راس نہیں آیا۔ کیوں کہ گاؤں میں بچے باقی بچوں کے ساتھ کھیلتے کودتے تھے۔ جبکہ نئے شہر میں آکر اس طرح بند ہو گئے جیسے کسی قید خانے میں بند تھے۔ ہارث نے تو دو دن سے کھانا بھی نہیں کھایا۔ اور اب سر درد کی شکایت بھی کر رہا تھا۔ ہارث کو پہلے چونکہ حادثہ پیش آیا تھا اس لئے اس کے معاملے میں سبدر اور اس کی بیوی حساس تھی۔ اس دن بھی سبدر اپنے دفتر سے لوٹا اور اندر آتے ہی پوچھنے لگا۔

ہارث نے کچھ کھایا کیا؟

نہیں کچھ نہیں۔ ہارث کے سر میں بھی درد ہے۔

گاؤں کی یاد آتی ہے شاید۔

بیگم تم کیوں نہیں سمجھاتی اس کو۔ کیا تھا اس گاؤں میں جس کی ہارث کو یاد آتی ہے۔

سبدر کیسی باتیں کرتے ہو تم۔۔

اس گاؤں میں ہم نے ساری زندگی گزاری ہے۔

اس گاؤں کے لوگ ہر وقت ہماری مدد کرتے تھے اور ہم ان کی۔ ہم ایک دوسرے کے لئے سچ میں سایہ تھے۔۔ اور یہ بچے وہاں بچوں کے ساتھ کھیلتے تھے۔ اس گاؤں میں ہارث کا بچپن کھو گیا ہے۔ یہاں تو یہ بچے جیسے قید خانے

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

میں بند ہو گئے۔ بیگم تم نہیں دیکھتی ہو یہاں کی چکا چوند زندگی۔ کتنی رونق ہے یہاں۔ ہر چیز دستیاب ہے۔

ہاں مگر وہ محبت، وہ ایک دوسرے کے کام آنا۔ یہاں یہ سب تو نہیں ہے سب کی اپنی اپنی الگ ہی دنیا ہے۔

خیر چھوڑو تم نہیں سمجھو گی یہ سب تمہیں تو بس گاؤں اور گاؤں کے لوگ چاہئے۔ یہ بتاو ہارث کہاں ہے۔

اپنے کمرے میں۔ سبدر نے کوٹ نکال کر کیل پر ٹانگ دیا۔ اور ہارث کے پاس گیا۔ ہارث کیا بات ہے۔

ابو سر درد ہے۔ اور کچھ کھانے کا دل نہیں کرتا ہے۔

چلو میں تمہیں ہسپتال لے چلتا ہوں۔

نہیں ابو امی نے دوائی لائی۔ میں کھا کر ٹھیک ہو جاؤں گا۔ اگلے دن پھر سبدر اپنے آفس گیا۔ دن کے بارہ بج گئے۔ اور سلیمہ ہارث کے کمرے میں آئی۔

ہارث۔۔۔۔ ہارث بیٹا، ہارث تم بات کیوں نہیں کرتے۔

سلیمہ نے ہارث کے ماتھے پر ہاتھ رکھا۔ ہارث بخار سے جل رہا تھا۔ او میرے خدا۔ اب کیا ہوگا۔ اتنے میں ہارث الٹیاں کرنے لگا۔

سلیمہ نے سبدر کو فون کیا۔

ہلو ہلو،

ہاں ہاں بولو۔

سبدر آپ فوراً گھر آ جاؤ

کیوں، کیا ہوا؟ کیا بات ہے؟

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

ہارث بہت بیمار ہے۔ وہ بخار سے جل رہا ہے۔ اور الٹی بھی آئی ہے۔ مجھے کچھ نہیں سوجھتا، آپ ہی بولو۔ میں کیا کروں۔

بیگم کسی ہمسایے کو بھلاؤ۔ اور ہارث کو ہسپتال پہنچاؤ۔ جب تک میں پہنچتا ہوں ٹھیک ہے۔ بیگم نے فون رکھ دیا۔ اور مسافر کی طرح گھر گھر کا دروازہ کھٹکھٹانے لگی۔ چلا چلا کر کہا۔ خدا کے لیے میری مدد کرو، میرا بیٹا بخار سے جل رہا ہے۔ لیکن کسی نے دروازہ نہیں کھولا۔ سب اپنی دنیا میں مست تھے۔ در در بھٹکنے کے بعد پھر واپس ہارث کے پاس آئی۔ ہارث میرے لعل۔ میرے جگر کے ٹکڑے۔ بے قراری کے عالم میں سلیمہ نے پھر فون ہاتھ میں لیا۔ اور دیکھا۔ سبدر نے پانچ بار فون کیا تھا۔ سلیمہ نے سبدر کو واپس فون کیا لیکن اب کی بار آواز حلق میں ہی اٹک گئی۔ ہچکی بند گئی۔

کیا ہوا بیگم۔ سبدر کی طبیعت کیسی ہے۔ ہلو کچھ تو بولو۔ میرا دل بیٹھا جا رہا ہے۔

کچھ نہیں سبدر ۔ پڑا ہے بستر پر۔ ہمارا سب کچھ ختم ہو گیا۔ ہارث اگر اسی طرح رہا تو وہ۔۔۔۔

نہیں بیگم کچھ نہیں ہو گا۔ میں ٹریفک جام میں پھنس گیا ہوں۔ لایا کسی کو بلا کر۔

نہیں آیا کوئی۔ میں ایک ایک گھر کا دروازہ کھٹکھٹا چکی ہوں۔ سبدر کون آئے گا۔ ہم اس شہر میں اجنبی ہیں۔ کون جانتا ہے ہمیں اس پرائے شہر میں۔

ماں ماں۔ ہارث نے دھیمی آواز، میں پکارا۔

بیگم نے فون رکھ دیا۔ ہاں بیٹا بولو۔ بولو بیٹا۔

سلیمہ نے پھر ٹھنڈے پانی میں بگویا ہوا رومال ہارث کے سر پر رکھ دیا۔ چند منٹ کے بعد سبدر ہانپتا ہوا اندر آیا۔ کیا بات ہے۔

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

ابھی ابھی ہوش آیا ہے۔سبدر چلو اسے ہسپتال لے چلتے ہیں۔دونوں ہارث کو لے کر ہسپتال پہنچے۔ ملاحظہ کرنے کے بعد ڈاکٹر ان دونوں سے مخاطب ہوا۔ بڑے خوش نصیب ہو آپ۔اگر پانچ منٹ اور دیر ہو جاتی تو اس لڑکے کا بچنا مشکل تھا۔ بخار دماغ پر چڑھ رہا تھا۔

دو تین گھنٹے ہسپتال میں رہنے کے بعد ڈاکٹر نے چند ادویات تجویز کیں اور گھر بھیج دیا۔گھر پہنچ کر اور سبدر معصومانہ انداز میں اپنی بیوی سے گویا ہوئے۔

بیگم۔ایک بات کہوں۔

ہاں کہو۔ہم گاؤں واپس جائیں گے۔

۔۔کون سا گاؤں۔اور کس کے پاس جائیں گے۔

ماں باپ سے لڑ کر آئے ہو یہاں۔اور وہ گاؤں کی زمین بھی تو بیچ ڈالی۔اپنا آبائی مکان تک بیچ ڈالا۔۔اب جائیں گے تو کہاں جائیں گے۔

میں نہ کہتی تھی۔کہ ماں باپ سے مت لڑو۔اور یہ زمین مت بیچو۔

سبدر خاموش ہو گیا۔جیسے آج پیش آئے اس واقعے نے سبدر کو پرائے شہر کے معنی و مفہوم سمجھائیں ہوں۔

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

بہار

نجمہ آج بھی روز کی طرح سڑک پر گاڑی کا انتظار کر رہی تھی اور حسب معمول آج بھی چند آوارہ لڑکے اس پر فقرے کستے ہوئے وہاں سے گزر گئے۔ عبدالرحمان کی آنکھیں اب یہ منظر دیکھنے کی عادی ہو چکیں تھیں نجمہ حسین و جمیل بلکہ انتہائی خوبصورت لڑکی تھی نہ جانے کیوں گاؤں کے اکثر لوگ نجمہ کو آوارہ اور بد چلن سمجھتے تھے لیکن نجمہ اس سب سے بے خبر صبح اپنے گھر سے نکلتی تھی اور شام کو واپس لوٹتی تھی کسی کو خبر نہیں تھی کہ یہ لڑکی کہاں جاتی ہے؟ کیا کرتی ہے؟ بس لوگ اپنی اپنی سوچ کے حساب سے اندازہ لگا لیتے تھے آج عبدالرحمان کے دل میں بھی یہ جاننے کی خواہش جاگ اٹھی کہ آخر یہ لڑکی کہاں جاتی ہے؟ کیا کرتی ہے؟ کیونکہ نجمہ عبدالرحمان کے دوست گلہ مچھلی کی بیٹی تھی۔۔۔

گلہ رحمان کے گھر میں کام کرتا تھا اور کبھی کبھی جنگل جا کر وہاں سے بہنے والے

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

دریا سے مچھلیاں بھی پکڑ کر بیچتا تھا اور اپنا گزارا کرتا تھا اسی لئے لوگ اسے گلہ مچھلی کہتے تھے۔ اس دن بھی گلہ عبدالرحمان کی بیٹی عارفہ کی شادی میں کام کر کے تھکن سے چور تھا کہ اچانک عبدالرحمان کے بڑے بیٹے نجیب کے ایم بی بی ایس میں کامیاب ہونے کی خبر آئی تھی۔ یہ خبر سن کر گلہ کی ساری تھکان ایک دم سے غائب ہوئی اور گلہ خوشی سے ناچنے لگا۔ شام کو نجیب گھر آیا تھا گلہ اور انکل سے گلے مل کر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا۔ سبھی حیران تھے کہ خوشی کے اس موقع پر نجیب رو کیوں رہا ہے۔ گلہ نے نجیب کا ماتھا چوما اور کہا۔

بیٹا کیوں رو رہے ہو آج تو خوشی کا دن ہے ایک تو عارفہ بیٹی کی شادی احسن طریقے سے انجام پائی اور تُو ڈاکٹر بن گیا۔۔

گُلہ انکل یہ سب تو آپ کی وجہ سے ممکن ہوا ہے۔ ہمارے گھر کا چھوٹے سے چھوٹا کام آپ ہی کرتے ہیں۔ ہمیں تو کسی چیز کو ہاتھ بھی نہیں لگانے دیتے ہیں آپ۔ تبھی تو میرا ڈاکٹر بننا ممکن ہوا ہے۔ اور عارفہ دی دی کی شادی میں بھی سارا کام آپ نے ہی انجام دیا ہے آخر ہم آپ کا احسان کب اتاریں گے۔

یہ کہنا تھا کہ سب کی آنکھیں نم ہو گئیں۔ گھر کے سبھی افراد نے گلہ کو گلے سے لگایا۔ اور گلہ کی آنکھیں بھی بھیگ گئی۔ گلہ انکل کا موڈ ٹھیک کرنے کے لیے نجیب نے کہا۔

کل میرے کچھ مہمان آنے والے ہیں وہ چندی گڑھ سے ہیں کچھ خاص انتظام کرنا ہوگا۔ وہ دو تین دن یہیں ٹھہریں گے۔

کوئی بات نہیں بیٹا کل میں جنگل جاؤں گا اور ان کے لئے مچھلیاں لاؤں گا وہ بھی کیا یاد کریں گے۔ گلہ نے آنسو پوچھتے ہوئے کہا۔

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

نہیں نہیں گلہ انکل آپ تو ویسے ہی تھکے ہوئے ہیں۔ اتنے دنوں سے کام کر رہے ہیں۔ اور اب اتنا مشکل سفر۔۔۔۔۔۔۔

کوئی بات نہیں بیٹا، تمہارے ڈاکٹر بننے کی خبر سن کر میری ساری تھکان دور ہو گئی۔

اگلے دن گلہ جنگل کی طرف روانہ ہوا اور شام دیر گئے تک واپس نہیں لوٹا تو گھر والوں کے ساتھ ساتھ پورا گاؤں پریشان ہوا۔ اور گلہ کو ڈھونڈنے نکلے۔ رات کے ایک بجے جنگل میں گلہ کی لاش ملی اور گلہ کے اردگرد مچھلیاں بکھری پڑی تھیں۔ اسے کسی جنگلی جانور نے چھیر پھاڑ کر کے اُس کی زندگی کا خاتمہ کر دیا تھا۔

بس پھر کیا تھا گلہ کی اپاہج بیوی دو لڑکیاں اور ایک ذہنی معذور بیٹا سڑک پر آ گئے۔ پہلے چند دن لوگوں نے بڑی بڑی باتیں کیں کہ وہ اس گھر کے لیے بہت کچھ کریں گے لیکن دن گزرتے گئے بات پرانی ہوتی گئی۔

اب لوگوں کو گلہ کی بیٹیوں کے اچھے کپڑے پہننا بھی گوارا نہیں تھا۔ مدد کرنے کے بجائے وہ یہ سوچتے تھے کہ یہ لڑکیاں پیسے کہاں سے لاتی ہیں ضرور کوئی نہ کوئی غلط کام کرتی ہیں یہاں تک کہ کوئی بھی ان کے گھر نہیں جاتا تھا۔

عبدالرحمان بھی اپنی دنیا میں اس قدر مگن ہو گیا کہ اُسے یہ دیکھنے کی بھی فرصت نہیں تھی کہ آخر ان کا گھر کیسے چلتا ہے۔

گاؤں کے آوارہ لڑکوں نے ان لڑکیوں کو مالِ غنیمت سمجھا تھا۔ جو جی میں آتا تھا کہتے تھے۔

نہ جانے آج ان آوارہ لڑکوں کے جملے کیوں سیدھے عبدالرحمان کے کلیجے پر جا لگے۔ اور وہ سوچنے لگا کیوں نہ آج پتہ کر ہی لیا جائے کہ یہ لڑکی کہاں جاتی ہے۔ اس لیے وہ بھی اسی گاڑی میں سوار ہوا جس میں یہ لڑکی سوار ہوئی۔

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

تقریباً پندرہ کلومیٹر کی مسافت طے کرنے کے بعد یہ لڑکی گاڑی سے اتری۔ چند قدم کی دوری پر عبدالرحمان بھی گاڑی سے اتر گیا۔اور نجمہ کو ایک بڑے گیٹ کے اندر جاتے ہوئے دیکھا۔عبدالرحمان اسی گیٹ کے باہر بیٹھے سوچ رہا تھا کہ اندر جاؤں کہ نہ جاؤں۔۔۔۔۔۔

اتنے میں اندر سے آواز آئی

نجمہ کہاں تھی اتنے دن۔۔۔کیا جواب دونگا میں گاہکوں کو۔۔۔۔۔۔

یہ سننا تھا کہ عبدالرحمان کے پاؤں تلے زمین کھسک گئ اس کے ذہن میں وہ ساری باتیں آ گئ جو گاؤں کے لوگ نجمہ کے بارے میں کر رہے تھے۔وہ کچھ پل بُت بنا کھڑا رہا لیکن اس سے رہا نہ گیا۔وہ دروازے کے اندر داخل ہوا۔۔۔

جہاں ایک بزرگ انسان ہاتھ میں تسبیح لئے کھڑا تھا۔

عبدالرحمان نے سلام عرض کی۔

وعلیکم السلام

کہئے جناب، کون ہیں آپ اور کیا کام ہے۔

عبدالرحمان کی زبان لڑکھڑائی جی میں۔۔۔میں۔۔۔

ہاں ہاں کہیے کیا بات ہے۔

دراصل ابھی ابھی جو لڑکی یہاں آئی وہ میرے گاوں سے ہے۔

اچھا آپ نجمہ کی بات کرتے ہیں

ہاں ہاں نجمہ اس کے بارے میں جاننا تھا کہ وہ کیا کرنے یہاں آتی ہے۔

اچھا تو آج آپ یہ جاننے آئے ہیں کہ نجمہ کیا کرتی ہے۔کبھی یہ جاننے کی کوشش کی کہ نجمہ کے گھر کا چولہا جلتا بھی ہے یا نہیں، نجمہ کی بیمار ماں کو دوائی

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

ملی یا نہیں، اور نجمہ کے اس ذہنی مریض بھائی کی کیا حالت ہے۔
عبدالرحمان سکتے میں آ گیا۔۔۔ جناب آپ کو یہ سب کیسے پتہ؟
سب کچھ بتایا نجمہ نے دراصل وہ میرے پاس پچھلے کئی سالوں سے قالین بُننے کا کام کرتی ہے۔ سخت محنت کر کے اپنا گھر چلاتی ہے صوم الصواۃ کی پابند ہے کبھی کبھی اپنی داستان سنا کر رو پڑتی ہے۔
یہ سننا تھا کہ عبدالرحمان کی آنکھیں نم ہوئیں۔ ماتھے پر پسینے کی بوندیں رقص کرنے لگیں۔ شرمندہ ہو کر واپس نکلا اور گھر پہنچ کر ساری داستان اپنی بیگم ہاجرہ کو سنائی۔۔
اگلے دن صبح دونوں میاں بیوی نجمہ کے گھر گئے۔ پورا گاؤں کھڑکیوں سے جھانکنے لگا کہ عبدالرحمان جیسا دولت مند اور اثر رسوخ والا انسان نجمہ کے گھر گیا جو کہ ایک بدنام زمانہ لڑکی تھی۔
نجمہ کچھ حساب لکھ رہی تھی۔ عبدالرحمان پر نظر پڑتے ہی اٹھ کھڑی ہوئی۔
رحمان انکل آپ؟ آنٹی آپ؟
اتنے میں ویل چیر پر نجمہ کی ماں بھی کمرے میں آئی۔۔ آپ یہاں کیسے؟
رحمان اور ہاجرہ بُت بنے کھڑے رہے ان کی آنکھیں نم ہوئی اور دونوں نے نجمہ کو گلے سے لگایا۔ بیٹی ہمیں معاف کرنا آپ کے والد صاحب کے ہم پر بے شمار احسانات ہیں۔ آج ہم ان احسانات کا بدلہ چکانے آئے ہیں۔ نجمہ اور اس کی ماں کی سمجھ میں کچھ نہیں آیا تو رحمان نے صاف صاف کہہ دیا کہ میں آپ کی بیٹی کا ہاتھ مانگنے آیا ہوں
لیکن کس کیلئے۔۔۔ نجمہ کی ماں نے حیرت سے پوچھا۔

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

اپنے بیٹے ڈاکٹر نجیب کے لئے۔ دونوں نے بیک زبان کہا۔
نجمہ کی ماں خیالوں میں کھوگئی کہ آخر یہ کیسے ممکن ہے لوگ تو میری بیٹی کو آوارہ اور بد چلن سمجھتے ہیں ہمارے گھر کی طرف کوئی دیکھتا تک نہیں ہے۔ ہمیں تو اپنے رشتہ داروں نے بھی اللہ کے رحم کرم پر چھوڑ دیا ہے۔۔۔
بھابی آپ کن خیالوں میں کھوگئی۔
نجمہ کی ماں کے خیالوں کا تسلسل ٹوٹ گیا
کچھ نہیں بھائی صاحب سوچتی ہوں کیا نجیب میری بیٹی۔۔۔
ہاں ہاں یہ میرے بیٹے کی خوش نصیبی ہوگی اگر اس کی شادی نجمہ جیسی، شریف محنتی، دیندار اور بہادر لڑکی سے ہوگی۔
لیکن لوگ۔۔۔ نجمہ کی ماں نے آنسو صاف کرتے ہوئے کچھ کہنا چاہا کہ اس کی آواز حلق میں اٹک گئی۔
ہاجرہ نے نجمہ کی ماں کو گلے سے لگا۔ تمہیں گلہ کی قسم نامت کہنا ہمیں اپنی غلطی سدھارنے کا موقع دے دو ورنہ ہم خود کو کبھی معاف نہیں کر پائیں گے۔۔۔
نجمہ اس کی ماں اور اس کی بہنیں خوش ہوئیں انہیں سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ یہ کیا ہوگیا۔
اگلے ہفتے ہم نجمہ بیٹی کو اپنے گھر کی مالکن بنا کر لے جائیں گے یہ کہہ کر رحمان اور ہاجرہ نکلنے لگے۔ باہر نکلے تو سب لوگ کھڑکیوں سے جھانک رہے تھے اور چہ میگوئیاں کر رہے تھے لیکن نجمہ اور اس کی ماں اس سب سے بے خبر اپنے جلے ہوئے اور خزاں رسیدہ آنگن کی طرف اس طرح دیکھ رہے تھے جیسے ان کے آنگن میں بہار اتر آئی ہو۔۔

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

عروج

ان دنوں پورے ملک کی اقتصادی حالت ابتر ہو چکی تھی۔ صاحب ثروت لوگ بھی کمزور پڑ چکے تھے۔ غریبوں کا حال تو نا قابل بیان تھا۔ لیکن سحران کی ماں گھر گھر جا کر مزدوری کرتی تھی اور سحران کو نہ صرف پالتی پوستی تھی بلکہ اس کی پڑھائی پر بھی دھیان دیتی تھی۔ سحران میرا دوست تھا مجھ سے اس کی ماں اور گھر کی حالت نہیں دیکھی جاتی تھی سحران کی ماں دن بھر لوگوں کے گھروں میں برتن مانجتی تھی رات کو جب سب لوگ سوتے تھے سحران کی ماں رات رات بھر اون کاتتی تھی پھٹے پرانے کپڑے پہنتی تھی۔ کبھی کھانا کھاتی تو کبھی میرا حال بھی کچھ ٹھیک نہیں تھا کاروبار گھاٹے میں چل رہا تھا۔ میں چاہ کر بھی اس کی مدد نہیں کر سکتا تھا۔ بیچارے کا باپ مزدوری کرتا ایک حادثے کا شکار ہو کر، اپاہج ہو گیا تھا۔ میں جب بھی سحران کے گھر جاتا تھا اس کی ماں اکثر کہتی تھی کہ ''میرے سحران کو ایک دن عروج نصیب ہوگا۔ میری

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

حالت ایک دن بدلے گی۔ بیچاری اسی امید میں جیتی تھی۔ خیر مجھے کاروبار کے سلسلے میں ملک سے باہر جانا پڑا۔ جہاں میں تقریباً آٹھ سال رہا۔ اس دوران بیشتر دوستوں اور رشتہ داروں سے میرا رابطہ منقطع رہا۔ رفتہ رفتہ میرے کاروبار کی حالت سدھرنے لگی میں وطن واپس لوٹا۔ میں جانتا تھا کہ میری ماں کی دعاؤں سے دن دن گزار رہا ہوں اس لیے میں اپنا بیشتر وقت ماں کے قدموں میں گزارتا تھا۔ میں جانتا تھا کہ یہ نعمت قسمت والوں کو نصیب ہوتی ہے۔ ایک دن میں اپنے صحن میں آرام سے بیٹھے اپنی ماں کے پاؤں دبا رہا تھا اور ساتھ ساتھ اخبار بھی پڑھ رہا تھا۔ اچانک میری نظر ایک اشتہار پر پڑی جو ایک ڈاکٹر صاحب کے متعلق تھی۔ جی ہاں نام کے ساتھ ساتھ سحران کی تصویر بھی تھی۔ میں رُک گیا اور سوچنے لگا کہیں یہ میرا دوست سحران تو نہیں ہے پھر ساتھ ہی خیال آیا نہیں کہاں میرا مفلس دوست سحران اور کہاں یہ ڈاکٹر سحران۔ پھر ساتھ ہی سوچا کہ ماں کی دعاؤں سے تو کچھ بھی ممکن ہے سحران کی ماں تو ہمیشہ سحران کے لیے اللہ سے عروج کی دعا کرتی تھی۔ خیر اشتہار کے نیچے ایک نمبر بھی لکھا ہوا تھا میں نے یہ نمبر ملایا۔ میں کچھ کہنے ہی والا تھا کہ سامنے والے نے بڑے تلخ لہجے میں کہا۔ نام بولیے؟ میں نے کہا، جی میرا نام دلاور ہے۔ ٹھیک ہے پندرہ نومبر کو دن کے دو بجے پہنچ جانا۔ میں نے فوراً کہا جی نہیں میں بیمار نہیں ہوں دراصل میں ڈاکٹر صاحب کا دوست ہوں ان کا نمبر مل سکتا ہے کیا ان سے بات کرنی تھی۔ ہم کسی کو ڈاکٹر صاحب کا نمبر نہیں دے سکتے ہیں یہ کہہ کر اس نے فون رکھ دیا۔ ماں بیٹا کون ہے؟ کس سے بات کر رہے تھے تم۔

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

ماں وہی میرا دوست سحران جس کے عروج کے لیے اس کی ماں دعائیں کرتی تھی۔۔ وہ ایک بہت بڑا ڈاکٹر بن چکا ہے ماں یہ سن کر بے حد خوشی ہوئی۔ بیٹا چلو اس کے گھر جاتے ہیں میں بھی آتی ہوں۔ اتنے میں اندر سے نمارق آئی۔ بابا میں بھی آؤ گی۔ نہیں بیٹا تم مما کے بغیر کہاں رہتی ہو۔ بابا ٹھیک ہے مما کو بھی ساتھ لیں گے۔ اچھا ٹھیک ہے۔ اس طرح سے ہم چاروں گاڑی میں بیٹھے اور نکل پڑے۔ وہاں پہنچے تو نئی ہی دنیا دیکھنے کو ملے جہاں پر ایک چھوٹی سی جھونپڑی تھی وہاں آج ایک عالی شان محل بنا تھا جہاں پر گائے باندھی جاتی تھی وہاں ایک خوبصورت پارک بنی تھی۔ پارک کے بیچوں بیچ ایک صاف وشفاف ندی بہہ رہی تھی۔ اس جگہ کی تو کایا ہی پلٹ گئی تھی صحن میں داخل ہوتے ہوئے میں نے دھیرے سے ماں کے کان میں کہا۔ ماں سحران کو تو سچ مچ عروج مل گیا ہے میرے لیے بھی ایسے ہی عروج کی دعا کرنا ماں۔ ماں ہاتھ اٹھانے ہی والی تھی کہ اندر سے یکا یک دو نوکر ہمارے استقبال کے لیے باہر آئے اور ہمیں کافی اعزار کے ساتھ محل خانے میں لیا گیا۔ پہلے چائے اور پھر نہ جانے کون کون سے ضیافتیں لائیں گئی۔ لیکن میری آنکھیں اس بوڑھی عورت کو ڈھونڈ رہی تھیں جس کی وجہ سے سحران کو یہ عروج نصیب ہوا تھا اور جس کی سختیاں مجھ سے کبھی دیکھی نہیں جاتیں تھیں۔ شام کے کھانے پر سحران سے ملاقات ہوئی اس نے گرم جوشی سے ہمارا استقبال کیا اس کے بعد سحران نے زندگی کے سفر کے بارے میں تفصیل سے بتایا کہ انہیں یہ کامیابی اور یہ عروج کس طرح حاصل ہوا لیکن میں حیران تھا کہ سحران نے ایک بار بھی اپنے اپاہج باپ اور اس بوڑھی ماں کا ذکر نہیں کیا

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

خیر شام کو ڈائنگ ٹیبل پر کھانا لگ گیا نوکر چا کر کھانا لانے میں جٹ گئے میں نے سحران سے پوچھا۔سحران تمہاری ماں کہاں۔۔۔۔۔۔۔سحران نے میری بات کاٹتے ہوئے روگن جوش کا پلیٹ میری طرف دیتے ہوئے کہا۔اس میں سے کھایئے یہ میری بیوی نے پیور کشمیری وازوان اپنے ہاتھوں سے تیار کیا ہے۔مجھے لگا کی شاید ان کے ماں باپ داعی اجل کو لبیک کہہ گئے ہیں۔اس لیے۔

سحران ماں کے بارے میں بات نہیں کر رہا ہے۔خیر کھانا کھانے کے بعد سب لوگ سو گئے لیکن دلاور کو بالکل بھی نیند نہیں آئی۔۔۔وہ سہران کی ماں کے بارے میں جاننا چاہتا تھا اُسے سہران کی ماں بار بار یاد آ رہی تھی۔خیر اگلے دن جب دلاور اپنی ماں کو لے کر نکلنے ہی والا تھا کہ اُس کی نظر آنگن کے کونے میں چھوٹی سی جھونپڑی پر پڑی۔وہ اس طرف گیا اور منظر دیکھ کر دنگ رہ گیا۔سہران کی ماں ایک اندھیرے کونے میں پڑی کھانس رہی تھی۔

سہران یہ کیا؟ تمہاری ماں اس جھونپڑی میں اور اس طرح۔ہاں دلاور دراصل اس کو استھما ہے اور اسی لئے میں نے اُسے اُس جھونپڑی میں رکھا ہے کیوں اسے اپنے ساتھ رکھنے سے بیوی بچوں کو بھی انفیکشن ہونے کا خطرہ ہے۔یہ سن کر دلاور کے پاؤں تلے زمین کھسک گی اور وہ اپنی ماں سے لپٹ گیا۔ماں میرے لیے ایسے عروج کی دعا مت کرنا۔ایسے عروج سے تو زوال بہتر ہے۔میں ہمیشہ آپ کے ساتھ بلکہ آپ کے قدموں رہنا چاہتا ہوں۔یہ کہہ کر دلاور حقارت سے اپنے دوست کی طرف دیکھ کر وہاں سے نکل گیا۔

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

انوکھا تحفہ

بیگم چلو اور کتنا وقت لگے گا ابھی۔ دیر ہو جائے گی۔ آپ کو پتہ ہے کہ آج ہماری شادی کی سالگرہ ہے۔ میں نے اپنے سبھی دوستوں کو بلایا ہے۔ وہاں ملک کے بڑے بڑے بزنس مین ہونگے۔۔ ہاں بابا ہاں نکل رہی ہوں۔ چند منٹ بعد ہاشم اپنی بیوی کے ساتھ وائٹ لینڈ نامی ہوٹل میں پہنچ گیا۔ جہاں پر شادی کی اینورسری منانے کے لیے ہاشم نے ایک شاندار تقریب کا انعقاد کیا تھا۔ ملک کے نامور بزنس مین، سیاست سے تعلق رکھنے والے چند نامی گرامی شخصیات اور بڑے آفیسران بھی اس تقریب میں مدعو کئے گئے تھے۔ ایک ایک کر کے لوگ ان دونوں کو گلدستے پیش کرتے گئے اور شادی کی بارویں سالگرہ پر مبارکباد پیش کرتے رہے۔ نصرت نے بھی آج ماڈرن ڈریس پہنی تھی اور وہ غضب کی لگ رہی تھی۔ ہاشم نے ایک ایک کر کے نصرت سے مہمانوں کا تعارف کرایا۔ ویٹر جونہی جوس لے کر حاضر ہوا تو وہ

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

ٹکٹکی باندھے ہاشم کو دیکھتا رہا۔ ہاشم نے ویٹر کو اپنے پاس بلایا اور پوچھا۔۔
بھئی کیا بات ہے آپ مجھے اس طرح سے گھور کیوں رہے ہیں۔ سر کیا آپ خلیل محمد کے بیٹے ہیں۔
ہاں لیکن تم کون ہو اور تم انہیں کیسے جانتے ہو۔ جناب میں بھی آپ کے ہی گاؤں کا ہوں اور یہاں اس ہوٹل میں ویٹر کا کام کرتا ہوں۔ خلیل محمد تو بہت غریب آدمی تھا۔
وہ بھی میرے ساتھ مزدوری کرتا تھا لیکن آپ اتنے بڑے بزنس مین ہیں۔
یہ تو مبارک کی بات ہے پھر تو خلیل کا کا بڑے مزے میں ہونگے کیسی طبیعت ہے ان کی آجکل؟
کیوں پرانی باتوں کی یاد دلا کر موڑ خراب کر رہے ہو۔ تمہیں دکھائی نہیں دیتا ہے کہ آج کتنا اہم اور خوشی کا دن ہے۔ میری آج مریج انورسری ہے۔ چلو کرو اپنا کام۔۔۔۔۔
ویٹر نے سوری کہا اور ٹیبل سے گلاس سمیٹ کر وہاں سے نکل گیا۔
ہاشم دراصل ایک مزدور خلیل محمد کا بیٹا ہے۔ خلیل محمد سخت سخت کاموں میں اکثر لگا رہتا تھا وہ دراصل اپنے بیٹے کو بہت بڑا آفیسر بنانا چاہتا تھا۔ اور اس کام میں اس کی بیوی بھی اس کا خوب ساتھ دیتی تھی۔ وہ بھی مزدوری پر جاتی تھی۔ سب کچھ ٹھیک چل رہا تھا۔ لیکن اچانک ایک دن ہاشم کی طبیعت خراب ہو گئی۔ اور اسے ہسپتال میں بھرتی کرنا پڑا۔ ڈاکٹروں کا کہنا تھا کہ ہاشم کا ایک گردہ خراب ہو چکا ہے لیکن گھبرانے کی کوئی بات نہیں ایک گردے پر انسان اپنی زندگی جی سکتا ہے۔ جب یہ بات ہاشم کی ماں کو پتہ چلی کہ ہاشم کی

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

سرجری ہونے والی ہے تو اس نے ایک نہ مانی۔ وہ بضد رہی کہ اس کا گردہ نکال کر اس کے بیٹے کو دے دیا جائے۔ وہ ڈاکٹروں سے کہتی پھرتی تھی کہ میں نے تو اپنی زندگی جی لی ہے میرے بیٹے کی زندگی میں کوئی بھی کمی نہیں رہنی چاہئے۔ ڈاکٹر اس بات کے لئے تیار نہیں تھے لیکن ماں کے پُرزور اصرار پر بالآخر دونوں کی سرجری کی گئی اور ماں کا گردہ نکال کر ہاشم کے ناکارہ گردے کی جگہ لگا یا گیا۔ بس گردے کا نکلنا تھا کہ ماں کی طبیعت بگڑتی گئی۔ لیکن بیمار ہونے کے باوجود وہ کام کرتی رہی اس کا خواب تھا کہ ہاشم کو ایک بڑا آفیسر بنائے۔ خیر ہاشم نے گریجویشن کا امتحان پاس کیا اور اپنے باپ سے کہا کہ میں بزنس منیجمنٹ کا کورس کرنے کے لئے ملک سے باہر جانا چاہتا ہوں خلیل محمد کی اقتصادی حالت بہتر نہیں تھی۔ لیکن دونوں میاں بیوی نے یہ فیصلہ کیا کہ اپنا ایک ایک انگ بھی اگر بیچنا پڑا تو بیچیں گے لیکن ہاشم کا خواب ضرور پورا کریں گے۔ زمیندار سے پچاس ہزار روپے ادھار لے کر اپنے بیٹے کو اس وعدے کے ساتھ روانہ کیا کہ ہم وقت وقت پر آپ کو رقم بھیجتے رہیں گے۔ بیٹے کا نکلنا تھا کہ دونوں پھر دن رات مزدوری کرتے رہے اور بیٹے کو رقم بھیجتے رہے۔ کبھی صبح کا کھانا کھاتے تھے تو کبھی شام کا۔ ان پانچ سالوں میں شاید ہی کوئی ایسا دن گزرا ہو جب انہیں دونوں وقت کا کھانا کھانا نصیب ہوا ہو۔ رات دن محنت کرنے کی وجہ سے دونوں کی صحت کافی بگڑ گئی اور اکثر بیمار ہی رہتے تھے۔ پانچ سال بعد بیٹا واپس آیا اور آتے ہی شہر میں ایک اچھی نوکری ملی۔ ماں باپ کو امید تھی کہ اب انہیں آرام نصیب ہوگا۔ اور وہ اب دو وقت کا کھانا کھائیں گے۔ لیکن نوکری ملتے ہی بیٹے نے

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

ماں باپ سے پوچھے بغیر شہر کی کسی امیر زادی سے شادی کی۔ یوں سمجھ لیجئے کہ ہاشم نے گرگٹ کی طرح رنگ بدلا اور وہ ماں باپ کی قربانی کو بھول گیا۔ اب ماں باپ چونکہ اکثر بیمار رہتے تھے۔ نئی نویلی دلہن کو ان کی بیماری اور بیکاری سے سخت شکایت تھی۔ اس دن بھی جب ہاشم آفس سے آیا تو بیوی نے آسمان سر پر اٹھایا۔

میں کوئی نوکرانی نہیں ہوں کہ دن بھر ان بیکار انسانوں کی خدمت کرتی رہوں اور نہ میں کوئی کوئی نرس ہوں جوان دونوں کی کھانسی کا علاج کرتی رہوں۔ میں اب ایک منٹ بھی اس گھر میں نہیں رہنا چاہتی۔ آج تم فیصلہ کر ہی لو تمہیں یہ بیمار چاہیں یا میں۔

ہاشم نے بیوی کو گلے سے لگایا اس کے آنسو پونچھے اور کہا بیگم کیسی باتیں کرتی ہو۔ انہوں نے اپنی زندگی جی لی ہے۔ میں نے تو ابھی ابھی اپنی زندگی کی شروعات کی ہے۔ اور تم نے کیسے سوچا کہ میں تمہیں چھوڑ سکتا ہوں۔ تم میری پسند ہو میری زندگی ہو۔ میں تمہارے لیے سب کو چھوڑ سکتا ہو۔ بس چند دن انتظار کرو اس مصیبت کا علاج بھی ہو جائے گا۔

خلیل محمد اور اس کی بیوی ایک ایک چیز کے لئے محتاج ہو گئے۔ بہو تو بات کرتی ہی نہیں تھی۔ اور بیٹے سے بات کرنے کی ہمت ہی نہیں ہو رہی تھی۔ انہیں یقین ہی نہیں ہو رہا تھا کہ زندگی نے انہیں کس موڑ پر لا کر کھڑا کر دیا ہے۔ ان کی مایوسی اور بے بسی دیکھ کر زمین بھی کانپ جاتی تھی اور آسمان بھی۔

اگلے ہفتے ہاشم گنگناتا ہوا اندر آیا۔ بیگم کو دیکھ کر مسکرانے لگا۔

بیگم نے منہ بنا کر کہا۔ ایسے مسکرا رہے ہو جیسے میری پریشانی کا حل لے کر آئے ہو۔

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

ہاں ہاں بیگم ایسی ہی بات ہے ہاشم نے کوٹ نکالتے ہوئے کہا۔
اب بیگم بھی مسکرانے لگی اور ہاشم کے پاس آئی۔
بیگم میں ان دونوں کو کل ایک تحفہ دینے والا ہوں۔

تحفہ!!!!!

گھبراؤ مت بیگم میں کل ان دونوں کو اولڈ ایج ہوم میں چھوڑ آؤں گا۔ میں نے اولڈ ایج ہوم والوں سے بات کی ہے۔ اگلے دن ہاشم اپنے ماں باپ کو اولڈ ایج ہوم میں چھوڑ آیا۔۔۔

اور مزے سے اپنی بیوی کے ساتھ زندگی جینے لگا۔ ابھی دو مہینے بھی نہیں ہوئے کہ بیوی نے ہاشم سے ایک اور فرمائش کی کہ وہ گاؤں کی ساری زمین بیچ کر شہر بسنے جائیں گے۔ بیوی کی فرمائش کرنی تھی کہ ہاشم نے اس منصوبے کو عملی جامہ پہنایا اور شہر میں سٹل ہو کر اپنی زندگی گزارنے لگا۔ ہر دن کسی نہ کسی پروگرام میں حصہ لینے جاتے تھے۔ اور ہاشم یہ بات بالکل بھول ہی گیا کہ اس کی کوئی ماں بھی ہے اس کا کوئی باپ بھی ہے۔ وہ یکے بعد دیگرے بیوی کی فرمائشیں پوری کرتا رہا۔ آج اپنی میرج انورسری پر ایک شاندار تقریب کا انعقاد کیا تھا سبھی مہمانوں نے تقاریر کیں اور ہاشم اور اس کی بیوی کے لئے تعریفوں کے پُل باندھے بالآخر ہاشم کو سٹیج پر بلایا گیا۔ ہاشم جوں ہی سٹیج پر نمودار ہوا تو پورا حال تالیوں سے گونج اٹھا۔۔۔ اور ہاشم نے اپنی تقریر شروع کر دی۔

آپ سب کا بہت شکریہ کہ آپ نے اپنی شرکت سے اس تقریب کی شان بڑھائی۔ آج کی اس میرج انورسری پر میں اپنی بیوی کو ایک حسین تحفہ دینا

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

چاہتا ہے۔ایسا تحفہ اپنی بیوی کو دوں گا جس کے بارے میں کسی نے سوچا بھی نہیں ہوگا۔۔سب لوگ بڑے تجسس سے ہاشم کو دیکھنے لگے اور چہ میگوئیاں ہونے لگی کہ آخر ہاشم اپنی بیوی کو کیا تحفہ دینے والا ہے۔اتنے میں ہاشم نے یہ اعلان کیا کہ وہ بیوی کو چاند پر ایک ایکڑ زمین گفٹ میں دے رہا ہے۔یہ سن کر سب لوگ انگشت بدنداں ہو کے رہ گئے۔پارٹی میں موجود ایک عورت نے اپنے شوہر کو کہنی سے مارا اور کہا دیکھا تم نے لوگ اپنی بیویوں کو کیسے کیسے تحفے دیتے ہیں۔اور ایک آپ ہیں کہ۔۔۔

ہاشم نے جیب پر رجسٹریشن کے کاغذ نکالے ہی تھے کہ ان کا فون بجنے لگا۔ ہاشم نے اگرچہ ایک دو بار فون کاٹ دیا لیکن بار بار کسی انجانے نمبر سے کال آرہی تھی۔مجبوراً ہاشم نے فون اٹھایا اور اور کچھ سننے سے پہلے ہی فون کرنے والے پر برس پڑے۔

ہیلو۔۔۔

ہیلو سر۔۔۔

ہاں کیا بات ہے کیوں فون کیا ہے۔کوئی پارٹی بھی تم ٹھیک سے اٹینڈ نہیں کرنے دیتے ہو۔

سر دراصل بات یہ ہے کہ ہم اولڈ ایج ہوم سے ہیں اور آپ کی ماں کا انتقال ہوگیا۔آپ فارملٹیز پوری کر کے لاش یہاں سے لے جایئے۔۔۔اوو

یہ سننا تھا کہ ہاشم کے ہاتھ سے رجسٹریشن کے کاغذ گر گئے۔اور چہرے کا رنگ پھیکا پڑ گیا۔

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

اولادِ ناخلف

صبح کے تقریباً ساڑھے دس بج چکے تھے۔ بہت سارے کالے کورٹ والے اپنی اپنی فائلیں ہاتھ میں لئے عدالت کے اندر جا رہے تھے۔ اریبہ بھی عدالت کی سیڑھیوں کے نیچے اس انتظار میں تھی کہ کوئی آئے اور اسے سیڑھیاں چڑھنے میں مدد کرے۔ کیونکہ اب اریبہ میں اتنی ہمت نہیں تھی۔ کہ وہ خود سیڑھیاں چڑھتی اور کمرہ عدالت تک پہنچ پاتی۔ اور سفیر میں بھی اتنی طاقت نہیں تھی کہ وہ اپنی بیوی اریبہ کو عدالت تک لے جاتا۔ جہاں آج ان دونوں کے بیٹے شرافت کے کیس کا فیصلہ ہونے والا تھا۔ خیر اتنے میں کوئی نوجوان اریبہ کو ویل چیر پر بیٹھے دیکھ کر اس کے پاس آیا۔

ماں جی کس کا انتظار کر رہی ہو؟

بس بیٹا مجھے عدالت تک پہنچنا ہے۔ اگر آپ میری مدد کرتے۔

ہاں ہاں کیوں نہیں۔

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

نوجوان نے ویل چیر کو دھکا دینا شروع کیا۔ ریمپ چڑھنے کے بعد پوچھنے لگا۔
ماں جی تم کس سلسلے میں یہاں آئی ہو۔
اریبہ نے ایک لمبی سانس لی۔ آنکھوں سے بہنے والا پانی صاف کیا۔ اور کہنے لگی۔
بیٹا میرے بیٹے کے کیس کا آج اس عدالت میں فیصلہ ہونے والا ہے۔ میرا بیٹا۔۔۔ اس کے بعد آواز حلق میں ہی اٹک گئی۔ گلا خشک ہوا۔ سانس پھولنے لگی۔
ماں جی آپ رہنے دیجیے۔ یہ لیجئے پانی پی لیجئے۔ یہ رہا جج صاحب کا کمرہ۔
اریبہ کمرے کے باہر اپنی باری کا انتظار کرنے لگی۔
دراصل کچھ عرصے سے اریبہ کو استھما کی شکایات تھی۔، بات کرنے سے اسے تکلیف ہوتی تھی۔ اور آنکھوں سے آنسو بھی بہنے شروع ہو گئے تھے۔ حالانکہ جب سے ایک ہمسایہ نے چشمہ بنوا کر دیا تھا۔ تب سے اب ٹھیک طرح سے ادھر ادھر جا سکتی تھی۔
اریبہ دراصل گاؤں کے ایک معزز، دیندار اور صاحب ثروت انسان اکمل کی بیٹی تھی۔ جسے اپنے والدین نے ناز و نعم سے پالا تھا۔ گریجویشن کے بعد ہی اس کی شادی نورالدین کے بیٹے سفیر سے کرنے کا منصوبہ بنا۔ جب اریبہ سے رائے پوچھی گئی تو اس نے کہا کہ جہاں میرے والدین چاہیں گے وہاں میری شادی کر سکتے ہیں مجھے کوئی اعتراض نہیں ہوگا۔ بھلا ان سے بہتر میرے لئے کون اچھا سوچ سکتا ہے۔ اریبہ کی شادی بڑے دھوم دھام سے ہوئی۔ شادی کے بہت سال گزرنے کے بعد بھی اریبہ کی گود سونی تھی۔ اولاد کے نہ ہونے سے دونوں میاں بیوی اداس اداس رہتے تھے۔ کسی کام میں

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

من نہیں لگتا تھا۔ حالانکہ کسی چیز کی کمی نہیں تھی سوائے اولاد کے۔ سفیر دو فیکٹریوں کا کام کاج سنبھالتا تھا۔ شام کو جب تھکا ہوا گھر پہنچتا تھا۔ تو اریبہ بڑی خوش اسلوبی سے اس کا استقبال کرتی تھی۔ خوشی سے دونوں باتیں کرتے تھے۔ لیکن کبھی کبھی اچانک سے دونوں کے چہروں ہر اداسی کے بادل چھا جاتے تھے۔ ایک دوسرے کی طرف دیکھتے تھے لیکن اداس رہنے کی وجہ نہیں پوچھتے تھے کیونکہ دونوں اداس رہنے کی وجہ اچھی طرح جانتے تھے۔ شاید ہی کوئی ڈاکٹر یا کوئی پیر فقیر ہوگا جس کے پاس اولاد کی خاطر دونوں میاں بیوی نہ گئے ہوں۔ اس پریشانی سے دونوں کے بال سفید ہو گئے اور اب دونوں بوڑھے لگ رہے تھے خیر پندرہ سال بعد اللہ رب العزت نے اولاد کی نعمت سے نوازا۔ دونوں کی زندگیوں میں خوشی کی نئ صبح کا آغاز ہوا۔ دونوں پھولے نہیں سماتے تھے اریبہ دن بھر اپنے لاڑلے کے ساتھ مگن رہتی تھی اور سفیر بھی اس انتظار میں رہتا تھا کہ کب چار بج جائیں اور وہ فیکٹری سے نکل کر اپنے لاڑلے کے پاس پہنچ جائے۔ دن گزرتے گئے اور شرافت اب اپنی زندگی کی بارویں بہار دیکھ چکا تھا یہ بارہ سال کیسے گزر گئے پتہ ہی نہیں چلا۔ ماں باپ نے شرافت کو کسی چیز کی کمی محسوس نہیں ہونے دی۔ جو کچھ اس کے منہ سے نکلتا تھا دونوں میاں بیوی اس خواہش کو بلا کسی چو ں و چرا کے پورا کرنے میں لگ جاتے تھے۔ کبھی یہ نہیں دیکھا کہ یہ مانگ جائز بھی ہے یا نہیں۔ نتیجہ یہ نکلا کہ شرافت بہت ضدی بن گیا۔ بات بات پر ضد کرنا اور جھگڑنا اس کی عادت بن گئی۔ پڑھائی سے جی چراتا تھا اور آوارہ گردی کرنے میں اپنا بیشتر وقت ضائع کرتا تھا۔ اس دن بھی صبح ماں سے یہ

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

کہہ کر نکلا کہ مجھے امتحان دینے جانا ہے۔۔اسکول پہنچ کر کسی لڑکے کے ساتھ تو تو میں میں ہوئی اور اسکول کی احاطے میں اسے بڑی بے دردی سے پیٹا اور گالی گلوچ سوا الگ۔شام کو سفیر تھکا ہارا گھر آیا ابھی کپڑے بھی نہیں بدلے تھے کہ گاڑی کی ہارن سن کر کھڑکی سے دیکھنے لگا شرافت کے اسکول پرنسپل کی گاڑی دیکھ کر سفیر حیران رہ گیا۔۔بیگم سے دروازہ کھولنے کے لئے کہا اور خود بنا کپڑے بدلے ہی نیچے آیا۔

السلام علیکم۔۔

جی کہیے۔۔کیسے آنا ہوا۔

کوئی ضروری کام تھا تو مجھے بلا لیا ہوتا۔آپ نے تکلیف کیوں کی۔

نہیں نہیں سفیر صاحب میں آپ کی بڑی قدر کرتا ہوں لیکن۔۔۔

لیکن کیا۔صاف صاف بتایئے ہوا کیا؟

دراصل آپ کے بیٹے کی آوارہ گردیاں آجکل کچھ زیادہ ہی بڑھ گئی ہیں۔روز اسکول میں کوئی نہ کوئی نیا ہنگامہ کھڑا کر دیتا ہے۔یہاں تک کہ اساتذہ کے ساتھ بھی الجھ پڑتا ہے۔ہمارا اسکول پورے شہر میں بدنام ہو گیا ہے۔نئے داخلے ملنا بند ہو گئے ہیں۔۔۔

سفیر سر جھکائے سن رہا تھا اور ماتھے پر پسینے کی بوندیں موتیوں کی طرح چمک رہی تھیں۔

سفیر صاحب میں آپ کی بڑی عزت کرتا ہوں لیکن انتظامیہ نے آپ کے بیٹے کو اسکول سے نکالنے کا فیصلہ لیا ہے۔۔۔

مجھے بہت افسوس ہے لیکن۔۔۔

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

یہ کہہ کر پرنسپل صاحب نکل گئے۔

اور دونوں میاں بیوی خاموش اور اداس ہو گئے۔

بیٹے کی شرارتیں اس قدر بڑھ گئیں تھیں کہ دونوں میاں بیوی کسی کو منہ دکھانے لائق نہیں رہے تھے۔ جس طرف جاتے تھے اپنے بیٹے کی شکایت سننی پڑتی تھی۔ یہاں تک کہ شراب پینے کی لت کا بھی شکار ہو گیا تھا۔۔اب اس بیٹے کا کیا کیا جائے۔ اریبہ اسی سوچ میں تھی کہ سفیر نے اریبہ سے مخاطب ہو کر کہا۔

کیوں نہ شرافت کو شیشے والے فیکٹری کا کام دیا جائے ہو سکتا ہے کام میں مصروف ہو اور ذمہ داری کے بوجھ سے طبیعت میں کچھ تبدیلی آئے۔

ہاں اگر آپ کو لگتا ہے اس سے سدھر جائے گا۔آپ مجھ سے بہتر جانتے ہیں اریبہ نے دھیمی آواز میں آنسو پونچھتے ہوئے جواب دیا۔

اگلے دن سے سفیر نے شرافت کو اپنے ساتھ لیا اور پورے ایک سال تک کام سمجھاتا رہا۔ بار بار اس بات کی تلقین کرتا تھا کہ مزدوروں سے ٹھیک طرح سے پیش آنا۔ بیٹا یہ ہیں تو ہم ہیں۔

ایک سال کے بعد پوری فیکٹری بیٹے کے حوالے کی۔لیکن بات بات پر غصہ کرنے سے لوگ بھلا کہاں کامیاب ہوتے ہیں۔ کچھ مہینوں تک شرافت بظاہر بڑی شرافت سے شیشے کی فیکٹری کا کام چلاتا رہا۔ایک دن دونوں میاں بیوی صحن میں بیٹھے تھے کی فیکری کے تین مزدور ہانپتے ہوئے اندر آئے۔سفیر ایک دم کھڑا ہوا۔ ہاں سوریش کیا بات ہے؟ تم اتنے پریشان کیوں ہو۔

مالک۔۔۔۔ مالک غضب ہو گیا۔۔۔۔

لیکن ہوا کیا کچھ تو بتاؤ۔۔۔۔

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

مالک چھوٹے مالک نے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

کیا کیا شرافت نے۔ میرا دل بیٹھا جا رہا ہے۔ بتاؤ جلدی۔

مالک چھوٹے مالک نے فیکٹری میں ایک مزدور کا خون کر دیا۔

او مائی گاڈ۔

کس کا اور کیوں؟

چھوٹے مالک جونہی فیکٹری میں آئے اسی وقت ایک بوڑھے مزدور کے ہاتھ سے شیشہ گر کر ٹوٹ گیا۔ چھوٹے مالک نے اس بوڑھے مزدور کو بہت مارا۔ ایک اور مزدور نے چھوٹے مالک کا ہاتھ پکڑا۔ تو چھوٹے مالک نے ٹوٹا ہوا شیشہ اٹھایا اور اس کے سینے میں پیوست کر دیا۔ مالک پولیس نے فیکٹری پر تالا چڑھا دیا اور چھوٹے مالک کو حراست میں لیا ہے۔

ہائے۔۔۔۔۔ جس بات کا ڈر تھا وہی ہوا۔ ایسی اولاد سے بے اولاد ہونا ہی بہتر تھا اس کے بعد دونوں میاں بیوی اپنی قسمت پر رونے لگے اور اپنے آپ کو یہ کہہ کر کوسنے لگے کہ یہ سب انہوں نے اپنے ہاتھوں سے کیا۔ نہ وہ بیٹے کی بے جا خواہشیں پوری کرتے اور نہ یہ دن دیکھنا پڑتا۔

سال چار گزر گئے۔ ساری دولت ختم ہوگئی۔ بیٹے کو چھڑانے کے لئے وکیلوں کے چکر کاٹتے رہے۔ ساری دولت، نام شہرت، عزت، جوانی سب خاک میں مل گیا۔ اب پانی کا گلاس دینے والا بھی کوئی نہیں بچا۔ دونوں میاں بیوی ہڈیوں کا ڈھانچہ بن کر رہ گئے اور آنکھوں کی نظر بھی کمزور ہوگئی۔ در بدر کی ٹھوکریں کھاتے رہے۔

آج اس کیس کا ہائی کورٹ میں فیصلہ ہونے والا تھا۔ بڑی مشکل سے دونوں

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

میاں بیوی عدالت پہنچے تھے۔ اور اب عدالت کے دروازے پر اپنی باری کا انتظار کر رہے تھے باری آتے ہی دونوں نے جج صاحب کے پاؤں پکڑنے کی کوشش کی۔ لیکن ساتھ میں موجود اہلکاروں نے ایسا کرنے نہیں دیا۔ خیر ڈیڑھ گھنٹہ بحث چلنے اور دونوں طرف کے بیانات سننے کے بعد جج صاحب نے فیصلہ سناتے ہوئے کہا۔

تمام گواہوں کے بیانات سننے کے بعد اور فیکٹری کی سی سی ٹی وی فوٹیج دیکھنے کے بعد عدالت اس نتیجے پر پہنچی کہ شرافت ایک بداخلاق انسان ہونے کے ساتھ ساتھ ایک پیشہ ور مجرم اور قاتل ہے۔ اس لئے تعزیرات ہند دفع 302 کے تحت شرافت کو سزائے موت سنائی جاتی ہے۔

یہ سننا تھا کہ اریبہ اپنی ویل چیر سے گر گئی اور اس کی سانسیں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے تھم گئیں اور سفیر پتھر کی مانند خاموش ہو گیا جیسے کسی نے اس کا گلا گھونٹ دیا ہو۔

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

نقشِ قدم

سنا آپ نے گلناز؟

کیا؟

کیا مطلب کیا؟ آپ نے موبائل نہیں دیکھا۔؟

نہیں دیکھا میں نے۔ آخر ہوا کیا۔ اتنے گھبرائے ہوئے کیوں ہو؟

گھبراؤں نہیں تو اور کیا۔؟ سرمائی تعطیلات کا اعلان ہو گیا۔ سرما میں کالج بند رہیں گے۔ میں مرجاؤں گا تمہارے بغیر۔۔۔۔۔۔۔۔۔

اللہ رحم فرمائے، کیسی باتیں کرتے ہیں آپ۔ ابھی ملے ہوئے ایک ہفتہ بھی نہیں ہوا۔ اور آپ بچھڑنے کی بات کرتے ہیں

گلناز اپنا نمبر دے دو مجھے۔ میں ایک پل بھی تم سے بات کئے بغیر نہیں رہ سکتا۔

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

سحران میں تمہیں کہہ چکی ہوں کہ میرے پاس موبائل نہیں ہے۔ گھر میں لینڈ لائن ہے جب کبھی کسی سے ضروری بات کرنی ہو وہ تو لینڈ لائن سے کرتی ہوں۔ اور وہ نمبر بھی آپ کو نہیں دے سکتی کیونکہ اکثر امی ابو ہی اس سے فون رسیو کرتے ہیں۔

گلناز اور سحران کالج کی پارک کے ایک کونے میں بیٹھ کر باتیں کر رہے تھی۔ تقریباً ساڑھے تین بج چکے تھے طلبا و طالبات کالج کی سبھی عمارتوں سے نکل رہے تھے۔ قہقہوں کی آواز دور تک سنائی دیتی تھی۔ ٹھنڈی ٹھنڈی ہوائیں چل رہی تھیں۔ پارک کے دوسری طرف چند لوگ پھولوں کی آبیاری کر رہے تھے اور ایک بوڑھا شخص بڑی مہارت سے سرو کے پودوں کی شاخ تراشی کر رہا تھا اور ان دونوں کی جانب بار بار دیکھ رہا تھا۔ اور دور بیٹھے ایک اور شاخ تراش کو ان کی جانب دکھا کر ماتھے پر اپنا ہاتھ مار کر افسوس کا اظہار کر رہا تھا۔ دھیمی آواز میں کہہ رہا تھا کہ والدین اپنے بچوں کو کیا کرنے کے لئے کالج بھیجتے ہیں اور یہاں یہ بچے کیا گل کھلاتے ہیں۔

ابھی باتیں کر ہی رہے تھے کہ گیٹ کیپر ان دونوں کے پاس آیا۔ اور سخت لہجے میں بولا۔

مجھے گیٹ بند کرنا ہے۔

گیٹ کیپر کا یہ جملہ سن کر دونوں کے چہرے اتر گئے۔ جیسے کسی بڑی عدالت میں جج نے ان دونوں کو سزائی موت سنائی ہو۔ دونوں بجھے ہوئے قدموں سے کالج گیٹ کے باہر نکل گئے۔

گلناز اپنے باپ کی بڑی بیٹی تھی۔ جس کی اپنے ماں باپ نے پرورش ہی نہیں

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

بلکہ بہت اچھی تربیت بھی کی تھی ۔ ماں باپ کو ہی نہیں تمام رشتہ داروں کو ناز تھا گلناز پر ۔ گلناز صوم صلواۃ کی پابند ہونے کے ساتھ ساتھ پردے کا بھی اہتمام کرتی تھی ۔ میانہ قد، گول گول گلابی چہرہ، جھیل جیسی آنکھیں، کشادہ پیشانی ،گلاب کی پنکھڑی جیسے نرم و نازک ہونٹ ۔ رخسار ایسے کی پھول بھی رشک کریں ۔ انتہا خوبصورت تھی ۔ بہت ہی کم گفتار تھی لیکن جب بولتی تھی تو ایسا لگتا تھا جیسے گلاب کے باغ میں نئ کوپنلیں پھوٹتی تھیں ۔ اکیلے کالج جاتی تھی اور اکیلے واپس لوٹتی تھی ۔ باپ اسے ڈاکٹر بنانا چاہتا تھا اور چھوٹی بیٹی انجم کو انجینئر ۔ اکثر اپنی چھوٹی بیٹی انجم سے کہتے تھے کہ تمہیں اپنی بہن گلناز کے نقشِ قدم پر چلنا ہے ۔ تب نقشِ قدم کے معنی نہ گلناز کی سمجھ میں آتے تھے اور نہ ہی انجم کی ۔ انجم کالج جاتی تھی تو کالج کے لڑکے اس سے بات کرنے کو ترستے تھے ۔ ان کے دلوں میں گلناز کی محبت پنپ رہی تھی لیکن کسی کی جرأت نہیں ہو رہی تھی کہ گلناز کے سامنے اپنی محبت کا اظہار کرے ۔

زینت سے دوستی کے بعد گلناز کے رویے میں تبدیلی آنے لگی ۔ روکھاپن جو کہ گلناز کے کردار کا محافظ تھا کم ہونے لگا ۔ زینت ایک آزاد خیال لڑکی تھی ۔ زینت نے گلناز کے دل میں کالج کے ایک لڑکے سہران کے لیئے پیار کے بھیج بو دیئے ۔ سہران گلناز کے پیار میں مانو پاگل ہو چکا تھا ۔ جب جب گلناز کے سامنے سے گزرتا تھا اپنی آنکھیں جھکا کر چلتا تھا ۔ زینت سے بار بار منت سماجت کر رہا تھا کہ میری گلناز سے دوستی کرواؤ ۔ میں اسے بہت چاہتا ہوں کبھی گلناز کو دھوکہ نہیں دوں گا ۔ سہران چونکہ زینت کے بھائی کا دوست تھا ۔ اس لیے اس نے وعدہ کیا کہ وہ ضرور گلناز کو اس کی طرف مائل کرنے کی

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

کوشش کرے گی۔ اُس دن بھی زینت اور گلناز پارک کے ایک بینچ پر بیٹھ کر لنچ کر رہیں تھیں کہ سہران وہاں سے گزرا۔ سہران نے دونوں کو سلام کیا اور نظریں جھکا کر نکل گیا۔

گلناز۔۔۔ دیکھا آپ نے یہ بہت اچھا لڑکا ہے۔ اتنا خوبصورت، امیر اور ذہین کہ کوئی بھی لڑکی اس پر فدا ہو سکتی ہے لیکن اس کا دل تو آپ پر فدا ہے۔

زینت میں تمہیں کتنی بار کہہ چکی ہوں کہ میرا ان سب باتوں میں کوئی انٹرسٹ نہیں ہے۔ اور ہاں اب تو مجھے نقشِ قدم کے معنی بھی سمجھ میں آنے لگے ہیں۔ اس لئے میں کوئی ایسا کام نہیں کرنا چاہتی ہوں۔ اور کسی برے راستے پر نہیں چلنا چاہتی ہوں جس پر کل خدانخواستہ انجم بھی گامزن ہو۔۔۔۔

گلناز چلو کلاس شروع ہوگئی۔ زینت نے وقت کی نزاکت کو دیکھتے ہوئے یہ کہہ کر معاملے کو ٹال دیا۔

لیکن جب کبھی زینت کو موقع ملا اس نے سہران کے بارے میں گلناز کو کچھ نہ کچھ بتا ہی دیا۔ بالآخر گلناز سہران کے عشق میں مبتلا ہو ہی گئی۔ اور آج یہ ان کی تیسری ملاقات تھی کہ سرمائی تعطیلات کا اعلان ہو گیا۔

سہران میں چلتی ہوں۔ زندگی رہی تو تعطیلات کے بعد ملیں گے۔ اور ہاں مجھ سے ملنے کی کوشش مت کرنا اور فون وغیرہ کی امید مت رکھنا۔ سہران خاموش رہا۔ گلناز نے بولنا جاری رکھا۔ کہ محبت ان سب باتوں کی محتاج نہیں ہوتی ۔ سچی محبت کو سہاروں کی ضرورت نہیں پڑتی۔ زندہ رہے تو تعطیلات کے بعد پھر ملیں گے۔ خدا حافظ۔ خدا حافظ کے یہ الفاظ تیر کی طرح سہران کے جگر میں جیسے پیوست ہو گئے۔ اس کا چہرا ایسا اترا جیسے کسی شکاری کے ہاتھ سے

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

پکڑا ہوا شکار نکل گیا ہو۔۔۔

گلناز نے تعطیلات کا عرصہ بے قراری میں گزارا۔ اسے اس بات کا افسوس تو تھا کہ محبت کے جال میں کیسے پھنس گئی۔ لیکن اب وہ کسی بھی قیمت پر سہران کو دھوکہ نہیں دینا چاہتی تھی۔ جیسے تیسے کر کے تعطیلات ختم ہوئیں اور گلناز آج نو بجے کالج پہنچی۔ اس کی آنکھیں ہر طرف سہران کو تلاش کر رہیں تھی۔ دل کی دھڑکنیں تیز ہو رہیں تھیں زینت نے جونہی گناز کو دیکھا تو اس نے آتے ہی چٹکی لی۔

گلناز کسے ڈھونڈ رہی ہو، سہران کو۔

ارے اتنا کیوں پریشان ہو رہی ہو۔ آئے گا آئے گا۔ تھوڑا صبر تو رکھو۔

یہ دونوں کالج گیٹ کے قریب ہی باتیں کرنے بیٹھ گئیں تاکہ سہران کے آنے کا پتہ چلے۔ لیکن دونوں کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئی جب دونوں نے سہران کو کالج پرنسپل کی بیٹی کے ساتھ کالج میں داخل ہوتے ہوئے دیکھا۔ اور سہران نے ان دونوں کو دیکھ کر ان کی طرف کوئی توجہ نہیں دی۔ گلناز اور زینت ایک دوسری کی طرف دیکھتی رہیں۔

زینت کہیں یہ بھنورا تو نہیں ہے کہ کلی کلی پر بیٹھنا اس کا شیوا ہو۔

ہاں گلناز میں خود سہران کے اس رویے سے حیران ہوں۔ کچھ دنوں تک ایسا ہی چلتا رہا۔ سہران پرنسپل کی بیٹی کے ساتھ کھلے عام گل کھلاتا رہا۔

گلناز پہلے کی طرح پھر سے خاموش مورت بن کر رہنے لگی۔ اس کی آنکھیں جیسے پتھرا گئیں۔ اسے سہران کی بے وفائی کا غم نہیں تھا۔ بلکہ اپنی نادانی کا سخت افسوس تھا۔ اور بار بار زینت سے بس ایک ہی بات کہے جا رہی

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

تھی کہ اس نے انجم کے لئے کون سے نقشِ قدم چھوڑے ہیں کہیں وہ اسی کے نقشِ قدم پر تو نہیں چلے گی۔ ہائے میرے ابو کو مجھ پر کتنا ناز تھا۔ کیا کیا میں نے افسوس۔۔۔میں اس دھوکے میں کیسے آ گئی۔

گلناز یہ سب میری وجہ سے ہوا۔ نہ میں تمہیں سہران کے بارے میں کچھ بتاتی اور نہ تم اس مصیبت میں پھنس جاتی۔ خدا کے لئے مجھے معاف کر دو۔

اسے دل پر مت لو۔ بھول جاؤ جو ہوا۔ ورنہ تم پاگل ہو جاؤ گی۔

زینت نے گلناز کے آنسو پونچھتے ہوئے کہا۔

کیسے بھول جاؤں اپنی اتنی بڑی بھول کو۔۔۔۔۔

زینت زینت وہ دیکھو سہران کسی اور لڑکی کے ساتھ اس پارک میں بیٹھا ہے۔

ہاں ہاں لیکن یہ تو پرنسپل صاحب کی بیٹی نہیں ہے۔ چلو دیکھتے ہیں اب کے بار اس بھنورے کے ساتھ کون ہے۔ دونوں تیز تیز قدموں سے سہران کے قریب گئے۔ گلناز نے جونہی سہران کے ساتھ ایک نئی لڑکی کو دیکھا تو اس کو دھچکا لگا اور وہ دھڑام سے گر کر بے ہوش ہوگئی۔ کیونکہ بھنورے کے ساتھ اب کی بار جو کلی تھی وہ کوئی اور نہیں بلکہ گلناز کی چھوٹی بہن انجم تھی۔

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

سپنے چاند کے

سلیم تمہیں یاد ہے شادی سے پہلے تم نے مجھ سے کیا کیا وعدے کئے تھے۔ مجھے کیسے سپنے دکھائے تھے میرے لئے چاند تارے توڑ کے لانے کی باتیں کی تھیں آپ نے۔ اور آج دیکھئے ہم کس جھونپڑی میں رہ رہے ہیں۔ سچ ہی کہا ہے کسی نے شادی اور الیکشن سے پہلے کئے گئے وعدوں پر ہرگز بھروسہ نہیں کرنا چاہئے۔ مہک زور زور سے چلا رہی تھی اور سلیم ٹانگ پر ٹانگ رکھ کر بڑی خاموشی سے ہاتھ میں قلم کاغذ لے کر نہ جانے کیا حساب کر رہا تھا۔

تم کہاں میری باتوں کا جواب دو گے۔ ساری زمین جائیداد تو تم نے بیچ ہی دی ہے۔ اب بھی کچھ بچا ہے جسے بیچنے کے بارے میں سوچ رہے ہیں آپ۔؟؟؟

مہک تم نے ہلہ کیوں مچا رکھا ہے۔ جب پتہ چلے گا کہ میں آپ کے لئے کیا

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

کرنے جار ہا ہوں تو تم خوشی سے پاگل ہو جاؤ گی۔ اور یہ جو لوگ آج ہمیں طعنے دیتے ہیں کل یہی لوگ ہم پر رشک کریں گے۔

لیکن سلیم خدا کے لئے مجھے اتنا بتاؤ کی اتنی ساری پراپرٹی بیچ کر تم نے ان پیسوں کا کیا کیا۔'' نہیں مہک مجھے یہ راز بتانے کے لئے مجبور مت کرو۔ ورنہ سارے کئے کرائے پر پانی پھیر جائے گا۔

سلیم دراصل ایک امیر باپ کا بیٹا تھا۔ جس نے اپنی پسند کی شادی کی تھی۔ اور شادی کے بعد چند سالوں تک سب کچھ ٹھیک ٹھاک چلتا رہا۔ لیکن اچانک سلیم اپنی ایک ایک چیز بیچنے لگا۔ لال چوک میں پندرہ دکانیں تھی۔ سب کی سب بیچ ڈالیں۔ بیس کنال زمین برلبِ سڑک تھے وہ بھی بیچ ڈالی۔ اپنی گاڑی یہاں تک کہ اپنا مکان بھی بیچ ڈالا۔ سلیم کے اس فیصلے سے اس کے والدین کے ساتھ ساتھ سبھی رشتہ دار ناخوش تھے۔ اور وہ جاننا چاہتے تھے کہ سلیم ان پیسوں کا کیا کر رہا ہے۔ لیکن سلیم نے یہ راز کسی کو نہیں بتایا۔ وہ بس ایک ایک چیز بیچتا رہا۔ اور اب ایک ٹینٹ میں رہنے لگا۔ سلیم کو اپنے کئے پر ذرہ بھر بھی افسوس نہیں تھا۔ وہ بار بار اپنی بیوی مہک سے بڑے تپاک سے کہہ رہا تھا۔

مہک تم دیکھنا ایک دن ایسا دھماکہ ہو گا۔ اور ہماری خوشیوں کی خوشبو دور دور تک پھسل جائے گی۔ پھر دیکھنا ان حاسد لوگوں کی آنکھیں کیسے پھٹی کی پھٹی رہ جائیں گی۔

میاں بیوی ٹینٹ میں بیٹھے ابھی باتیں کر ہی رہے تھی کہ انجینئر افتخار ہاتھ میں اخبار لئے اندر آیا۔

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

السلام علیکم سلیم بھائی۔

وعلیکم السلام جے ای صاحب آ گئے آپ۔

آپ بلائیں اور میں نہ آؤں بھلا ایسا کبھی ہو سکتا ہے۔ بھلے ہی تمہارے اپنے رشتہ دار بھی تم سے ناراض ہوں۔ لیکن مجھے آپ پر بھروسہ ہے کہ آپ کچھ ایسا کرنے والے ہیں جس کے بارے میں کسی نے سوچا بھی نہیں ہوگا۔

واہ بھئی واہ میرے دل کی بات کہہ ڈالی۔

مہک اندر سے نکلنے ہی والی تھی کہ سلیم نے روک لیا۔ تم بھی یہی پر بیٹھو پھر کہتی ہو مجھ سے مشورہ ہی نہیں کرتے ہو۔

جے ای صاحب میں نے آپ کو اس لئے بلایا۔ دراصل مجھے ایک نقشہ چاہئے۔ مکان بنانے کے لئے۔

جی کہیے کتنی زمین ہے اور کہاں پر مکان بنانا ہے۔

جے۔ ای نے جیب سے قلم کاغذ نکالتے ہوئے کہا۔

جے۔ ای صاحب یہ تو نہیں بتا سکتا کہ مکان کہاں بنانا ہے ہاں مگر اٹھارہ مرلے کی زمین ہے۔ اور بالکل ہموار زمین ہے۔

جی ٹھیک ہے۔ جے۔ ای صاحب نے نقشہ بنانا شروع کیا۔ اور دونوں میاں بیوی دیکھتے رہے۔ جے ای صاحب ایک سویمنگ پول (swimming pool) بھی رکھ دیجیے گا۔ اور ایک بڑی کھڑکی جس سے میں پوری دنیا کا نظارہ کر سکوں۔ اور ہاں آنگن کے بیچوں بیچ ایک نہر۔۔ مگر پانی تو۔۔۔۔۔ خیر چھوڑ دیجیے۔

بیگم تم کیوں خاموش ہو تم بھی کچھ کہو۔ پھر کہتی ہو کہ ہمیں کوئی پوچھتا ہی نہیں

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

ہے۔

ہاں ہاں میں بھی بتا دیتی اگر ایک بار مجھے پتہ چلتا کہ کہاں خریدی ہے آپ نے زمین۔

ٹھیک ہے اب تم ضد ہی کرتی ہو تو سُن لو۔لیکن یہ بات تمہارے میرے اور جے۔ای صاحب کے بیچ ہی رہنی چاہیئے۔جے۔ای اور مہک نے اثبات میں سر ہلایا اور بڑی توجہ سے سلیم کی باتیں سننے لگے۔

سلیم نے سگریٹ سلگایا اور گویا ہوئے

مہک تمہیں یاد نے میں نے تم سے وعدہ کیا تھا کہ میں تمہارے لئے چاند تارے توڑ لاؤں گا۔اب میں چاند تارے نہیں لا رہا ہوں بلکہ تمہیں چاند پر لے جانے کی سوچ رہا ہوں

کیا مطلب؟

مطلب صاف ہے کہ میں نے اپنی تمام پراپرٹی بیچ کر چاند پر اٹھارہ مرلہ زمین لی ہے۔اور میں نے چاند پر مکان بنانے کی مکمّل تیاری بھی کر لی ہے اسی لئے میں نے جے ای صاحب کو یہاں بلایا ہے۔تاکہ ایک اچھا سا نقشہ تیار ہو اور ہم ایک خوبصورت سا محل تعمیر کریں۔کیا پتہ وہاں کوئی ڈھنگ کا جے۔اے مل بھی جائے گا یا نہیں۔

پھر ہم چاند سے پوری دنیا کا نظارہ کریں گے اور ان زمین والوں پر ہنسیں گے۔جو آج تک ہم پر ہنس رہے تھے۔یہ سن کر جے۔ای کے منہ سے بے ساختہ اومائے گارڈ کا جملہ نکلا اور ہاتھ سے قلم گر گیا۔

کیوں جے۔ ای صاحب آپ بھی خوش نہیں ہوئے میرے اس فیصلے پر۔

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

جناب آپ تو پوری طرح سے لُٹ گئے۔خوشی کس بات کی۔
کیوں کیا بکواس کرتے ہو۔
بکواس میں نہیں یہ اخبار کرتا ہے جناب۔ یہ لیجئے اور پڑھیئے۔اس اخبار میں چاند پر زمین لینے والوں کے بارے میں کیا چھپا ہے۔
سلیم نے سگریٹ ایک طرف پھینکا اور اخبار پڑھنے لگا۔اخبار کی سُرخی پڑھتے ہی سلیم کو لگا کہ جیسے کوئی زوردار دھما کہ ہوا اور اس کے خوابوں کا محل تنکوں کی طرح بکھر گیا۔ایسا لگا جیسے سلیم کو چاند کی بلندی سے نیچے پھینک دیا گیا ہو۔ اتنے میں سلیم کی آنکھ کھلی اور وہ چاند چاند چاند چلانے لگا۔سلیم کے ماتھے سے پسینے کی بوندیں ٹپک رہی تھیں۔ چہرے کا رنگ زرد پڑ گیا تھا کمرے میں سوئے ہوئے بچے اور بیوی مہک بھی نیند سے جاگ گئی۔اور سلیم کو سنبھالنے لگے۔کیا ہوا سلیم، کیا بات ہے کوئی ڈراونہ خواب دیکھا آپ نے۔ابوابو کیا ہوا۔
کچھ نہیں سو جاؤ۔ میں کل شام کو ایک انٹریو دیکھ رہا تھا۔اسی لئے یہ بھیانک خواب آ گیا۔

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

ثبوت

نازیہ مجھے دیر ہو جائے گی۔ مجھے ڈیوٹی جانا ہے۔ میرا راستہ چھوڑو۔
نہیں ابو میں آج ڈیوٹی نہیں جانے دوں گی۔ جب تک میرے لئے گڑیا نہیں لاؤ گے۔ بیٹا اگلے ہفتے چھٹی پر آؤں گا تو ضرور لاؤں گا۔ دس بجنے والے ہیں۔ بیمار میرا انتظار کر رہیں ہونگے۔ ڈاکٹر وسیم اور اس کی بیٹی کے درمیان نوک جھونک ہو رہی تھی۔ نازیہ نے بیمار نام سنتے ہی اپنے والد صاحب کو ڈیوٹی جانے کی اجازت دی۔ ڈاکٹر وسیم نے نازیہ کو گلے سے لگایا اور ڈیوٹی کے لئے نکل گیا۔ ڈیوٹی کے دوران ڈاکٹر وسیم نے ہسپتال کے برامدے میں ایک بوڑھی عورت کو دیکھا اور اس کے ساتھ دس سال کی ایک بیٹی تھی۔ جس کے ہاتھ میں پنسل اور کاپی تھی بال بکھرے تھے۔ ہاتھ پیر میلے کچیلے تھے۔ اپنے گردونواح سے جیسے بے خبر سی تھی۔ بے بس لگ رہی تھی۔ معصوم چہرہ اور اداس آنکھیں۔ ایک دو بار نیم طبی عملے کے کہنے پر ڈاکٹر وسیم اس عورت کو دیکھنے گئے اور چند ادویات بھی تجویز کیں۔ آج چوتھے روز جب ڈاکٹر کسی کام سے گزر رہے تھے تو اس عورت پر اچانک سے نظر پڑی۔ پھر اس کو دیکھنے گئے۔ اس عورت سے پوچھا کہ آپ نے دوائی نہیں لی۔ اس نے نہیں کہا۔ نہیں جناب کسی نے لائی

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

نہیں۔تمہارے ساتھ کون ہے۔ڈاکٹر وسیم نے پوچھا۔
کوئی نہیں جناب۔اس کی ایک پاگل بیٹی ہے جو پنسل کاپی لے کر تصویریں بناتی ہے۔
کسی تیماردار نے دور سے آواز لگائی۔ ڈاکٹر وسیم نے ایک نظر اس لڑکی کو دیکھا۔ بیٹا کیا نام ہے آپ کا؟ جناب لوگ مجھے پاگل کہتے ہیں اور میری ماں مجھے پیار سے نجمہ رانی کہتی ہے۔رانی لفظ سنتے ہی ڈاکٹر کے آس پاس سبھی لوگ زور زور سے ہنسنے لگے۔ ڈاکٹر وسیم ان کی طرف خشمگی نظروں سے دیکھتے ہوئے نیچے بیٹھ گئے۔ نجمہ کے سر پر ہاتھ رکھا اور بڑے پیار سے پوچھا ۔بیٹا کون کہتا ہے کہ تم پاگل ہو۔ نجمہ نے پنسل کاپی ایک طرف رکھتے ہوئے کہا۔سب لوگ ۔۔۔اب میں کہیں پر بھی پاگل لفظ سنوں تو چونک پڑتی ہوں۔ایسا لگتا ہے جیسے کوئی مجھے بلا رہا ہو۔۔۔
نجمہ کی معصوم باتیں زہریلے تیر کی طرح ڈاکٹر وسیم کے جگر میں جیسے پیوست ہو گئیں۔ڈاکٹر وسیم نیچے بیٹھ گیا۔اور نجمہ سے کہنے لگا، بیٹا تمہارا باپ کہاں ہے وہ کیوں نہیں آیا آپ کے ساتھ؟ آپ کی ماں تو بہت بیمار ہے۔ ڈاکٹر صاحب میرے باپ کی وجہ سے ہی میرے ماں بیمار ہوگئی ہے۔
بیٹا وہ کیسے میں سمجھا نہیں۔ڈاکٹر وسیم نے سر پر ہاتھ رکھتے ہوئے کیا۔۔۔
جناب وہ میری ماں کو روز مارتا ہے۔ مجھے بھی مارتا ہے۔ میری ماں کے چہرے پر یہ نشان دیکھ رہے ہو۔ نجمہ نے کاپی اور پنسل اپنے سینے سے لگاتے ہوئے کہا۔ بیٹا کیوں مارتا ہے؟ پتہ نہیں مجھے بھی روز مارتا ہے میں آپ کو کچھ دکھانا چاہتی ہوں دیکھو گے ڈاکٹر صاحب۔۔۔
ہاں ہاں بیٹا دکھاؤ کیا دکھانا ہے۔

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

نجمہ نے اپنی بازو ڈاکٹر صاحب کو دکھائی۔ اس کا بازو دکھانا تھا کہ وہاں پر موجود سبھی لوگوں کی چیخیں نکل گئیں زخموں سے رس ٹپک رہا تھا۔ زخم جیسے ناسور بننے لگے تھے۔ اس کے جسم پر تشدد کے نشان عیاں تھے۔ کچھ دیر پہلے ہنسنے والے لوگوں کے چہروں پر اداسی چھا گئی۔ اور آنکھوں سے آنسو ٹپکنے لگے۔ اب ڈاکٹر وسیم زمین پر پوری طرح سے بیٹھ گئے۔ بیٹے آپ نے ان زخموں کا علاج نہیں کیا۔ سر کون کرے گا علاج۔ میرے پاس تو ماں کے علاج کے لئے پیسے نہیں ہیں۔ تو اپنے زخموں کا کیا کروں گی۔۔۔ بیٹا کیا کوئی تمہاری مدد نہیں کرتا ہے۔ نہیں سر۔۔ لوگوں کو تو مجھے پاگل کہنے سے ہی فرصت نہیں ہے۔۔۔ آخر تمہارا باپ مارتا کیوں ہے تمہیں۔ ڈاکٹر صاحب مجھے پتہ نہیں۔ اللہ اسے سزا دے گا۔ ہاں بیٹا اللہ بہترین فیصلہ کرنے والا ہے۔ فیصلہ لفظ سنتے ہی نجمہ کی آنکھوں سے ٹپ ٹپ کر کے آنسو ٹپکنے لگے۔ ہاں ڈاکٹر صاحب لیکن ٹیچر نے اسکول میں کہا کہ فیصلے کے لئے گواہ اور ثبوت کی ضرورت پڑتی ہے۔ گواہ میں خود ہوں کہ میری ماں اور میرے ساتھ کیا ہو رہا ہے اور ثبوت اس کاپی میں ہے جو میں اللہ کو دکھاؤں گی۔ کیا ہے اس کاپی میں۔ دکھاؤ مجھے ڈاکٹر وسیم نے نجمہ کے ہاتھ سے کاپی لینے کی کوشش کی۔

نجمہ چلائی نہیں ہرگز نہیں۔ اس کاپی میں ثبوت ہیں جس سے میرے باپ کو سزا ملے گی میں یہ کاپی اللہ کے پاس لے جاؤں گی۔ اتنے میں سارا ہسپتال برآمدے میں جمع ہو گیا۔ جیسے کوئی سرکس کا جادوگر کرتب دکھا رہا ہو۔۔ سب لوگوں کا تجسس بڑھ گیا کہ آخر اس کاپی میں ہے کیا۔ ڈاکٹر وسیم نے نجمہ سے کہا۔ بیٹا میری بیٹی بھی تمہاری ہی عمر کی ہے۔ بالکل آپ کی طرح۔ نہیں نہیں

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

ڈاکٹر صاحب اس کاپی میں میرے باپ کے خلاف سارے ثبوت ہیں جو میں اللہ کو دکھانے جارہی ہوں۔۔آپ سب کا کیا بھروسہ ثبوت ہی مٹا ڈالو۔ پھر سزا کیسے ملے گی مجرم کو۔ڈاکٹر وسیم پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا۔سوچنے لگا کہ میری بیٹی بھی اسی عمر کی ہے وہ گڑیا کے لیے مجھ سے لڑ پڑتی ہے اور یہ بیٹی ثبوت اکھٹے کرنے میں لگی ہے۔ بالآخر ڈاکٹر نے نجمہ کے ہاتھ سے کاپی لی اور ورق پلٹنے لگا۔کاپی پر نجمہ نے ایسی تصویریں بنائی تھیں کہ سب کی چیخیں نکل گئی۔ کسی تصویر میں اس کا باپ اس کی ماں کے بال کھینچ رہا تھا۔تو کسی تصویر میں ڈنڈے سے مار رہا تھا۔کسی تصویر میں اس کا وحشی باپ اس کی ماں کو اپنے دانتوں سے کاٹ رہا تھا۔ ہر تصویر میں نجمہ سہم گئی تھی۔۔ایک سے بڑھ کر ایک تصویر بھیانک تھی۔سب لوگ حیرت سے اس لڑکی کی طرف دیکھنے لگے۔ ابھی تک جس لڑکی کو سب لوگ پاگل سمجھتے تھے وہ سارے لوگ اس کی طرف تعجب سے دیکھ رہے تھے۔۔نجمہ نے ڈاکٹر وسیم کے کندھے پر سر رکھا اور پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔ڈاکٹر وسیم بھی رونے گا۔اور نجمہ کو گلے سے لگایا۔ نجمہ ڈاکٹر وسیم سے کہنے لگی۔آپ واحد ایسے انسان ہیں جنھوں نے مجھے اس محبت سے بات کی۔ڈاکٹر صاحب کیا میرے باپ کو سزا ملے گی۔؟ کیا میری ماں ٹھیک ہو جائے گی۔ ڈاکٹر صاحب کیا میری روح پر لگے زخم ٹھیک ہو جائیں گے۔سب لوگ خاموشی سے سن رہے تھے تھے کیونکہ کسی کے پاس نجمہ کے معصوم سوالوں کا جواب نہیں تھا۔ ایسا لگتا تھا جیسے نجمہ سوال پوچھ کر معاشرے کے منہ پر یکے بعد دیگرے تمانچے مار رہی تھی۔

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

ناراض ماں

برف باری رکنے کا نام ہی نہیں لے رہی تھی۔ رات کے تقریباً 2 بج چکے تھے۔ برف کی چادر نے پوری وادی کو اپنی لپیٹ میں لیا تھا۔ برف کی چمک سے رات کا اندھیرا تقریباً تقریباً ذائل ہو چکا تھا۔ روشنی شیشوں، اور پردوں کو چیرتی ہوئی کمرے میں داخل ہو چکی تھی۔ برف باری اس قدر شدید ہو رہی تھی کی سفیدوں کے ٹوٹنے کی آواز صاف سنائی دیتی تھی۔ درخت ٹوٹنے سے پرندوں کے گھونسلے بھی مسمار ہو رہے تھے اور پرندوں نے ہڑکم مچا رکھی تھی۔ سب لوگ گہری نیند میں تھے کہ اچانک سے سرمد کے کراہنے کی آواز سنائی دیتی ہے۔ سرمد زور زور سے وائے خدایو۔۔۔ وائے خدایو۔۔۔ ہتے موجے مود سے۔۔۔

ہتے موجے مود سے۔۔۔ سرمد کے زور زور سے کراہنے کی آواز نے نہ صرف رونق کو بلکہ حافظ اور سدرہ کو بھی جگا دیا۔ تینوں اٹھ کر سرمد کے ارد گرد بیٹھ گئے اور سب رو رہے تھے۔ اب پچھلے تقریباً ایک سال سے سرمد اسی مصیبت میں تھا۔ وادی کا شاید ہی کوئی ہسپتال ہو۔ شاید ہی کوئی پیر فقیر ہو جہاں سرمد علاج کے لئے نہ گیا ہو۔ لیکن سب بے سود۔ دونوں ٹانگوں میں اس قدر سوجن ہو گی تھی کہ اب اٹھنا تو دور ٹھیک طرح سے بیٹھنا اور بیت الخلا جانا بھی مشکل ہو گیا تھا۔ زندگی بوجھ بن گئی تھی۔ دونوں ٹانگوں سے رس ٹپک رہا تھا۔ کچھ کرو۔ کسی

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

کو بلاؤ رونق۔ آج مر جاؤں گا۔ نہیں سرمد تمہیں کچھ نہیں ہوگا۔

۔۔۔۔لیکن اس وقت کس کو بلاؤں۔ باہر برف باری ہو رہی ہے۔ سڑک مکمل بند ہے۔

میڈیکل والے ندیم کو بلاؤ۔ pain killer دے گا تھوڑا سا ریلیف ملے گا۔ سدرہ اور حافظ فقط اپنے والد کی ٹانگوں کی طرف دیکھ رہے تھے اور آنسو بہائے جا رہے تھے۔

سرمد دراصل اپنے ماں باپ کا اکلوتا بیٹا تھا۔ جسے اپنے ماں باپ نے بڑے پیار سے پالا۔ خاندان میں پہلا لڑکا تھا اس لئے سب کا پیار ملا۔ باپ دن بھر ریڑی پر مصالہ بیچتا تھا۔ لیکن بیٹے کو کسی چیز کی کمی محسوس نہیں ہونے دی۔ پڑھایا لکھایا۔ گریجویشن کے بعد سرمد کو فوج میں نوکری ملی۔ پورے گاؤں نے اس دن جشن منایا۔ اور سب لوگ فاطہ اور خدا بخش کو مبارکبادی دینے گئے۔ سب لوگ بس یہی کہہ رہے تھے کہ اب آپ کو مصیبت سے چھٹکارہ ملنے والا ہے۔ اب سمجھو تمہارے اچھے دن آنے والے ہیں۔ ابھی ملازمت کو ایک سال بھی نہیں ہوا تھا کہ خدا بخش نے سرمد کی شادی رونق نام کی ایک حسین و جمیل لڑکی سے کر دی۔ رونق کے چہرے پر خوبصورتی کی رونق ضرور تھی۔ لیکن رونق کا دل الٹے توے جیسا تھا۔ وہ شادی کے فوراً بعد سرمد کو اپنے بوڑھے والدین سے الگ کرنے کے لیے طرح طرح کی ترکیبیں کرنے لگی۔۔ پہلے پہلے سرمد اس کی باتیں ماننے کے لئے تیار نہیں تھا۔ بیوی جب بھی ماں باپ کے خلاف کچھ کہتی تھی۔ سرمد آگ بگولہ ہوتا تھا۔ ہر زور گھر میں شور و غل ہوتا تھا۔ لیکن رونق نے بھی لوہے پر ہتھوڑا مارنا نہیں چھوڑا۔ وہ بار بار کہتی رہی۔ وہ اپنے مقصد میں تب

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

کامیاب ہوئی جب سرمد کا تبادلہ کرگل کر دیا گیا۔ سرمد رونق اور اپنے دونوں بچوں کو ساتھ لے گیا۔ ماں باپ نے پُرنم آنکھوں سے سرمد کو الوداع کیا۔ کرگل میں رونق کو زیادہ ہی موقع ملا۔ اور اس نے سرمد کے کانوں میں اس کے والدین کے خلاف زہر بھر دیا اور اس میں وہ کسی حد تک کامیاب بھی ہوگئی کرگل سے واپس آنے کے بعد سرمد اپنے والدین سے خفا خفا سا رہنے لگا۔ اور اپنی بیوی کی باتوں پر یقین کرنے لگا۔ کرگل سے چھٹی پر آنے کے فوراً بعد سرمد اپنے والدین سے الگ ہوگیا۔ الگ کیا ہوا۔ ان سے بات کرنا بھی چھوڑ دیا۔ چند دنوں بعد ماں باپ سے اجازت لئے بغیر ہی واپس ڈیوٹی پر چلا گیا۔ اب کی بار بیوی بچوں کو ساتھ نہیں لیا۔ کیونکہ کرگل میں حالات کافی خراب تھے۔ آئے دن جوانوں کے شہید ہونے کی خبریں موصول ہو رہی تھیں۔ سرمد دوسری بار چھٹی پر آیا تو سیدھے اپنی بیوی کے پاس گیا۔ ماں باپ کو دیکھ کر انہیں سلام تک نہیں کیا۔ کیونکہ فون پر رونق نے سرمد کے کان زہر سے بھر دیئے تھے۔ ماں بار بار بیٹے کے پاس جاتی رہی۔ اسے یقین نہیں آتا تھا کہ اس کا بیٹا زندہ ہے۔ کیونکہ کسی نے کہا تھا کہ کرگل میں جنگ چل رہی ہے۔ اور بہت سارے سپاہی مارے گئے ہیں۔ دوپہر کا وقت تھا ۔ماں سرمد کے پاس گئی لیکن جب سرمد نے ماں سے بات ہی نہیں کی۔ تو ماں کا جگر چھلنی ہوگیا۔ وہ مایوس ہو کر وہاں سے نکل گئی۔ اسے یقین ہی نہیں آرہا تھا کہ سرمد اس قدر بدل گیا ہے۔ رونق یہ منظر دیکھ کر من ہی من میں مسکرانے لگی۔ اسے لگا کہ وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہوگئی۔ سرمد اب بوڑھے باپ کی نہ ہی مدد کرتا تھا اور نہ ہی ٹھیک طرح سے بات۔ خدا بخش کو یہ غم اندر سے کھائے جا رہا تھا کہ وہ دو جوان بیٹیوں کی شادی کیسے کرے گا۔ کیونکہ اب صحت نے بھی جواب دے دیا

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

تھا۔ ریڑھی پر مصالہ بیچنے کی اب ہمت نہیں تھی۔ اور سرمد نے بھی منہ پھیر لیا تھا۔ ماں ابھی سرمد کے رویے سے پریشان ہی تھی کہ سرمد نے موٹر سائیکل کی چابی لی ۔اور ماں کے سامنے سے بنا کچھ کہے نکل گیا۔ ابھی دس منٹ بھی نہیں ہوئے تھے۔ کہ باہر شوروغل ہوا۔ سب لوگ سڑک کی جانب دوڑنے لگے۔ ہر طرف سے چیخ وپکار ہونے لگی۔ سرمد کی ماں کا دل بیٹھا جارہا تھا۔ وہ بھی سڑک کی جانب دوڑی۔ اور اس کی کمر ٹوٹ گئی جب پتہ چلا کہ سرمد کا ایکسڈینٹ ہو گیا اور اس کی دونوں ٹانگیں ٹوٹ چکی ہیں تب سے اب تک سرمد اور اس کی بیوی ہسپتالوں کے چکر کاٹ رہے تھے اب تقریباً دس مہینے ہو چکے تھے۔ برفباری کی وجہ سے پچھلے ہفتے بھی ہسپتال جانا ممکن نہیں ہوا تھا اور دوا بھی ختم ہو چکی تھی اس لئے درد میں شدت آئی۔ جیسے تیسے کر کے رات گزری۔ دونوں ٹانگوں سے رس نکلا اور تھوڑی تفاوت ہوئی۔ صبح سرمد نے اپنے بچپن کے دوست یاسر کو فون کر کے بلایا۔ یاسر پاس میں ہی رہتا تھا لیکن بہت زیادہ برف گری تھی اس لئے سرمد کے گھر پہنچنے میں اسے دو گھنٹے لگے۔ جوں ہی اندر آیا۔ سرمد کی ٹانگیں دیکھ کر وہ سکتے میں آگیا اور پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا۔ اسے دیکھ کر سرمد کی بیوی اور بچے بھی زور زور سے رونے لگے۔ ہاں سرمد ڈاکٹر نے کیا کہا۔ میرے دوست ڈاکٹر نے کہا کہ دونوں ٹانگوں کو گھٹنے تک۔

یہ کہنا تھا کہ یاسر پھر سے رونے لگا۔ حافظ اور سدرہ بھی یاسر کے گلے لگ کر رونے لگے۔ یاسر انکل ہمارے بابا کو بچاؤ۔ ہمارا بابا مر جائے گا۔۔۔ایسا لگتا تھا کہ جیسے کوئی مرنے والا نہیں بلکہ مر گیا ہو۔

یاسر اپنے آنسو چھپانے کی کوشش کرتے ہوئے اپنے دوست سرمد سے کہنے لگا

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

یا رکسی پیر فقیر کے پاس اگر جاتے۔
میرے دوست یاسر کون سا پیر فقیر ہے جس کے پاس ہم نہ گئے ہوں۔ جہاں ہم نے منت سماجت نہ کی ہو۔۔ ہاں ہاں سرمد ہے ایک پیر جسے آپ نے بالکل نظر انداز کیا ہے۔
کون ہے میرے دوست نام بتاؤ میں اس کے پاؤں پڑ جاؤں گا۔لیکن اب میں اس مصیبت میں اور نہیں رہنا چاہتا۔سرمد نے ایک لمبی سانس لے اور بلا جھجھک کہہ دیا۔
تمہاری ماں اور تمہارا باپ۔۔۔ یہ کہنا تھا کہ پورے کمرے میں خاموشی چھا گئی۔یاسر۔۔۔ بھابی سانپ کیوں سونگھ گیا۔جب تک اپنے بزرگ ماں باپ سے معافی نہیں مانگو گے تمہارا کچھ نہیں ہوسکتا۔تمہاری ماں روز تمہارے بارے میں پوچھتی ہے۔اور روز کہتی ہے کہ سرمد مجھ سے بات نہیں کرتا۔سرمد تم اپنے والدین کا سہارا تھے لیکن بیوی کی باتوں بلکہ جھوٹی باتوں میں آکر تم نے انہیں کافی تکلیف پہنچائی ہے۔بھابی مجھے معاف کرنا۔میرے دوست کی زندگی کا سوال ہے۔اگر تم اب بھی باز نہیں آئی تو سرمد کی دونوں ٹانگیں کاٹنی پڑیں گی۔
رونق نے ندامت سے سر جھکایا اور یاسر سے کہنے لگی۔ہاں تم سچ کہہ رہے ہو۔ ہائے افسوس میری عقل کو کیا ہوگیا۔میں تمہارے پاؤں پڑتی ہوں کسی طرح سے ابو اور امی کو مناؤ۔اگر وہ دعا کریں گے تو شاید سرمد ٹھیک ہوجائے گا۔فیصلہ یہی ہوا کہ ماں کے گھر جا کر اس سے معافی مانگے گے۔سرمد کو ایک طرف رونق نے اور ایک طرف سے یاسر نے اپنے کاندھوں کے سہارے اٹھایا اور ماں کے پاس لے گئے۔فاطمہ نے جوں ہی اپنے بیٹے کو اس حالت میں دیکھا۔وہ زور

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

زور سے رونے لگے اور سینہ کوبی کرنے لگی۔ سرمد روتے ہوئے ماں سے کہنے لگا۔ ماں میں دنیا کا کم عقل انسان ہوں۔ میں نے تمہارا اور ابو کا دل دکھایا۔ مجھے معاف کر دو ماں۔ میرے لیے دعا کرو۔ ورنہ تمہارا یہ بیٹا ٹانگوں کے بغیر رہ جائے گا اور یہ دونوں معصوم بچے۔۔۔ یہ کہنا تھا کہ فاطمہ کی جیسے جان ہی نکل گئی۔ نہیں بیٹا نہیں تمہیں میری عمر لگ جائے۔ میں تم سے بالکل بھی ناراض نہیں ہوں۔ میں کل ڈاکٹر کے پاس تمہارے ساتھ آؤں گی۔ میں ڈاکٹر کے پاؤں پکڑوں گی۔ اس کے بعد پورے گھر میں رقعت آمیز مناظر دیکھنے کو ملے۔ سب رونے لگے۔ خیر دو دن بعد سرمد رونق اور ان کی ماں ڈاکٹر کے پاس گئے۔ ڈاکٹر صاحب کے کمرے میں داخل ہوتے ہیں سرمد کی ماں نے سر سے ڈپٹہ اتار کر ڈاکٹر کے قدموں میں رکھ دیا۔ ڈاکٹر صاحب میرے بیٹے کا علاج کیجیے۔ جتنی رقم لگے گئی میں ادا کروں گئی۔ ماں جی کیا کر رہی ہیں آپ۔ مجھے گناہ گار مت کیجیے ہم کچھ نہیں کر سکتے ہیں۔ جتنا دیر کرو گے اتنا ہی نقصان ہو جائے گا۔ اس کی داہنی ٹانگ کا ایک تہائی حصہ تقریباً خراب ہو چکا ہے۔ اگر ایک مہینے تک سرجری نہیں ہوئی تو اس کا بچنا محال ہے۔ ڈاکٹر صاحب کی باتیں سن کر ماں کی جیسے جان ہی نگل گئی۔ بجھے ہوئے قدموں سے کمرے سے واپس نکلنے ہی والی تھی کی ڈاکٹر نوید ڈاکٹر سرفراز سے کہنے لگے۔

سر سنیچر کو اسٹریلیا سے ڈاکٹر wilsen آ رہے ہیں کیا یہ کیس ہم ان سے ڈسکس کر سکتے ہیں ہو سکتا ہے ان کے پاس کوئی نیا پروسیجر ہو۔ اور کوئی حل نکل آئے۔ ہاں ٹھیک ہے ان کو سنیچر کی ڈیٹ دے دو۔ ڈاکٹر نوید نے سرمد اور اس کی ماں کو واپس بلایا۔ سرمد کی فائل پر کچھ لکھتے ہوئے کہا۔ ماں جی سنیچر کو پھر

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

آنا۔ باہر سے ایک ڈاکٹر آنے والے ہیں۔ ہوسکتا ہے کوئی حل نکل آئے۔ فاطمہ کی جیسے جان میں جان آ گئی۔ سنیچر کو پھر رونق سرمد اور فاطمہ ہسپتال پہنچ گئے۔ دوپہر کے دو بجے باری آئی۔ تو ڈاکٹر Wilson نے تمام ڈاکٹروں کو بلایا۔ کافی بحث کے بعد اس نے یہ اقرار کیا کہ وہ کل سرمد کا آپریشن کریں گے۔ اور انہیں پورا یقین ہے کہ ٹانگیں کاٹنے کی نوعبت نہیں آئے گی۔ چند منٹوں بعد سرمد کو تھیٹر بلایا گیا۔ پُرنم آنکھوں سے ماں سے رخصت لی۔ ماں میں آپ کا گنہگار ہوں۔ ہوسکتا ہے یہ ہماری آخری ملاقات ہو۔ مجھے معاف کر دینا۔ میری یہ دنیا تو اجڑ ہی گئی لیکن آخرت میں مجھے رسوا نہ کرنا۔ رونق نے بھی ماں کے پاؤں پکڑ لئے۔ ماں یہ سب میری وجہ سے ہوا۔ میں آپ دونوں کی گنہگار ہوں۔ تینوں ایک دوسرے سے لپٹ گئے اور پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے۔ ہسپتال میں سب لوگ یہ منظر دیکھ کر رونے لگے۔ تھیٹر جانے کے بعد رونق اور ماں دروازے پر رو رو کر اللہ سے سرمد کی زندگی کی بھیک مانگ رہے تھے۔ دونوں بے بس اور لاچار ہو کر اللہ کی رحمت کا انتظار کر رہی تھیں۔ پورے تین گھنٹے بعد ڈاکٹر صاحب باہر نکلے۔ اور فاطمہ اور رونق کو مبارکباد دی کہ سرمد کا آپریشن کامیاب ہوا ہے۔ اب ٹانگیں کاٹنے کی ضرورت نہیں پڑے گی۔ یہ سننا تھا کہ ماں اور فاطمہ کی جیسے زندگی لوٹ آئی۔ اتنے میں ڈاکٹر نوید بھی باہر نکلا۔ فاطمہ کی آنکھوں سے آنسوں پونچھتے ہوئے کہا۔ کیا کیا آپ لوگوں نے ماں۔ یہ تو کرشمہ ہو گیا۔ ہم نے ایسا سوچا بھی نہیں تھا۔ رونق نے دھیمی آواز میں ڈاکٹر نوید سے کہا۔ ہم نے اپنے ناراض رب کو منا لیا ہے۔ بس۔۔۔

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

ایوارڈ

ماسٹر عبدالسلام بھی آج کی تقریب میں شریک ہونے جارہا تھا۔شرکت کے لئے آج اسے بھی دعوت نامہ ملا تھا۔ جوں ہی عبدالسلام جلسہ گاہ میں داخل ہوئے پروگرام شروع ہو چکا تھا۔ اسے دیکھ کر پہلی صف میں بیٹھے تمام لوگ احتراماً کھڑے ہوئے اور ہوتے بھی کیوں نہیں۔ عبدالسلام نے ان میں سے بہتوں کو خون جگر دے کر پڑھایا تھا۔ اور آج یہ لوگ بڑے بڑے عہدوں پر فائز تھے۔ ماسٹر جی کو پہلی صف کے بیچ میں بٹھایا گیا۔

اس پروگرام کا اہتمام دراصل محکمہ تعلیم نے کیا تھا۔ پروگرام میں تعلیم کے اعلیٰ عہدے داروں کے ساتھ ساتھ وزیر تعلیم بھی شامل ہونے والے تھے۔

پروگرام کا خاص مقصد یہی تھا کہ دل و جان سے پڑھانے اور تعلیمی میدان میں اہم کارکردگی دکھانے والے اساتذہ کی حوصلہ افزائی کی جائے اور بہترین کام کرنے والے استاد کو بیسٹ ٹیچر ایوارڈ سے سرفراز کیا جائے۔ لیکن اس تقریب کی خاص بات یہ تھی کہ ایوارڈ پانے والے اُستاد کا نام منکشف نہیں

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

کیا گیا تھا۔ تقریب میں موجود اکثر لوگوں کی یہی رائے تھی کہ اس سال کا بیسٹ ٹیچر ایوارڈ ماسٹر عبدالسلام کے ہی نام ہوگا۔ کیونکہ ان کی نظر میں اس انعام کا مستحق اس سے زیادہ کوئی تھا ہی نہیں۔۔۔

عبدالسلام دراصل حاجی نور محمد کا بیٹا تھا جو آج سے تقریباً تیس سال پہلے محکمہ تعلیم میں بطور استاد تعینات ہوا تھا۔ عبدالسلام روزِ اول ہی سے اپنے پیشے کے ساتھ انصاف کرتے تھے۔ نو بجے اسکول پہنچنا اور ساڑھے چار پانچ بجے اسکول سے نکلنا اس کی عادت بن چکی تھی، کبھی کبھی انسان یہ سوچنے پر مجبور ہوتا تھا کہ عبدالسلام استاد ہیں یا خاکروب یا چوکیدار۔ کیونکہ وہ نہ صرف سب سے پہلے اسکول پہنچ کر اسکول کھولتے تھے بلکہ چھٹی کے وقت سب سے آخر میں اسکول سے نکلتے تھے۔ اسکول کی ایک ایک چیز کا خیال رکھتے تھے۔ کبھی اگر خاکروب کسی وجہ سے اسکول نہیں آتا تو عبدالسلام خود اسکول کی صفائی کرتے تھے۔ یہاں تک کہ بیت الخلا تک صاف کرتے تھے۔ عبدالسلام بچوں کو نہ صرف دل و جان سے پڑھاتے تھے۔ بلکہ اکثر اوقات بچوں کو اخلاقی تعلیم سے بھی آراستہ کرتے تھے۔ کوئی بچہ اگر نا صاف اسکول آتا تھا تو عبدالسلام اسے ڈانٹنے کے بجائے اسے نہاتے تھے۔ بالوں میں کنگی کرتے تھے۔ ناخن تراشتے تھے۔ اتنا ہی نہیں کسے بچے کا جوتا اگر صاحب نہیں ہوتا تو عبدالسلام فوراً اس کے جوتوں کی پالش کیا کرتے تھے۔ ان کی اس عمل سے ایسا اثر ہوا کہ اکثر بچے صاف ستھرے اسکول آتے تھے۔ اساتذہ برادری عبدلسلام کے اس رویے سے سخت ناراض تھی۔ اساتذہ کا کہنا تھا کہ عبدالسلام کے ایسا کرنے سے اساتذہ کی عزت خاک میں مل گئی ہے۔ لیکن عبدالسلام کا

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

اپنا نظریہ تھا۔ وہ کسی کی پرواہ نہیں کرتے تھے۔ بلکہ اپنا کام اپنے طریقے سے کرتے تھے۔ کوئی بچہ ایک یا دو دن اسکول نہیں آتا تھا تو ماسٹر عبدالسلام اس کے گھر جا کر وجہ معلوم کرتے تھے اور اگر اس کے بس میں ہوتا تو فوراً ازالہ کرتے تھے۔

اُس دن بھی جب شکور احمد اسکول نہیں آیا تو عبدالسلام اس کے گھر گئے اور اس کے باپ سے پوچھا؟

علی محمد آپ کا بیٹا کئی دنوں سے اسکول نہیں آیا خیریت ہے؟

کیا کہوں ماسٹر جی، میں نے ہی اسکول جانے نہیں دیا......

لیکن کیوں؟

یہی تو اس کے پڑھنے لکھنے کی عمر ہے۔۔

ہاں وہ تو ہے!!! لیکن آپ کو تو پتہ ہے۔ میری بیوی اکثر بیمار رہتی ہے۔ میں جو کچھ کماتا ہوں وہ اس کی ادویات پر خرچ ہوتا ہے۔ گھر کے باقی اخراجات تو۔۔۔ اور اوپر سے بیٹی بھی جوان ہوگئ ہے اس کی شادی بھی کرنی ہے۔ اسی لئے شکور کو مزدوری کے لیے بھیج دیا۔ میں بھی چاہتا تھا کہ میرا بیٹا پڑھے لکھے۔ لیکن ہم غریبوں کی قسمت میں کہاں ہوتا ہے پڑھنا لکھنا۔۔۔ پریشانیاں اور مصائب تو غریب کے گھر کا پتہ ڈھونڈ ہی لیتے ہیں۔ یہ کہنا تھا کہ عبدالسلام کی آنکھیں نم ہوئی۔ بستر پر لیٹی ہاجزہ بھی رونے لگی اور چولہے پر کھانا پکانے والی بیٹی کی بھی روتے روتے ہچکی بندگئ۔ ماسٹر عبدالسلام کی آنکھیں نم ہوئی اور وہ وہاں سے نکل گیا۔ اگلے دن کچھ رقم لے کر پھر سے علی محمد کے گھر آیا۔

یہ لو کچھ پیسے میں نے جی پی فنڈ نکالا تھا مکان تعمیر کرنے کے لئے۔

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

لیکن ماسٹر جی۔۔۔
لیکن ویکن کچھ نہیں مکان تو بعد میں بھی تعمیر کیا جا سکتا ہے لیکن شکور کا مستقبل پھر نہیں بن سکتا۔کل سے اسے اسکول بھیج دینا۔۔۔
ماسٹر جی ہم آپ کا یہ احسان کیسے چکائیں گے؟ ہاجرہ نے روتے ہوئے کہا۔
کل سے شکور کو اسکول بھیج دینا بس اور کچھ نہیں کرنا ہے۔آپ کا بیٹا بہت ہونہار ہے۔
اگلے دن سے شکور اسکول آیا اور من لگا کر پڑھنے لگا۔اور اپنی محنت اور لگن سے محکمہ معلومات عامہ میں ایک اچھے عہدے پر فائز ہوا۔اس طرح سے گھر کے مسائل کا کسی حد تک سدباب ہوا۔
ایک شکور کی بات نہیں ہے۔ایسے درجنوں لڑکے لڑکیاں ہیں جنہیں ماسٹر عبدالسلام نے مدد کی اور ان کے مستقبل کو رائگاں ہونے سے بچایا۔
عبدالسلام نے کبھی اپنے کام کی تشہیر نہیں کی۔انہیں تشہیر سے سخت نفرت تھی۔ نہ صلے کی پرواہ تھی نہ ستائش کی تمنا۔صوم الصلوۃ کے پابند تھے۔اور اپنے طلبا پر جان چھڑکتے تھے۔عمر کی اس دہلیز پر کھڑے تھے کہ اب بال سفید ہو گئے تھے۔زندگی کا یہ سفر کیسے طے ہوا کچھ پتہ ہی نہیں چلا۔جہاں سے گزرتے تھے ان کے طالب علم ان کے احترام میں کھڑے ہوتے تھے۔کبھی کسی آفس میں جاتے تھے تو کوئی نہ کوئی آفیسر نکل ہی آتا تھا جسے عبدالسلام نے پڑھایا ہو، جب کوئی آفیسر اپنی کرسی سے کھڑا ہوتا تھا اور انہی یہ کہہ کر اپنی کرسی پیش کرتا تھا کہ بیٹھئے جناب آپ نے مجھے فلاں اسکول میں پڑھایا ہے تو عبدالسلام کو لگتا تھا کہ جیسے اس کے گلے میں سونے کا تمغہ ڈالا گیا ہو۔

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

اب فقط ڈیڑھ مہینہ رہ گیا تھا سبکدوشی کو۔ لیکن آج بھی اسی لگن، جوش، ولولے اور ہمت سے بچوں کو پڑھاتے تھے۔

پروگرام آگے بڑھتا گیا۔ مقررین نے اساتذہ کرام کی عظمت کو بیان کرتے ہوئے زمین آسمان کے قلابے ملائے۔ آدھے سے زیادہ مقررین نے اپنی تقاریر میں ماسٹر عبدالسلام کا نام لیا اور باقی اساتذہ کرام سے ان کے نقش قدم پر چلنے کی گزارش کی۔ جس سے یہ خیال اور بھی پختہ ہوتا گیا کہ اس سال کا بیسٹ ٹیچر ایوارڈ ماسٹر عبدالسلام کو ہی ملنے والا ہے۔ ویسے بھی ان تیس سالوں میں عبدالسلام کو کبھی بھی کسی انعام سے نہیں نوازہ گیا تھا۔ اتنے میں وزیر تعلیم بھی تشریف فرما ہوئے اور تقریب کے ناظم نے مائک پر سے اعلان کیا کہ اب اپنے دل تھام کے رکھئے اب ہم بیسٹ ٹیچر ایوارڈ کے لئے منتخب کئے گئے استاد کا نام لینے والے ہیں۔ یہ کہنا تھا کہ سب لوگ ماسٹر عبدالسلام کی طرف دیکھنے لگے۔ تالیوں کی گونج سے پورا حال گھونج اٹھا حالانکہ ابھی تک نام کا اعلان نہیں ہوا تھا۔ اتنے میں مائک پر سے اعلان ہوا کہ اس سال کے لئے قابل ہونہار، اور ذہین استاد جناب ملک تنویر کو بیسٹ ٹیچر ایوارڈ کے لئے نامزد کیا جاتا ہے۔ تالیوں کی گھونج دھیرے دھیرے مدھم ہوتی گئی اور چہ میگوئیاں ہونے لگی۔

ملک تنویر کو۔

آخر یہ ہے کون؟

اسے تو ہم نے کبھی کسی اسکول میں نہیں دیکھا۔۔۔!

کیا یہ بھی اساتذہ برادری میں شامل ہے؟

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

جیوری کی طرف سے نامزد کیا گیا ہے
پاس میں بیٹھے ایک شخص نے دھیمی آواز میں جواب دیا۔
انعام کے لئے محنتی اور قابل ہونے کی نہیں بلکہ بڑے لوگوں سے جان پہچان ہونے، چمچہ گیری اور چاپلوسی کرنے کی ضرورت ہے۔ جو ملک تنویر کو خوب آتی ہے کیونکہ ملک تنویر پچھلے پندرہ سالوں سے محکمہ تعلیم کے بڑے آفیسروں کے ساتھ منسلک رہا ہے۔ جب سے محکمہ میں آیا ہے اس نے تو کبھی اسکول دیکھا ہی نہیں۔ بچوں کو پڑھانا تو دور کی بات ہے۔ یہاں تو پذیرائی بھی ان کی ہی ہوتی ہے جن کو بڑے لوگوں سے اثر رسوخ ہو۔ یا جو چاپلوسی اور جی حضوری کرنے میں ماہر ہوں۔ محنتی لوگوں کی قدر کون کرتا ہے یہاں۔ ہیروں کہ پہچان تو جوہری کر سکتا ہے کباڑی نہیں۔۔۔۔۔
عبدالسلام نے کچھ نہیں کہا بس اس کے ہونٹوں پر ایک من موہنی سے مسکراہٹ پھیل گئی اور یہ شعر ہونٹوں پر آتے آتے رہ گیا۔

میں پتھروں سے لڑتا رہا اور چند لوگ
گیلی زمین کھود کر فرہاد ہو گئے

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

روشنی

حسب معمول محمود شام کو آفس سے گھر آیا۔ اور اسی بستر پر جا گرا جو کئی دنوں سے کسی نے اٹھایا نہیں تھا۔ راستے میں جو پیا تھا ابھی وہ نشہ اترا بھی نہ تھا کہ محمود نے ایک اور پیگ بنایا۔ اور پیتا رہا۔ محمود روز تو نشہ کر کے سو جاتا تھا لیکن آج نیند آنکھوں سے کوسوں دور تھی۔ پتہ نہیں آج اسے روشنی کا خیال رہ رہ کر ستاتا تھا مت کرو نشہ، فضول خرچی اور آوارہ گردیاں مت کرو۔ صحت بھی بگڑ جائے گی اور بچے بھی۔ پھر نہ گھر کے رہو گے نہ گھاٹ کے۔۔۔ روشنی کی یہ کہی ہوئی باتیں آج بار بار یاد آ رہی تھیں اور محمود بے چینی کی حالت میں کروٹیں بدلتا رہا۔

روشنی دراصل اپنے باپ کی اکلوتی بیٹی تھی جسے بڑے نازونعم سے اپنے ماں باپ نے پالا پوسا۔ اس کی اچھی تربیت کی اور اسے اچھی خاصی تعلیم بھی دلوائی۔ شام کا وقت تھا روشنی اپنے کمرے میں اینٹرنس کی تیاری میں مشغول تھی کہ ان کا ہمسایہ دینا کاکا اندر آیا اور روشنی کے باپ سے روشنی کے رشتے

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

کی بات کرنے لگا۔ روشنی کا باپ کچھ کہنے ہی والا تھا کہ دینا کا کا نے حقے کی نَے چھوڑتے ہوئے کہا۔

ہاں مجھے پتہ ہے کہ تم یہی کہو گے کہ روشنی کی ابھی پڑھائی چل رہی ہے۔

تو ہم کونسا کسی جاہل اوران پڑھ کا رشتہ لے کر آئے ہیں

انجینئر ہے انجینئر۔ مہینے کا ایک لاکھ روپئے کماتا ہے۔ عیش کرے گی روشن بیٹی عیش ایسے رشتے بار بار نہیں ملتے۔

دینا کا کا میں نے ہمیشہ تم پہ بھروسہ کیا ہے۔

لیکن کیا تم سچ سچ اس لڑکے کو جانتے ہو؟ اس کا اخلاق، کردار، ------

ارے ہاں اس کے تو پورے علاقے میں چرچے ہیں۔

لو جی، روشن بٹیا بھی آگئی۔ اس سے بھی پوچھو۔

روشنی بیٹی دینا کا کا تمہارے رشتے کی بات کرنے آئے ہیں۔

ابا حضور میں نے بلا آپ کی کوئی بات آج تک ٹالی ہے۔ جو آپ کا فیصلہ ہو گا مجھے تسلیم ہو گا۔

روشنی نے اپنے باپ اور دینا کا کا کے سامنے چائے رکھی اور یہ جملے کہہ کر کمرے سے باہر نکل گئی۔

رشتہ طے ہوا، شادی ہوئی۔ شادی کے پہلے ہی ہفتے میں روشنی کی سمجھ میں کچھ کچھ آنے لگا۔ کہ اس کی شادی اس شخص سے ہوئی ہے جو فقط پیسے کماتا ہے۔ جس کا دین سے دور دور تک کا بھی واستہ نہیں ہے۔ روشنی تو بچپن سے ہی باپردہ، دیندار اور صوم اصلواۃ کی پابند تھی۔ روشنی کو پہلے پہلے لگا کہ وہ اپنے شوہر کو دین کی طرف راغب کرے گی۔ لیکن کہاں۔ محمود تو رشوت اور نشے کا

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

اس قدر عادی ہو چکا تھا کہ اسے اپنے سوا کچھ دکھائی نہیں دیتا تھا وقت گزرتا گیا ۔روشنی اب دو بچوں کی ماں بھی بن چکی تھی اور بار بار اپنے شوہر سے کہتی تھی کہ یہ بے دینی، رشوت خوری اور نشے کی لت تمہیں ایک دن لے ڈوبے گی۔ ہم کہیں کے نہیں رہیں گے۔ خدا کیلئے باز آو۔ ان بچوں پر بھی برا اثر پڑے گا۔ لیکن محمود پر ان باتوں کو کوئی اثر نہیں پڑتا تھا۔ نشے کی لت نے اسے گلی کا آوارہ۔-----------

روشنی اگر بچوں کو کبھی کبھی ڈانتی تھی تو محمود آگ بگولا ہو جاتا تھا اور اپنی نیک سیرت اور کم زبان بیوی پر بہادری دکھانے لگ جاتا تھا۔

باپ کی لاپرواہی اور مکمل چھوٹ نے تو بیٹی اور بیٹے تو بد چلن اور آوارہ بنا دیا۔ بیٹی رات کے ایک ایک بجے گھر آتی تھی اور بیٹا تو ہفتے میں کبھی ایک بار اپنے درشن دیتا تھا۔

روشنی کا دم گھٹنے لگا اس گندے ماحول میں۔ شوہر کی زیادتیاں بڑھتی جا رہی تھی اور روشنی سارے ستم بڑی خاموشی سے سہہ لیتی تھی۔ کبھی قناعت پسندی پر طعنے سننے پڑھتے تھے تو کبھی پردہ کرنے پر ذلیل کیا جاتا تھا۔ یہاں تک کہ اسے نماز بھی ٹھیک طرح سے ادا نہیں کرنے دیتا تھا۔ روشنی اپنے باپ کے لیے بوجھ اور شرمندگی کا باعث نہیں بننا چاہتی تھی اس لیے وہ چپ چاپ برداشت کرتی تھی اور اکثر نماز میں اپنے بچوں اور شوہر کے لیے ہدایت کی دعا کرتی تھی۔ بات تب بگڑی جب روشنی کو پتہ چلا کہ محمود کے کسی اور عورت سے ناجائز تعلقات ہیں اور روشنی دھیرے دھیرے ذہنی دباؤ کا شکار ہو گئی اور بالآخر وہ گھر چھوڑ کر چلی گئی۔ آج دو سال ہو گئے۔ بچے بھی پتہ نہیں کہاں

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

چلے گئے۔ وہ بھی باپ کے بے جالاڑ پیار سے عیاش اور بدچلن بن گئے محمود اکیلے کمرے میں پیئے جارہا تھا۔ روشنی کے بارے میں سوچتے سوچتے اس کی آنکھوں میں ہلکا سا خمار چھانے لگا۔ ایسا لگ رہا تھا کہ نینداس پر نظر عنایت کرنے والی ہے کہ اچانک سے دروازے پر روشنی نمودار ہوئی اور محمود کی تنہائی پر مسکراتے ہوئے بولی۔ کیوں میرے سرتاج۔ وہی ہوا نا جس کا ڈر تھا۔ کیا ملا ہمیں۔ تمہیں پتہ ہے تم کون ہو اور میں کون ہوں۔۔

ہا۔۔۔ہا۔۔۔تم روشنی ہو اور م۔۔۔م۔۔۔

نہیں نہیں۔۔۔تم ایک آوارہ بیٹے کے باپ ہو اور میں ایک بدچلن بیٹی کی ماں۔ روشنی نے محمود کی بات کاٹتے ہوئے کہا۔

محمود نے اٹھنے کی کوشش کی کہ وہ روشنی سے کہے کہ وہ شرمندہ ہے۔ لیکن اس کے منہ سے ایک لفظ تک نہ نکل سکا۔

اور ہاں یہ آپ کی میری آخری ملاقات ہوگی۔ میں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے تم سے دور بہت دور جارہی ہوں۔ یہ کہہ کر روشنی غائب ہوگی۔

اتنے میں موذن نے اذان دی اور محمود نیند سے جاگ گیا۔ اس کی سانسیں پھولنے لگئیں۔ وہ پسینے سے شرابور تھا۔ دیکھا تو دروازے پر کنڈی لگی ہوئی تھی ۔کمرے میں ہر چیز بکھری پڑی تھی۔ اور سرہانے پر شراب کی خالی بوتل تھی۔

محمود کو بے قراری ہوئی۔ وہ اسی وقت جا کر روشنی سے ملنا چاہتا تھا۔ اس سے معافی مانگنا چاہتا تھا۔

جیسے تیسے کر کے سویرا ہونے تک ٹھہر گیا۔ سویرا ہوتے ہیں محمود سر جھکائے ہوئے روشنی کو لانے کے لیے نکل پڑا۔ سڑک پر پہنچتے ہی اسے شرمندگی کا

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

سامنا کرنا پڑا۔جب گاڑی کا انتظار کرتے ہوئے ایک ادھیڑ عمر کی خاتون نے اپنی بیٹی جبینہ کو اپنی طرف کھینچتے ہوئے کہا۔،ادھر آؤ بیٹی یہاں تو سر پھرے گھوم رہے ہیں ۔جن کے اپنی بچے بدچلن اور آوارہ ہونگے وہ دوسرے کی بچوں کی قدر کہاں جانے گے۔اور تو اور روشنی جیسی نیک سیرت اور باحیا عورت کو بھی۔۔۔۔''

پسینے سے شرابور محمود بالآخر روشنی کے گھر پہنچ گیا۔روشنی بستر مرگ پر اپنی آخری سانسیں گن رہی تھی اور اس کے سبھی احباب اس کے ارد گرد بیٹھے تھے۔محمود بڑی ندامت سے روشنی کے سرہانے بیٹھ گیا اور ڈاکٹر کے لکھے ہوئے نسخے دیکھنے لگا۔اس کے پاؤں تلے زمین کسک گئی جب اس بات کا پتہ چلا کہ روشنی کینسر کے آخری سٹیج میں ہے اور اس کا دماغی توازن بھی بگڑ چکا ہے۔محمود نے روشنی کے ماتھے پر ہاتھ رکھا اور پچھتاوے کے آنسو بہائے جا رہا تھا کہ اچانک سے روشنی نے ہچکی لی اور ہمیشہ ہمیشہ کے لیے دائے اجل کو لبیک کہہ گئی۔محمود بجھے ہوئے قدموں سے اپنے گھر (جو کہ اب فقط نام کا گھر رہ چکا تھا) کی طرف روانہ ہوا۔اور روشنی بڑے دھوم دھام سے اپنے آخری منزل کی طرف۔۔۔گاؤں کے چھوٹے بڑے روشنی کی موت کا دکھ ایسے منا رہے تھے جیسے سچ مچ ان کے آنکھوں کی روشنی چلی گئی ہو۔۔

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

من کا بوجھ

جون کا مہینہ تھا دن کے بارہ بجنے کو تھے سورج اپنے شباب پر تھا۔ بیمار کلنک پر ڈاکٹر کا انتظار کر رہے تھے۔ سب لوگوں کے پسینے چھوٹ رہے تھے۔ میں بھی بخار سے جل رہا تھا۔ میری باری آنے ہی والی تھی کہ ایک بزرگ خاتون ہاتھ میں عصا لئے کھڑی ہوئی اور سوالیہ نگاہوں سے مجھے دیکھ کر کہنے لگی بیٹا اپنی باری مجھے دو گے؟۔ اس کی کمزور آنکھوں سے دو موتی نیچے گرنے ہی والے تھے کہ میں نے اس کا ہاتھ تھام کر پوچھا کیا بات ہے ماں کیوں رو رہے ہو؟ بوڑھی عورت آنسو پونچھتے ہوئے بولی۔۔۔

''بیٹا کچھ نہیں''

ماں جی تمہیں میری قسم کیا بات ہے تم اتنی غمگین کیوں ہو۔؟ اور تمہارے ساتھ کون آیا ہے یہاں؟

میں نے یکے بعد دیگرے یہ سوالات پوچھے۔

اس ضعیف عورت نے گہری سانس لیتے ہوئے کہا کیا کرو گے میری کہانی

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

جان کر؟ میں نے اس کے ہاتھوں کو بوسہ دیتے ہوئے کہا۔بس میں سننا چاہتا ہوں۔ مجھے تم میں اپنی مرحوم ماں نظر آتی ہے۔

ہاں بیٹا کچھ لوگوں کی قدر ان کے چلے جانے کے بعد ہی آتی ہے۔دراصل میرے شوہر کی موت جوانی میں ہوئی۔اور ایک بیوہ کو بسر اوقات کے لئے کیا کیا جتن کرنے پڑتے ہیں۔اس کا اندازلگانا بھی مشکل ہے۔میں نے دن رات ایک کر کے اپنے بیٹوں کی پرورش کی۔دن بھر لوگوں کے گھروں میں برتن مانجھتی تھی تب جا کر اپنے بچوں کو کھانا کھلاتی تھی۔امید تھی کہ کسی دن چین کی سانس لوں گی۔میں نے اپنی ساری جوانی اپنے بیٹوں کو پالنے میں صرف کی۔میں نے گھر گھر جا کر مزدوری کر کے اپنے بیٹوں کو پڑھایا لکھایا ۔بیٹا میں تین بیٹوں کی ماں ہوں ۔بڑا بیٹا لیاقت تحصیلدار ہے۔جس نے شادی کے فوراً بعد مجھ سے اپنا پلو جھاڑ لیا اور آج اپنی بیوی بچوں سمیت شہر میں رہ رہا ہے اس کی لیاقت ایسی نکلی کہ کبھی مرا حال بھی نہیں پوچھتا ۔اسے یہ بھی یاد نہیں ہے کہ اس کی کوئی ماں بھی ہے۔یہ کہنا تھا کہ یہ ضعیف عورت خاموش ہوگئی۔میں نے اس کا ماتھا چوما اور اصرار کیا کہ ماں اور دو بیٹے؟

ہاں میرا دوسرا بیٹا محکمہ تعلیم میں بحیثیت لیکچرر ہے جس کی بیوی ایک ڈاکٹر ہے۔جسے میں نے ایک بار اس کے بے سلیقے پہناوے پر ذرا سا کیا ڈانٹا، جس پر خفا ہو کر میرا بیٹا اپنی بیوی بچوں کو لے کر چلا گیا، کبھی فون پر بھی میری عیادت نہیں کرتا۔ مجھے معلوم نہیں تھا کہ میرا ڈانٹنا مجھے اتنا مہنگا پڑے گا۔اب میری ساری نظریں اپنے چھوٹے بیٹے عنایت پر تھی۔جو بے روزگار تھا بھائیوں کے چلے جانے پر میں نے اسے اپنے ساتھ رکھا۔مختلف افسروں کے پاؤں پکڑ کر

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

میں نے اسے پولیس محکمہ میں بھرتی کرایا۔لیکن حال ہی میں اس نے بھی مجھ پر عنایت کی اور مجھے اپنے گھر سے نکال دیا۔ اب میں دن بھر در بہ در کی ٹھوکریں کھارہی ہوں۔اور رات کو اپنے پرانے اور بوسیدہ مکان میں مصیبت کے لمحات کاٹ رہی ہوں۔اب تو گھر کی دیواریں بھی مجھے جیسے کاٹنے کو دوڑتی ہیں۔جب ہمت ہوتی ہے تو کھانا بنا کر کھالیتی ہوں۔کبھی کوئی ہمسایہ مجھ بے چاری پر ترس کھا کر مجھے کھانا کھلاتے ہیں تو کبھی بنا کچھ کھائے کسی کونے میں پڑی رہتی ہوں۔کبھی کبھی پاگلوں کی طرح دیواروں سے باتیں کرتی رہتی ہوں ۔میری روداد سن کر گھر کی دیواروں میں بھی نمی نمودار ہوگئی ہے ہم دونوں باتوں میں اس قدر مگن ہوئے کہ وقت کا خیال ہی نہیں رہا۔اتنے میں کلینک کے معاون نے آواز دی۔ڈاکٹر صاحب کے نکلنے کا وقت آ گیا ہے۔اور کسی کو ڈاکٹر صاحب سے ملنا ہے۔میں نے اپنے آنسو پوچھتے ہوئے کہا۔چلو ماں میں تمہیں ڈاکٹر صاحب کے پاس لے جاؤں گا۔نہیں بیٹا میں ٹھیک ہوگئی ہوں ۔آج میرے من کا بوجھ ہلکا ہوگیا۔میرے بیٹوں نے کبھی مجھے اس طرح نہیں سنا۔ہمیشہ مجھے دھتکارتے رہتے تھے۔بیٹا میں ایک بدنصیب ماں ہوں۔جو تین تین بیٹوں کے ہوتے ہوئے بھی بے اولاد ہے۔یہ کہہ کر وہ ضعیف عورت پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔میں نے اس ضعیف خاتون کو گلے سے لگایا اور کہا نہیں ماں تم بدنصیب نہیں ہو بدنصیب تمہارے بیٹے ہیں بیٹے۔جو تمہاری سعادت مندی سے محروم ہوگئے ہیں۔مجھے تمہارے بدنصیب بیٹوں پر ترس آتا ہے۔جو اپنی جنت کو گنوا بیٹھے ہیں۔

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

احساس

انسپکٹر رحمان کا بس نام ہی رحمان تھا ورنہ تو اس میں رحم نام کی چیز تھی ہی نہیں۔ باتیں بڑی میٹھی کرتا تھا لیکن اندر سے سانپ تھا سانپ۔ بھلا ایسا بھی ہوسکتا تھا کہ کوئی کیس اس کے پاس آتا اور وہ اس سے چائے، مٹھائی، اور نہ جانے کن کن ناموں سے پیسے نہ وصولتا ہو۔ سامنے والا کتنا مجبور اور بے بس کیوں نہ ہو۔ دو چار جگہوں پر کوٹھیاں بنا رکھیں تھیں۔ اور بیوی کی فرمائش بھی روز بہ روز بڑھتی ہی جارہی تھیں۔ آج بھی انسپکٹر رحمان ڈیوٹی جانے کی تیاری کر رہی رہا تھا کہ اسے فون آیا دائیں ہاتھ سے ٹائی کا ناٹ ٹھیک کرنے لگا اور بائیں ہاتھ سے فون رسیو کیا۔ ہلو۔۔ سامنے والے نے اپنا تعارف دیا، مزید کچھ کہنے ہی والا تھا کہ انسپکٹر برس پڑا۔۔۔ نہیں نہیں تب تک یہ نہیں ہوگا جب تک مجھے میرا حصہ نہیں ملے گا مجھے بیوی کے لیے نیا نیکلس لانا ہیں اس مہینے،،، اور

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

جھٹ سے فون رکھ دیا، نیکلس سنتے ہی بیوی کچن سے دوڑی دوڑی چلی آئے، صرف کہو گے یا لاؤ گے بھی۔۔

تم میری جان ہو جان۔ میں تمہارے لیے کچھ بھی کر سکتا ہوں۔ انسپکٹر رحمان بیوی کا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لیے اسے اپنی محبت کا یقین دلا رہا تھا۔ میرا نام انسپکٹر رحمان ہے اس مہینے نیکلس نہ لایا تو میرا نام بدل دینا۔۔۔ بیوی،،، کس سے بات ہو رہی تھی۔۔

شوہر۔۔ تھا ایک آدمی گڑگڑا رہا تھا کہ میری بیوی بیمار ہے پانچ لاکھ روپیہ نہیں دے سکتا۔ لیکن میں نے صاف صاف کہہ دیا کہ مجھے کہانی مت سناؤ۔ مجھے اس مہینے بیوی کے لیے نیکلس لانا ہے تو لانا ہے بس۔۔۔

اچھا میں چلتا ہوں ایک سائل میرا انتظار کر رہا ہو گا۔ انسپکٹر رحمان نے مسکراتے ہوئے بیوی سے کہا اور گاڑی میں بیٹھا۔ تھانے پہنچا تو اکرم نامی شخص دروازے پر انتظار کر رہا تھا۔ انسپکٹر کو دیکھتے ہے سلام صاحب سلام صاحب کرتے ہوئے اس کے پیچھے پیچھے اس کے کمرے میں گیا اور ہاتھ باندھے چپ چاپ کھڑا رہا۔ تقریباً دو گھنٹے تک انسپکٹر اپنے کام سے مشغول رہا اور اکرم کی طرف کوئی دھیان نہیں دیا۔ اکرم کھڑے کھڑے انتظار کر کے تھک گیا اور نیچے بیٹھ گیا۔ تب جا کر انسپکٹر نے نظر اٹھائی۔۔۔ ہاں بولو کیا کرنا ہے۔ پانچ لاکھ روپے لگیں گے۔ اکرم بہت عاجزی سے کہنے لگا۔ لیکن اس نے میری زمین جبراً ہڑپ لی ہے۔ میرے پاس سارے کاغذات ہیں ۔انسپکٹر رحمان آگ بگولا ہو گیا۔۔ تو جاؤ لے جاؤ کاغذات کے بل بوتے پر زمین واپس۔ نکل جاؤ یہاں سے مجھے اور بھی کام ہیں۔۔۔ نہیں نہیں میں کچھ

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

کر لیتا ہوں ۔۔۔اکرم جو پیشے سے ایک چرواہا تھا آنسو پونچھتے ہوئے انسپکٹر کے کمرے سے نکل گیا۔ٹھیک پانچویں روز اکرم انسپکٹر کے کمرے میں داخل ہوا اور پوٹلی سے پانچ لاکھ روپے نکال کر انسپکٹر کو دے دیئے

انسپکٹر پیسے گنتے ہوئے۔۔۔اب کہاں سے آئے اتنے پیسے۔۔۔

اکرم ہاتھ جوڑے ۔جی بیوی کے علاج کے لیے پیسے رکھے تھے اور بیٹی کے کچھ زیورات تھے اپنے پُرکھوں کی وراثت کا سوال ہے اسی لیے۔۔۔ٹھیک ہے ٹھیک ہے۔اگلے ہفتے تک تمہیں اپنی زمین واپس مل جائے گی۔لیکن یہ بات۔۔۔اکرم انسپکٹر کی بات کاٹتے ہوئے

۔۔۔نہیں نہیں جناب کسی سے نہیں کہوں گا۔اور اپنے ہونٹوں پر انگلی رکھ کر کمرے سے نکل گیا۔۔

انسپکٹر بہت خوش ہوا اور سب انسپکٹر سے کہا کہ آج مجھے کام ہے میں نکل رہا ہوں۔۔۔

شام کو انسپکٹر اپنی بیوی کے لیے نیکلس لے کر گیا اور ساتھ میں اپنی چھوٹی بیٹی کے لیے لیپ ٹاپ بھی لے آیا۔پورے گھر میں خوشی کا ماحول تھا۔رحمان نے ٹی وی آن کیا اور اطمنان سے بیڈ پر لیٹ گیا۔اور تحکمانہ لہجے میں بیوی سے کہا۔بیگم چائے لاؤ۔بہت تھک چکا ہوں ۔بیوی فوراً چائے لے کر آئی اور رحمان کے پاؤں دبانے لگی۔رحمان سمجھ گیا کہ یا تو یہ سب نیکلس کی خوشی میں کیا جا رہا ہے یا کسی اور فرمائش کی تیاری کی جارہی ہے۔شام کو دستر خوان بچھ گیا تو طرح طرح کے پکوان لائے گئے۔آج بیگم خوش تھی تو پورا گھر خوشی سے جھوم رہا تھا۔اگلی صبح انسپکٹر نیند سے جاگ ہی رہا تھا کہ موبائل فون کی گھنٹی

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

بجنے لگی۔ انسپکٹر آنکھیں موندتے ہوئے۔۔۔ ہاں کون ہے۔۔۔

جی سب انسپکٹر رمیش بول رہا ہوں۔ گاؤں والوں نے ایک چور کو پکڑا ہے اور اسے تھانے لے آئے ہیں۔ سرپنچ صاحب کے ساتھ پورا گاؤں آیا ہے ۔چور کو لے کر۔۔۔ ہاں ہاں انہیں بٹھائے رکھو میں ابھی آرہا ہوں۔ انسپکٹر رحمان بغیر کسی کو کچھ بتائے تھانے پہنچ گیا۔ وہاں سولہ سال کا ایک لڑکا دیکھا جس پر الزام تھا کہ اس نے سیٹھ کے گھر چوری کی ہے۔ انسپکٹر کو دیکھتے ہی سب لوگ اس لڑکے کے نام گالیاں بکنے لگے۔۔

رحمان نے سب کو خاموش ہونے کا اشارہ کیا۔ سرپنچ مونچھوں کو تاؤ دیتے ہوئے۔نہیں جناب ہم خاموش نہیں بیٹھیں گے یہ چور بڑا شاطر ہے۔ سیٹھ کو لوٹا ہے اس نے۔۔۔۔

انسپکٹر رحمان، ہاں بتاؤ کیوں چوری کی۔۔۔

لڑکا اپنے کھردرے ہاتھوں سے آنسوں پونچھتے ہوئے۔۔۔ جناب میری ماں بیمار ہے سرجری کے لیے پیسے درکار تھے پچھلے تین مہینوں سے اس سیٹھ کے ہاں دن رات مزدوری کر رہا ہوں لیکن یہ پیسے دینے میں ٹال مٹول کر رہا تھا،، سرجری کی تاریخ نزدیک ہے اسی لیے میں نے تجوری سے پیسے اٹھائے،، صاحب میں نے صرف اپنی مزدوری کے پیسے اٹھائے ہیں۔ لوگ چلانے لگے بکواس کر رہا ہے یہ۔ لوگوں کو لوٹتا ہے اور چہرے پر شرافت کا نقاب اوڑھ کر رکھا ہے۔ انسپکٹر سر جھکائے یہ سب سن رہا تھا۔ نہ جانے اسے اپنے سارے کرتوت کیوں کر یاد دیا آگئے۔ وہ من ہی من میں اپنی چوریوں کا اور اس بچے کی چوری کا موازنہ کرنے لگا۔

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

نہ جانے اسے ایسا کیوں لگ رہا تھا جیسے یہ لوگ بچے سے نہیں بلکہ انسپکٹر سے مخاطب ہوں۔انسپکٹر کی خاموشی دیکھ کر سرپنچ چیخ اٹھا۔۔انسپکٹر آپ خاموش کیوں ہیں۔اس چور کی طرف غور سے دیکھیئے اس میں آپ کو ایک شیطان نظر آئے گا۔۔انسپکٹر نظر اٹھا کر ٹھیک سامنے والی دیوار کی طرف دیکھنے لگا جس پر ایک شیشہ لگا ہوا ہے۔انسپکٹر شیشے میں اپنا چہرہ غور سے دیکھنے لگا۔۔۔انسپکٹر صاحب دیوار کی طرف نہیں اس چور کی طرف دیکھئے۔۔انسپکٹر رحمان بہت نرم لہجے میں ۔۔۔ہاں ہاں چور کو ہی دیکھ رہا ہوں۔سچ مچ اس نے شرافت کا نقاب اوڑھ رکھا ہے۔لیکن میری ایک صلاح مانئے کہ اس کو آج چھوڑ دیتے ہیں ۔یہ آئندہ چوری نہیں کرے گا مجھے لگتا ہے کہ اسے احساس ہو گیا ہے اور بہت شرمندہ بھی ہے اپنے کئے پر۔اس کے ماتھے سے پسینہ ٹپک رہا ہے۔بس اسے معاف کر دیجے۔

انسپکٹر رحمان ماتھے کا پسینہ پونچھتے ہوئے کمرے سے باہر چلا جاتا ہے۔

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

شارٹ کٹ

نجم الدین اور دلاور بچپن سے ہی بہت اچھے دوست تھے۔لیکن گہری دوستی ہونے کے باوجود دونوں کی طبیعتیں جدا گانہ تھیں نجم الدین ایک شریف، سادہ، ایماندار اور صوم وصلواۃ کا پابند انسان تھا جبکہ دلاور چالباز، شاطر اور سٹے باز آدمی تھا۔نجم الدین زندگی کی حقیقتوں کو سمجھتا تھا۔دکانداری کر کے اپنا گھر چلاتا تھا۔نجم الدین کے دو بچے تھے جو سرکاری اسکول میں پڑھتے تھے جبکہ دلاور زندگی کو ایک کھیل سمجھتا تھا بڑھے خواب دیکھتا تھا اور ہمیشہ امیر بننے کا شارٹ کٹ راستہ تلاش کرتا تھا۔لوگوں کا پیسہ مختلف بہانوں سے ہڑپتا تھا اکثر جوا کھیلتا تھا اور جیت بھی جاتا تھا۔نجم الدین اپنے گاؤں سے تقریباً آٹھ کلومیٹر کی دوری پر دکانداری کر کے گزر بسر کرتا تھا اور عزت کی زندگی جیتا تھا ایک دن نجم الدین دکان بند کر کے گھر لوٹا۔گھر میں داخل ہوتے ہی بیوی نے آسمان سر پر اٹھایا۔آ گئے صاحب زادے۔کتنی بار کہہ چکی ہوں کہ اس دکان داری سے کچھ حاصل ہونے والا نہیں ۔اپنے دوست کو ہی دیکھو گھر میں ہر سہولیت کا سامان موجود ہے۔سنا ہے بیوی کے لیے الگ گاڑی لائی ہے اور بچے دیکھو کتنے بڑے اسکول میں پڑھتے ہیں اور میری قسمت دیکھو۔مجھے آج بھی چولہا جلانا پڑتا ہے اور آج بھی روشنی کے لیے شمع جلانی پڑتی ہے۔میں آج بھی ہاتھوں سے کپڑے دھوتی ہوں ۔شادی سے پہلے کیا کیا خواب دیکھے تھے میں نے۔ہائے رے میری قسمت ۔نجم

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

الدین یہ سب بڑی خاموشی سے سن رہا تھا۔اس کی خاموشی سے بیوی اور بھی آگ بگولا ہوئی۔ہاں ہاں تم کہاں جواب دو گے۔تم کہاں میری بات سنو گئے۔اب جا کے نجم الدین نے خاموشی توڑی۔تم ہی بتاؤ میں کیا کروں؟
۔دلاور دو نمبری کام کرتا ہے۔سٹا کھیلتا ہے اور وہ سیکنڈوں لوگوں کا مقروض ہو چکا ہے۔۔مجھے راتوں رات امیر بننے کا شوق نہیں ہے۔صبر سے کام لو۔سب کچھ ٹھیک ہو جائے گا۔میرا سر دکھ رہا ہے۔چائے کی سخت طلب لگی ہے۔بیوی کمرے سے نکلتے ہوئے۔۔۔ٹھہرو بناتی ہوں یہاں کون سا گیس چولہا ہے جس پر فوراً چائے تیار ہو جائے۔نجم الدین رات بھر بیوی کی باتوں پر سوچتا رہا۔کہ یہ وہی بیوی ہے جس نے ہر مصیبت میں میرا ساتھ دینے کا وعدہ کیا تھا اور آج دلاور کی دو نمبری دولت دیکھ کر اس کا من للچایا اور اس نے آج کیا کیا سنایا۔اب ہر روز نجم الدین کو بیوی کے طعنے سننے کی عادت سی پڑ گئی۔لیکن وہ اپنے ارادے کا پکا تھا۔اور کسی بھی صورت میں کوئی ایسا ویسا کام کر کے دولت نہیں کمانا چاہتا تھا۔نجم الدین ایک نیک انسان ہے اس بات کو نہ صرف اس کا پورا گاؤں تسلیم کرتا تھا بلکہ دلاور خود بھی اس بات کا معترف تھاایک دن نجم الدین اپنی دکان پر ظہر کی نماز ادا کر رہا تھا کہ اچانک سے دکان کے آگے ایک اعلیٰ قسم کی گاڑی رکی۔جس میں سے دلاور اترا اور اپنے دوست نجم الدین سے بات کرنے لگا۔دوست کہا تھا نا میرے دھندے میں شامل ہو جا۔ہمیشہ کے لیے اس جھنجھٹ سے نجات مل جاتی۔نہیں دلاور نہیں میرا مشورہ ہے کہ تم بھی یہ سب چھوڑ دو اور کوئی ڈھنگ کا کاروبار شروع کر دو اس میں کافی۔۔۔۔

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

دلاور نے قہقہہ لگایا اور نجم الدین کی بات کاٹتے ہوئے کہا کوئی خطرہ نہیں ہے یار۔ جن سے خطرہ ہے ان کو بھی اپنا حصہ دے دیتا ہوں۔ خیر آج یہ کہنے آیا ہوں کہ تم بڑے نیک انسان ہو۔ آج میرے لیے بھی دعا کرنا۔ میں نے دو کروڑ کی بازی لگائی ہے۔

دو کروڑ لیکن اتنے پیسے۔۔۔ نجم الدین کی زبان بے ساختہ نکل گیا۔

دلاور۔۔ بس اپنی پوری زمین، مکان، اور باقی چیزیں ملا کر اتنا بنتا ہے لیکن گھبراو مت بھلا میں کبھی ہارا ہوں۔ بس تم دعا کرنا یہ کہہ کر دلاور نکل گیا۔ اور نجم الدین سوچوں میں گم ہو گیا۔ کہ اس کے دوست نے یہ کیسی حماقت کی۔ اپنا سب کچھ داؤ پر لگا دیا۔ برباد ہو جائے گا برباد۔ اگلے دن نجم الدین حسبِ معمول شام کے وقت گھر پہنچا۔ پورے گاؤں میں خاموشی چھائی تھی لوگ دیواروں تلے بیٹھ کر چہ میگوئیاں کر رہے تھے۔ گاؤں کے بچے تک سہم کر رہ گئے تھے نجم الدین حیران تھا کہ آخر ہوا کیا۔ خیر بنا کسی سے کچھ کہے اپنے گھر میں داخل ہوا۔ آج زلیخا بھی بہت خاموش تھی اور آج اس نے وہ کہانی نہیں سنائی جسے سننے کے لیے نجم الدین کے کان ہمہ وقت تیار رہتے تھے۔ غیر متوقع طور پر بیوی کو خاموش پا کر نجم الدین حیران رہ گیا۔ آج بیوی نے بنا کہانی سنائے اور بنا طعنے دئے چائے حاضر کر دی اور شوہر کے سامنے دوزانو بیٹھ گئ۔ نجم الدین نے بیوی سے کہا۔ کیا بات ہے اتنی پریشان کیوں ہو؟ اور بچے کہاں ہیں۔؟

یہ کہنا تھا کہ زلیخا نجم الدین کی گود میں سر رکھ کے پھوٹ کر رونے لگی۔ آخر ہوا کیا کچھ تو بتاؤ؟۔ کچھ نہیں میرے سرتاج میں آج تک تمہیں

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

طعنے دیتی رہی کہ تم اس گھر کے لیے کچھ نہیں کرتے ہو اور دلاور ترقی کر رہا ہے
لیکن آج۔۔۔۔۔لیکن کیا، کیا ہوا دلاور کو۔۔۔

دلاور نے دو کروڑ کا سٹا لگایا تھا ہار گیا۔ پورے گاؤں کے سامنے اس کے گھر کی نیلامی ہوئی۔ قرضداروں نے ہنگامہ بپا کر دیا۔ دلاور سب کے سامنے ذلیل ہو گیا۔ گاڑی، بنگلہ سب کچھ ختم ہو گیا۔ باپ بیٹے کو پولیس اٹھا کر لے گئی۔ دلاور کی بیوی مہرین نے رو رو کر اپنا برا حال کیا۔ مجھے ایسی دولت اور شہرت نہیں چاہیئے۔ ہمارے پاس جتنا ہے میں اسی میں خوش ہوں۔ اب میں کبھی شکایت نہیں کروں گی۔۔

نجم الدین لمبی سانس لیتے ہوئے۔۔۔

ہاں برے کام کا برا نتیجہ، دلاور کو راتوں رات امیر بننے کا بھوت سوار ہوا تھا۔ بڑے خواب دیکھتا تھا لیکن خوابوں کا یہ محل شیشے کا تھا جو ایک دم چکنا چور ہو گیا۔ کتنی بار اسے یہ بات سمجھا چکا ہوں لیکن جب ایک انسان کی آنکھوں پر لالچ کی پٹی بندھ جاتی ہے تو اسے کچھ دکھائی نہیں دیتا۔ میں تمہیں بھی کہتا تھا کہ ترقی کے زینے قدم بہ قدم چڑھتے جائیں گے اسی میں ہمارا فائدہ ہے۔ دیکھا تم نے امیر بننے کے شارٹ کٹ طریقے کا انجام۔

نجم الدین ابھی بات ہی کر رہا تھا کہ اتنے میں بجلی چلی گئی لیکن زلیخا نے آج اپنی قسمت کو نہیں کوسا اور نہ ہی گھر میں انورٹر نہ ہونے کی شکایت کی۔ بلکہ شمع جلائی اور اپنے شوہر کے نورانی چہرے کو ٹکٹکی باندھے دیکھنے لگی۔ ایک طرف سے شمع جل رہی تھی اور موم کے قطرے ٹپ ٹپ کر کے گر رہے تھے۔ دوسری طرف سے زلیخا ندامت اور شرمندگی کے آنسو بہا رہی تھی۔

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

حتمی فیصلہ

صبح کے سات بج چکے تھے۔ میں چائے پینے میں مگن تھا کہ فون کی گھنٹی بج گئی۔ میں نے دیکھا تو اظہر کا فون تھا۔ میں نے فون اٹھایا اور سلام کی۔ اظہر کی آواز میں بھاری پن تھا۔ اور رونے کی آواز آرہی تھی۔ میں نے پوچھا۔ اظہر کیا ہوا؟ کیا بات ہے؟۔ ہیلو، ہیلو، اظہر کیا ہوا؟۔ اظہر نے روتے ہوئے کہا۔ یار وہی بھائی کا مسئلہ اب تو چار سال ہو گئے اسے قید میں۔ روتے روتے تو ماں کے آنکھوں کی روشنی بھی چلی گئی۔ باپ بھی اب بہت کمزور ہو گیا ہے۔ اور بہن کی عمر میں ڈھلتی جا رہی ہے۔ اوپر سے وکیل تو بہت زیادہ پیسے مانگ رہا ہے۔۔۔ میں بڑی خاموش سے سن رہا تھا۔ لیکن اظہر میرا جگری دوست تھا۔ اس کی ایک ایک بات میرے جگر کو چیرتی ہوئی نکلتی تھی۔ میں نے حوصلہ کیا اور کہا۔ ''اظہر سب ٹھیک ہو گا ہمت رکھو۔ اگر تم ہی ہمت ہار و گے تو اسماعیل چچا اور آنٹی کا کیا ہو گا۔ کتنے پیسے مانگتا ہے وکیل''؟۔ اظہر نے

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

ایک سرد آہ بھرتے ہوئے کہا۔ یار تین لاکھ روپئے لے چکا ہے اور ابھی اور تین لاکھ مانگ رہا ہے۔ یار اگر تم بھی آج ہمارے ساتھ آتے اس وکیل سے بات کرتے ۔۔۔ ہاں ہاں اظہر ٹھیک ہے لیکن آج تو اتوار ہے۔ آج چھٹی ہے۔ ہاں یار چھٹی ہے لیکن اس کے گھر جانا ہے آج دوپہر کو۔ "ٹھیک ہے اظہر میں ایک بجے آؤں گا۔ پھر دونوں وکیل کے گھر جائیں گے"۔

شکریہ دوست شکریہ یہ کہہ کر اظہر نے فون رکھ دیا۔ دن کے دو بجے اظہر میں اور اسماعیل چچا وکیل کے گھر پہنچے۔ جوں ہی ہم صحن میں داخل ہوئے۔ ایک عجیب منظر دیکھنے کو ملا۔ وکیل صاحب کی حویلی کے ارد گرد رنگ برنگی پھول بڑے بڑے گلدانوں میں لگے تھے۔ وکیل کے ہاتھ میں ایک برتن تھا جس میں کچے گوشت کے بڑے بڑے ٹکڑے تھے۔ تقریباً دو کلو گوشت تھا اور وکیل صاحب یہ گوشت اپنے پالتو کتے کو بڑے پیار سے کھلا رہے تھے۔ وکیل کتے کو گوشت کھلانے میں اتنے مگن تھے کہ ہم میں سے کسی کی سلام کا جواب نہیں دیا۔ کچھ دیر برداشت کرنے کے بعد میں نے ہمت جھٹا کر وکیل صاحب سے کہا۔ کہ وکیل صاحب یہ۔۔۔

وکیل صاحب نے میری بات کاٹتے ہوئے کہا کہ یہ bull dog ہے ہر دن دو کلو گوشت اور ایک کلو دودھ اس کی خوراک ہے۔ مجھے وکیل کی کم عقلی پر ترس آیا۔ خیر میں نے اسماعیل چچا سے بات چھڑنے کا اشارہ کیا۔ اسماعیل چچا نے وکیل سے ہاتھ جوڑ کر کہا۔ وکیل صاحب میرے بیٹے کے کیس کا کیا ہوا۔ میرا بیٹا چھوٹ تو جائے گا نا؟ وکیل نے گرجتے ہوئے کہا۔ کچھ نہیں ہوگا جب تک تین لاکھ روپیوں کا انتظام نہیں کرو گے۔ اسماعیل چچا نے پھر ہاتھ

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

جوڑے، جناب میں نے تو تین لاکھ روپے آپ کو دے دیئے ہیں ۔اب اور تین لاکھ کہاں سے لاوں گا۔اور ابھی تو کیس میں بھی کوئی پیش رفت نہیں ہوئی ہے۔میں غریب آدمی ہوں مجھ پر ترس کھائیے۔یہ سنتے ہی وکیل آگ بگولا ہوگیا۔''لوگ میرے سامنے بولنے سے پہلے سو مرتبہ سوچتے ہیں اور تم کیا بکواس کر رہے ہو۔فیس دی ہے تم لوگوں نے۔کوئی خیرات نہیں۔اور میں نے کوئی دھرم شالہ نہیں کھولی ہے جو میں لوگوں کے کیس مفت میں لڑتا پھروں۔جایئے اور کسی اور وکیل سے بات کیجئے'' ۔۔۔۔

نہیں نہیں جناب مجھ سے غلطی ہوگئی۔میرے بیٹے کا کیس آپ ہی لڑیں گے کیونکہ آپ جانتے ہیں کہ میرا بیٹا بے گناہ ہے۔میں پیسوں کا انتظام کرلوں گا۔اسماعیل چچا اور اظہر کی یہ حالت دیکھ کر خیال آیا کہ اس وکیل کو وکالت کے معنیٰ سمجھاؤں۔لیکن یہ سوچ کر چپ ہوا کہ کہیں میری وجہ سے اظہر اور اس کے بوڑھے باپ کی پریشانیوں میں اور اضافہ نہ ہوجائے۔

خیر ہم تینوں گاڑی میں بیٹھ گئے۔اظہر نے اپنا سر میرے کاندھے پر رکھا اور روتے روتے اس کی ہچکی بند گئی۔میرے دوست تین لاکھ روپیوں کا انتظام کیسے ہوگا۔میں نے دلاسہ دیتے ہوئے کہا۔اظہر کوئی بات نہیں میں یہ گاڑی بیچ دوں گا۔اور آپ کی مدد کروں گا۔اظہر نے میرا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لیتے ہوئے کہا۔ٹھیک ہے لیکن ایک لاکھ روپے سے زیادہ کون دے گا اس کو۔اور باقی کے دو لاکھ کہاں سے لاؤں۔میں نے حوصلہ دیا کہ کوئی بات نہیں کوئی نہ کوئی راہ نکل ہی آئے گی۔اتنے میں ہم گھر پہنچ گئے۔گھر میں اندھی ماں اور بہن نے یہ خبر سنی تو گھر میں صف ماتم بچھ گئی۔بہن نے رو رو کر اپنا برا حال کیا

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

اور شادی کے لیے لائے زیورات اپنے بڑے بھائی کے حوالے کرتے ہوئے بولی۔ یہ لو بھیا انہیں بیچ کر پیسوں کا انتظام کر لینا۔ مجھے تب تک شادی نہیں کرنی جب تک میرا بھائی نہ لوٹ آئے۔ بوڑھے باپ نے کہا۔ بیٹا اس گھر کو گروی رکھ کر پیسوں کا انتظام کر لینا۔ اگر میرا بیٹا واپس آئے گا تو ہم سڑک پر بھی رہ لیں گے۔ اظہر نے بہن کے زیورات بیچ کر اور گھر گروی رکھ کر دو لاکھ روپے کا انتظام کر لیا۔ اور گاؤں کے ساہوکار سے پچاس ہزار روپے اس شرط پر لیے کہ وہ اپنی تعلیم ادھوری چھوڑ کر دو سال تک اس کے گھر میں مزدوری کرے گا۔ اس طرح سے سب کچھ نیلام ہو گیا اگلے دن ہم پھر وکیل کے آفس گئے۔ وکیل کے چیمبر میں داخل ہوتے ہی اظہر نے تین لاکھ روپے وکیل کو دیتے ہوئے کہا۔ کہ وکیل صاحب اب میرا بھائی چھوٹ جائے گا نا۔ پیسے دیکھ کر وکیل کے چہرے پر چمک آگئی کیونکہ اس کی نظروں میں انسان کی کو قیمت تھی ہی نہیں۔ بلکہ پیسہ ہی سب کچھ تھا۔ وہ پیسہ گننے لگ گیا۔ اور اظہر کا باپ اسماعیل چچا ایک تھکے ہوئے مسافر کی طرح وکیل کی کرسی کے دائیں جانب زمین پر بیٹھ گیا کیونکہ بیٹے کی جدائی اور وکیل کی فیس اور روپئے نے تو اس کی کمر توڑ کر رکھی تھی۔ اتنے میں دروازے پر ایک مسافر نمودار ہوا اور اللہ کے نام پر کچھ مانگنے لگا۔ اسماعیل چچا اپنے جیب ٹٹولنے لگا اور جیب میں بچا آخری دس روپے کا نوٹ اسے دے کر دعا کی درخواست کرنے لگا کہ اس کا بیٹا رِہا ہو۔ مسافر وکیل کو پیسے گنتے ہوئے اور اسماعیل چچا کو آنسوں پونچھتے دیکھ رہا تھا۔ لیکن وکیل پیسے گننے میں محو تھا۔ اس نے کوئی توجہ نہیں دی۔ اتنے میں وکیل کا موبائل بج گیا لیکن وکیل کو پیسے گننے سے

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

فرصت ملے تب نا۔اب آفس میں موجود ٹیلیفون کی گھنٹی بجنے لگی۔وکیل نے اپنے معاون سے فون اٹھانے کے لیے کہا۔معاون نے فون اٹھایا اور ہیلو کے بعد ایسے خاموش ہوا جیسے اس کی زبان کاٹ دی گئی ہو۔اور اس کے ساتھ ہی ریسیور اس کے ہاتھ سے گر گیا۔وکیل اس کی طرف دیکھ کر کہنے لگا۔کیا ہوا۔ بات کیوں نہیں کرتے ہو۔معاون گھبراتے ہوئے بولا۔وکیل صاحب آپ کا بیٹا امریکہ میں ایک دلدوز سڑک۔۔۔

یہ کہنا تھا کہ وکیل دھڑام سے اپنی کرسی سے گر کر اسماعیل چچا کے قدموں میں آ گرا۔اور اس پر غشی طاری ہوگئی مسافر دروازے پر یہ منظر دیکھ رہا تھا۔اور وہ وکیل کی حالت دیکھ کر زور زور سے قہقہ لگاتے ہوئے وہاں سے نکل گیا۔عدالت کی دیواریں اونچی ہونے کے سبب مسافر کے قہقہوں کی بازگشت بہت دور تک سنائی دیتی تھی۔ایسا لگتا تھا کہ جیسے کسی بڑی عدالت کا جج کسی بڑے کیس کا فیصلہ زور زور سے سنا رہا ہو۔میں حیران تھا کہ وقت کی یہ پلٹ پھیر آخر۔۔۔

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

پازیٹو

اکبر بچپن سے ہی نہایت شریف اور محنتی تھا۔ ابھی دسویں میں ہی پڑھتا تھا کہ ماں باپ داغ مفارقت دے گئے۔ اور اکبر بالکل اکیلا ہو گیا۔ بڑی مشکل سے بارہویں جماعت کا امتحان پاس کیا اور گھریلو مجبوری کی وجہ سے پڑھائی چھوڑ دی۔ گاؤں والوں کے پرزور اصرار پر حکیم صاحب کی بیٹی سے شادی کی جو اتفاق سے شریف اور نرم طبیعت خاتون تھی۔ دن گزرتے گئے۔ اکبر کے تین بچے ہوئے اور ان کی پرورش کی فکر ہونے لگی۔ سسرال والوں نے اکبر کو شہر میں صابن بنانے والی فیکٹری میں معمولی ملازمت دلوا دی۔ اکبر اپنی محنت اور ایمانداری سے اس پوری فیکٹری کا مالک بن گیا۔ اور بلآخر گاؤں سے ہجرت کر کے شہر میں ہی رہائش پذیر ہوا۔ آج اکبر کافی آسودہ حال تھا بچے بھی اچھے اچھے عہدوں پر فائز ہو چکے تھے۔ بہو بیٹے اکبر کی دل و جان سے خدمت کرتے تھے۔ اکبر من ہی من میں سوچتا تھا کہ میں کتنا خوش

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

نصیب ہوں کہ میرے بچے میری خدمت کرتے ہیں وہ بھی ایسے دور میں جب کہ ہر طرف سے بزرگوں کی قدر و منزلت داؤ پر لگی ہوئی ہے۔سب کچھ ٹھیک ٹھاک چل رہا تھا کہ اچانک اکبر کی طبیعت بگڑ گئی اور اس قدر بگڑ گئی کہ اسے ہسپتال لے جانا پڑا اور آکسیجن کی ضرورت پڑ گئی۔لیکن آکسیجن وقت پر نہ ملنے کی وجہ سے اکبر چاچا کی موت واقع ہوئی۔یہ خبر پورے علاقے میں جنگل کے آگ کی طرح پھیل گئ۔لوگ اکبر کے آبائی گاؤں اس کی تجہیز و تدفین کی غرض سے پہنچ گئے۔لیکن اکبر چاچا کی لاش جب آبائی گاؤں پہنچائی گئی تو اس کے ساتھ کچھ سرکاری مہمان بھی تھے۔جنہوں نے پورے گاؤں کو ہر طرف سے گیر لیا۔اور کسی کو بھی اکبر کی لاش کے نزدیک جانے کی اجازت نہیں دی گئی۔یہاں تک کہ بیٹی بیٹیوں کو بھی لاش کے نزدیک جانے سے روکا گیا۔گاؤں کی سڑکوں تک کو بند کر دیا گیا۔سب لوگ اپنے اپنے گھروں میں دم بہ خود ہو گئے۔سرکاری اہلکاروں نے اکبر کی لاش کو بناہ آخری رسومات کے بلڈوزر سے ایک گہرا کھڈا کھود کر سپرد خاک کر دیا۔پورے گاؤں میں یہ اعلان کرایا گیا کہ کوئی اکبر کے گھر تعزیت پرسی کے لیے نہ جائے اور نہ ہی ان کے گھر کے کسی فرد سے ملے۔لوگ حیران تھے کہ آخر ہوا کیا ہے ؟۔آخری بار اکبر چاچا کی زیارت کی اجازت کیوں نہیں دی گئی۔؟ گاؤں کے چپے چپے پر سرکاری اہلکار کیوں تعینات کر دیئے گے؟ آخر اکبر چاچا نے کون سا جرم کیا تھا؟ لیکن لوگ بھلا یہ سوالات پوچھتے تو کس سے پوچھتے؟ کھڑکیوں سے جھانکنے تک کی اجازت نہیں تھی۔گھر سے باہر نکلنا تو دور کی بات تھی۔یہاں تک کہ گاؤں کی مسجدوں میں جانے کی بھی اجازت نہیں تھی

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

۔پورے گاؤں کو فِنائیل سے نہلایا گیا۔گاؤں کے بچوں میں خوف و ہراس پھیل گیا۔گاؤں میں قائم مڈل اسکول اور پرائمری اسکول کے طلبا کو اپنے اپنے گھروں کو بھیج کر اسکولوں پر تالے چڑھائے گئے اور سڑکوں پر سرکاری اہلکار گشت کرتے ہوئے نظر آرہے تھے۔اتنے میں جاوید کا چھوٹا بیٹا جس کی عمر دو سال ہے تو تلاتے ہوئے اپنے دادا سے کہنے لگا۔

دادا شاب دادا شاب۔ایشا کیا ہوا کہ ہم شب کو گھروں میں بند کر دیا گیا؟

دادا۔۔۔بیٹا میری زندگی میں پہلی بار ایسا ہوا۔میں بھی حیران ہوں کہ آخر ایسی کون سے آفت آ گئ۔کہ مرحوم کی آخری رسومات میں بھی حصہ لینے سے روکا جارہا ہے۔

خیر میں باہر نکل کر دیکھتا ہوں کہ کیا ماجرا ہے۔

باہر نکلتے ہی دو وردی پوش نمودار ہوئے جن کے ہاتھوں میں ڈنڈے تھے دونوں نے بیک وقت آواز لگائی۔ چاچا اندر بیٹھو باہر نکلنے کی اجازت نہیں ہے۔ابھی یہ لوگ بات کر ہی رہے تھے کہ ایک ایمبولنس نمودار ہوئی جس میں سے دو لوگ اترے جو سفید وردی میں ملبوس تھے۔ان کے پاؤں تک بند تھے اور ان کے چہرے بھی مکمل طور پر ڈھکے ہوئے تھے۔وہ دونوں بھی ان کے پاس آئے۔عبدل السلام نے ہمت جٹاتے ہوئے کہا بیٹا کیا بات ہے اتنی سختی کس بات پر؟ اور آپ کون ہیں؟

ہم ڈاکٹر ہیں چاچا باہر مت نکلو اندر بیٹھو باہر وبا پھیلی ہوئی ہے

عبدل السلام۔ڈاکٹر صاحب اکبر کے ساتھ ایسا کیوں ہوا؟ آخر اس نے کیا کیا تھا؟ جو مرنے کے بعد اسے اپنوں کے ہاتھ بھی نصیب نہیں ہوئے

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

ڈاکٹر ۔۔۔چاچا وہ پازیٹو تھا پازیٹو۔
عبدل السلام ۔۔۔ہاں پازیٹو تو وہ بچپن سے ہی تھا بلا اس جیسا عظیم انسان کیسے نگیٹو ہو سکتا ہے؟
ڈاکٹر۔۔(ذرا اونچی آواز میں)۔چاچا وہ کرونا پازیٹو تھا اسے کرونا وائرس ہوا تھا۔یہ بیماری پھیلتی ہے اس لیے گھروں سے مت نکلا کرو۔ہاں اگر مجبوری میں نکلنا بھی پڑے۔تب چہرے پر ماسک لگاؤ اور ایک دوسرے سے دوری بناؤ۔جو اس بیماری سے فوت ہوگا اس کے ساتھ ایسا ہی ہوگا۔جو اکبر کے۔۔۔۔۔۔

دوسرا ڈاکٹر پہلے والے کی بات کاٹتے ہوئے۔۔۔۔۔
خیر مرحوم اکبر کا گھر کس طرف ہے۔ہمیں باقی بچے لوگوں کے نمونے جانچ کے لیے لینے ہیں کہ کہیں وہ بھی پازیٹو تو نہیں ہیں؟
اس کے بعد پورے گاؤں کے ٹیسٹ کرائے جائیں گے۔
عبدل السلام کانپتے ہوئے اندر آیا اور گھر والوں کو ڈاکٹر کی بتائی ہوئی باتیں کہنے کی کوشش کرتا ہے۔
لیکن زبان اس کا ساتھ نہیں دیتی ہے۔اور وہ صرف پازیٹو۔۔۔پازیٹو۔۔۔ پازیٹو۔۔۔کہہ کے بے ہوش ہو جاتا ہے۔

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

میں سرما میں لیکچرر بنوں گا

نوید کا باپ سبحان کھڑکی پر بیٹھ کر زور زور سے حقہ پی رہا تھا اور دھواں اس قدر نکل رہا تھا جیسے وہاں پر کسی بٹھی سے دھواں نکل رہا ہو۔ نہ جانے کن خیالوں میں گم تھا کہ نوید نے دروازہ کھولا اور باپ کے مایوس چہرے کو دیکھ کر پوچھا

''ابا جان کیا بات ہے کن سوچوں میں گم ہو''؟

اس سے پہلے کہ سبحان کچھ کہتا نوید نے اس کی بات کاٹتے ہوئے کہا۔

''مجھے پتا ہے کہ تمہیں میری فکر ستائے جا رہی ہے کہ میں نے بی اے کر لیا ہے اب آگے کیا کروں گا۔ کیونکہ تمہارے پاس میری آگے کی پڑھائی کے لئے پیسے نہیں ہیں''۔

لیکن آپ گھبرائیں مت میں مزدوری کر کے اپنی پڑھائی جاری رکھوں گا۔

یہ باتیں سن کر سبحان کے چہرے پر مسکراہٹ پھیل گئی اور اس نے بیٹے کو گلے

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

سے لگایا اور دونوں کی آنکھیں بھیگ گئیں ۔ چند دنوں بعد نوید کہیں دور مزدوری کرنے کے لیے گیا اور پورے چھ مہینوں کے بعد واپس آیا اور نوید نے ایک ایک پیسہ جمع کر کے رکھا تھا۔ اگلے دن نوید یونیورسٹی گیا اور وہاں سے ایم اے میں داخلہ لینے کے لئے فارم لایا اور چند دنوں بعد امتحان دے کر اپنی نشست کنفرم کرلی۔ اب نوید یونیورسٹی میں ایم اے کی پڑھائی کر رہا تھا۔ امتحان قریب تھے کہ اسے والد صاحب نے فون کیا۔

والد صاحب نے فون پر یہ اطلاع دی کہ نوید گاؤں میں جو پرائمری اسکول ہے اس کا درجہ بڑھایا جا رہا ہے اور پڑھے لکھے لڑکوں سے درخواستیں طلب کی جارہی ہیں۔ میرے خیال سے تم بھی آجاؤ اور نوکری کے لیے درخواست دے دو۔

نوید۔۔ ابا جان میرا تو۔۔۔

نوید کا باپ نوید کی بات کاٹتے ہوئے۔

نہیں نہیں نوید تم پڑھائی چھوڑ دو اور نوکری کے لئے درخواست دے دو تمہیں اپنی غربت کا اندازہ نہیں ہے۔

اگلے دن نوید بادل نخواستہ گھر پہنچا اور نوکری کے لیے درخواست دی۔ نوید اپنے اس فیصلے پر بار بار غور کر رہا تھا کہ میں نے ایم اے کیوں چھوڑا لیکن اسے اپنے والد کی غربت، بڑی بہن کی شادی اور چھوٹے بھائی کی پڑھائی یاد آتی تھی جو اسے یہ سوچنے پر مجبور کرتی تھی کہ میں نے نوکری کی درخواست دے کر اچھا فیصلہ لیا۔

تقریباً ایک ڈیڑھ مہینہ گزر چکا تھا کہ نوید کو اس مقامی اسکول میں بطور استاد تعینات کیا گیا۔ کیونکہ نوید اپنے گاؤں میں اس وقت واحد بی اے تھا خیر نوید

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

کو بطور رہبر تعلیم استاد تعینات کیا گیا اور وہ جی جان سے بچوں کو پڑھاتا تھا اور اس طرح سے نوید محض تین ہزار روپے کے عوض پانچ سالوں تک یہ کام اسی امید پر کرتا رہا کہ میں مستقل ہو جاؤں گا اور میری ساری پریشانیاں دور ہو جائیں گی، لیکن نوید کی قسمت کہ مستقل ہونے کے بعد بھی اسے کبھی چھ اور کبھی آٹھ مہینوں کے بعد تنخواہ نصیب ہوتی تھی۔ یہ دیکھ کو اکثر اپنی قسمت کو کوستا رہتا تھا کہ باقی سبھی اساتذہ وقت پر اپنی اجرت لیتے تھے میں کیوں نہیں۔

باقی اساتذہ کے مقابلے میں اسے نہ جانے کیوں حقارت کی نظروں سے دیکھا جارہا تھا جب کہ یہ ان سے کافی ذہین اور محنتی تھا سرکار بھی اس زمرے میں آنے والے اساتذہ سے سوتیلی ماں کا سلوک کرتی تھی۔ حد تو تب ہوئی جب موبائل چلاتے ہوئے نوید کی نظر ایک سرکاری حکم نامے پر پڑی جس میں اس، زمرے میں آنے والے سبھی اساتذہ سے کہا گیا تھا کہ وہ اپنی اسناد کی جانچ کرائیں کہ وہ صحیح ہیں یا نہیں۔ نوید رات بھر کروٹیں بدل رہا تھا اسے یہ خیال رہ رہ کر ستاتا تھا کہ اس نے اتنی بڑی قربانی دی اور اس محکمے میں آیا لیکن آج اس کی اسناد پر شک کیا جارہا ہے۔ بہر حال اسناد کی جانچ مکمل ہوئی اور انہیں صحیح پایا گیا۔ نوید نے ان سب مشکلات کا اثر اپنے کام پر بالکل بھی پڑنے نہیں دیا۔ خیر دسمبر کا مہینہ تھا اور سرکار نے اسکولوں میں سرمائی تعطیلات کا اعلان کر دیا اور نوید کو وینٹر ٹیوشن سینٹر میں گیارویں اور بارویں جماعتوں کو پڑھانے کے لیے کہا گیا نوید حیران تھا کہ آخر ایسا کیوں ایک طرف مجھے کم علم سمجھا جاتا ہے اور میری اسناد کی جانچ کی جارہی ہے تو دوسری طرف مجھے اتنا بڑا کام کیسے

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

دیا جاتا ہے مجھے سرما میں لیکچرر کیوں بنایا جاتا ہے یہ سلسلہ کئی سالوں تک اسی طرح چلتا رہا کہ سال کے باقی مہینوں میں نوید اور اس زمرے میں آنے والے اساتذہ کو طرح طرح سے پریشان کیا جاتا تھا مگر سرما آتے ہی انہیں لیکچرر بنایا جاتا تھا۔ یہ بھی جنوری کا مہینہ تھا شدید برفباری ہوئی تھی اور نوید ایک ہائیر سیکنڈری میں لیکچرر شپ کے فرائض انجام دے رہا تھا کہ سرکار کی طرف سے ایک اور حکم نامہ جاری ہوا کہ اس زمرے یعنی رہبر تعلیم کے تحت تعینات ہوئے سبھی اساتذہ کو درجہ دوم اور سوم میں رکھا گیا۔ نوید حیران تھا کہ آخر ایسا کیوں بھلا اساتذہ کی درجہ بندی کیسے کی جا سکتی ہے ایک ہی کام کرنے والے اساتذہ کی درجہ بندی کرنے کا کیا مقصد ہو سکتا ہے۔

خیر دن گزرتے گئے۔ نوید اپنا کام محنت اور ایمانداری سے کرتا رہا۔ اس دوران نوید نے دو مضامین میں ایم اے کے ساتھ ساتھ بی ایڈ کا امتحان بھی اچھے نمبرات سے پاس کیا تھا اور اب اس کے پاس پڑھانے کا پندرہ سالہ تجربہ بھی تھا۔ جون کا مہینہ تھا کہ نوید اور اس زمرے میں آنے والے سبھی اساتذہ کو سرینگر بلایا گیا جہاں انہیں درجہ دوم اور درجے سوم کے آرڈر حاصل کرنے تھے تقریب شروع ہوئی مختلف لوگوں نے تقریریں کیں جو بھی سٹیج پر آتا تو ان اساتذہ سے یہی کہتا تھا کہ آپ سمجھ لو کہ آپ کو آج ہی استاد تعینات کیا گیا۔ ہم آپ کیلئے ٹریننگ کا بھی اہتمام کریں گے۔ حیرت کی بات ہے کہ ان لوگوں میں چند وہ لوگ بھی تھے۔ جنہیں نوید نے پڑھایا تھا اور آج وہ نوید کو بتاتے تھے کہ آپ کو کیسے پڑھانا ہے نوید من ہی من میں سوچ رہا تھا کہ یہ سب کیا ہو رہا ہے۔ اس کے چہرے پر من موہنی سی مسکراہٹ پھیل گی

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

لیکن نہ جانے تقریر کرنے والے شخص کو ایسا کیوں لگا کہ یہ شخص مجھ پر ہنس رہا ہے۔ اس نے ہزاروں لوگوں میں نوید کو کھڑا ہونے کے لئے کہا اور پوچھا ہنس کیوں رہے تھے ؟ کیا تم اس زمرے کے استاد نہیں ہو؟ کیا تمہیں نہیں سیکھنا ہے کہ کیسے پڑھاتے ہیں؟

نوید نے سر جھکاتے ہوئے کہا نہیں جناب ایسا کچھ نہیں ہے۔

تو کیا تم آفیسر بننے کے خواب دیکھ رہے تھے جو تم اتنا مسکرا رہے تھے۔

نوید جی ہاں۔۔

میں سر میں لیکچرر بنوں گا اسی لیے۔۔۔۔

کیا کہا۔۔۔۔

جی میں سر میں لیکچرر بنوں گا

تقریر کرنے والے کا سر یہ سُن کر جھک گیا۔

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

آغوش

رینو اپنے دوست سریندر اور راہل کے ساتھ کئی دنوں سے وادی کشمیر کے مختلف سیاحتی مقامات کی سیر کر چکا تھا۔ دو تین دنوں سے لگاتار اُس کا گزر دریائے جہلم سے ہوا۔تو دریا کے کنارے ایک خاتون کو مسلسل دیکھ کر اُسے حیرت ہوئی۔ کہ آخر یہ عورت دریائے جہلم کے کنارے پر کیوں بیٹھی ہے ۔گاڑی کا شیشہ نیچے کیا۔غور سے دیکھا اور راہل سے کہنے لگا۔

''راہل میں کئی دنوں سے دیکھ رہا ہوں یہ عورت اسی دریا کے کنارے پر ہوتی ہے۔ یہ یہاں کیا کر رہی ہے۔اس کا کوئی ٹھکانہ نہیں ہے کیا؟

چلو اس کے پاس جا کر دیکھتے ہیں کہ یہ کیا کر رہی ہے اور کون ہے۔تینوں دوست گاڑی سے اترے اور اس عورت کے پاس گئے۔

میلے کچیلے ہاتھ۔ پھٹے پرانے کپڑے، بکھرے بال، منہ سے ٹپکتی رال، گود میں ایک بستہ لئے دھیمی آواز میں کچھ بڑبڑا رہی تھی۔ صاف سنائی بھی نہیں

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

دے رہا تھا۔گلہ خشک ہو گیا تھا۔شاید کئی دنوں کی بھوکی تھی۔رینو اس عورت کے بہت قریب گیا۔جو اپنے آپ سے کہہ رہی تھی

مجھے اپنی امانت جب تک نہیں ملے گی یہاں سے نہیں جاؤں گی۔۔۔

۔مجھے اپنی امانت جب تک نہیں ملے گی، یہاں سے نہیں جاؤں گی۔۔۔

ماں جی ماں جی!

رینو نے کئی بار پکارا لیکن اس خاتون نے کوئی جواب نہیں دیا۔جیسے اپنے گردونواح سے بے خبر ہو۔

راہل نے گاڑی سے بوتل نکالی اس عورت کو پانی پلانے کی کوشش کی۔

ماں جی آپ کا گلہ سوکھ گیا، پانی پی لیجیے

لیکن بزرگ خاتون نے زور زور سے ہنسنا شروع کر دیا۔اور اپنے آپ سے کہنے لگی۔۔۔

ہم انسان تو خائن ہیں ہی ہم ایک دوسرے کی امانت میں خیانت کرتے ہیں۔لیکن تم کب سے خیانت کرنے لگے۔ہاہاہاہاہاہا

تمہیں اپنی روانی پر ناز ہے لیکن تم بے ایمان ہو۔تمہیں تو چُلو بھر پانی میں ڈوب مرنا چاہیے۔میں یہاں سے نکلنے والی نہیں ہوں جب تک نہ اپنی امانت لے لوں۔

یہ کہتے ہوئے اس عورت نے راہل کے ہاتھ سے پانی کی بوتل چھین کر دریا میں دے ماری۔اپنا بستہ اٹھایا اور ہنستے ہوئے دریا کے کنارے کنارے دور چلی گئی۔رینو، سرندر اور راہل ایک دوسرے کی طرف دیکھتے رہ گئے۔اس کی حالت دیکھ کر تینوں کی آنکھیں نم ہوئیں تینوں ایک جگہ بیٹھ گئے اور اداس ہو

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

گئے۔ اتنے میں ایک بزرگ انسان وہاں سے گزرا۔ جو پہناوئے سے لگ رہا تھا کہ کوئی مقامی باشندہ ہے۔ رینو نے اس سے پوچھا۔

''بابا یہ عورت کون ہے کیا آپ اس کو جانتے ہیں۔

بیٹا کیا کرو گے جان کر۔ لمبی داستان ہے۔ تم اس کی روداد سنو گے تو رو پڑو گے۔

نہیں بابا۔ میری ماں کی شکل اس سے ملتی جلتی ہے اسے دیکھ کر مجھے میری ماں یاد آ گئی۔ جو اس وقت پاگل خانے میں ہے۔ یہ کہتے ہوئے رینو رو پڑا۔ اور بزرگ سے منتیں کرنے لگا کہ اس عورت کے بارے میں اسے بتائیے کہ یہ عورت کون ہے اور اس کی یہ حالت۔۔۔

بیٹا یہ ایک گاوں کی لڑکی تھی جس کی شادی شہر میں ایک نیک انسان سے ہوئی تھی جو پیشے سے ایک تاجر تھے۔ دونوں نہایت نیک اور شریف النفس انسان تھے۔ پندرہ سال تک اولاد کی نعمت سے محروم رہے لیکن کبھی بھی اللہ سے شکوہ نہیں کیا۔ دعائیں کرتے تھے لیکن ہر حال میں اللہ کا شکر بجا لاتے تھے۔ محلے کے سبھی لوگ ان کی تعریفیں کرتے تھے۔ پندرہ سال بعد اللہ نے انہیں اولاد کی نعمت سے نوازا۔ ان کی خوشی کا ٹھکانہ نہیں رہا۔ ایسا لگتا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے رحمت کے سارے دروازے کھول دیئے ہوں۔ بیٹا بھی بالکل اپنے ماں باپ پر گیا تھا۔ نہایت حسین اور بہت ہی شریف بچہ تھا۔ ہر آنے جانے والے کو سلام کیا کرتا تھا۔ سب لوگ اس کی تعریفیں کرتے تھے ۔ بچہ اب سکول بھی جانے لگا تھا اسکول جانے کے لیے دریائے جہلم کو پار کرنا ہوتا تھا۔ ہر روز ماں دریا کے کنارے تک آ کر اسے ناؤ میں سوار کر کے چلی جاتی تھی ۔ ایک دن بھی اگر کسی وجہ سے اسکول نہیں جاتا تھا تو اساتذہ اس

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

بچے کے بارے میں پوچھتے تھے یہاں تک کہ ملاح بھی جب تک عارف کو ناؤ میں نہیں دیکھتا تھا تب تک نکلنے کو من ہی نہیں کر رہا تھا۔

ہائے اس دن بھی موسلا دار بارشیں ہو رہی تھی۔ جب عارف نے ماں سے کہا "ماں آج اسکول نہیں جاؤں گا"۔

نہیں بیٹا تمہیں اپنے باپ کی طرح علم حاصل کر کے ایک اچھا انسان بننا ہے۔ اور تمہیں خود بھی علم سیکھنا ہے اور دوسروں کو بھی سکھانا ہے۔ چلو میں آپ کو ناؤ تک چھوڑ آتی ہوں۔ عارف نے کافی ضد کی لیکن ماں نے نہیں مانا اس نے بیٹے کا بستہ اٹھایا اور بیٹے کو ساتھ لے کر دریا کے کنارے تک لے آئی۔

ماتھا چوم کر ناؤ میں سوار کیا۔

ابھی دو قدم بھی نہیں چلی تھی کہ پیچھے سے چیخنے چلانے کی آوازیں آئیں۔ مڑ کر دیکھا تو ناؤ حادثے کا شکار ہو چکی تھی، ہائے بچے تنکوں کی طرح پورے دریا میں پھیل گئے تھے ان کے چلانے سے قیامت صغریٰ بپا ہو گی تھی۔ دیکھتے دیکھتے بچے دریا کی آغوش میں چلے گیے کسی کی ٹائی نظر آ رہی تھی تو کسی کا بستہ تیر رہا تھا۔ کوئی ہاتھ ہلا کر مدد مانگ رہا تھا تو کو چلا رہا تھا۔ چلانے کی آوازیں دھیرے دھیرے مدھم ہونے لگیں۔ چند منٹوں میں بہت سارے لوگ دریا کے کنارے جمع ہو گئے۔۔۔

لیکن افسوس چند ایک کو چھوڑ کر سبھی بچے اللہ کو پیارے ہو گئے تھے مائیں کنارے پر سینہ کوبی کر رہی تھی۔ جگر چھلنی کرنے والے مناظر دیکھنے کو مل رہے تھے۔ ہر اک انسان بے بس اور لاچار نظر آ رہا تھا۔ یہ خاتون بھی اپنے اس لخت جگر کو دور تک تکتی رہی۔ ہائے دیکھتے ہی دیکھتے عارف کو دریا کی

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

لہروں نے دبوچ لیا۔ پوری بستی میں قیامت کا سا سماں تھا ہر طرف سے رونے اور چیخنے چلانے کی آوازیں سنائی دے رہی تھی۔ معصوم بچوں کی لاشوں کو دریا سے نکالا گیا۔ اور پرنم آنکھوں سے سپرد خاک کیا گیا۔ لیکن افسوس عارف کی لاش نہ مل سکی۔ اتنا حسین تھا کہ شاید دریا نے بھی اس کی لاش واپس کرنا گوارا نہیں کیا۔ عارف کا صرف بستہ مل سکا۔

بس پھر کیا تھا۔ بیٹے کا بستہ دیکھتے ہی شہناز کا دماغی توازن کھو گیا۔ تب سے اب تک بستہ گود میں لے کر اسی دریا کے کنارے بیٹھ کر اپنے بیٹے کا انتظار کر رہی ہے۔ اسے اب کچھ یاد نہیں ہے۔ فقط اپنے بیٹے عارف کا نام نہیں بھولی ہے۔ وقت بھی دریائے جہلم کی روانی کی طرح آگے بڑھتا گیا۔ شاید یہ دریا بھی اس حادثے کو بھول گیا ہوگا اب تو اس دریا پر پل بھی تعمیر ہو گیا لیکن شہناز اپنے بیٹے کا بستہ لے کر در بدر کی ٹھوکریں کھا رہی ہیں۔ بس دریا سے منتیں کرتی ہیں کہ اسے اس کا بیٹا مل جائے۔۔۔

یہ درد بھری کہانی سن کر تینوں دوستوں کی آنکھیں نم ہوئیں کلیجہ منہ کو آ گیا۔ ابھی آنسو پونچھ ہی رہے تھے کہ دریا کے اس طرف شور سنائی دیا۔ سب دریا کی طرف دوڑ پڑے۔ اتنے میں رینو نے کسی شخص سے پوچھا کہ کیا ہوا۔ تو اس نے کہا۔

ایک عورت اپنی آغوش میں اپنے بیٹے کا بستہ لئے دریائے جہلم کے کنارے کنارے جا رہی تھی کہ اچانک اس کے ہاتھ سے بستہ پھسل گیا وہ بستے کو بچانے لگی تھی کہ خود بھی جہلم کی آغوش میں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے سما گئی۔

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

گھنٹی

احسان نے رمضان المبارک کے بعد مسجد کا دروازہ ہی نہیں دیکھا۔لیکن آج جوں ہی گھر میں داخل ہوا تو باپ نے خوب ڈانٹ پلائی
کیا ہو گیا تمہیں، تم کبھی مسجد جاتے ہی نہیں ہو۔کیا منہ دکھاؤ گے کل اللہ پاک کو۔اس سے پہلے کہ والد صاحب کچھ اور احسان کی خدمت میں عرض کرتے۔
احسان نے فوراً وضو بنایا اور مسجد کی طرف روانہ ہوا۔مغرب کا وقت تھا۔ احسان منہ چھپاتے ہوئے ایک صف میں کھڑا ہو گیا۔بے حد شرمندہ تھا کہ آج تین مہینے بعد مسجد آیا ہوں۔اللہ رب العزت تو ناراض ہونگے ہی اور لوگوں کو کیا منہ دکھاؤں گا۔امام صاحب نے دو رکعتیں مکمل کی تو احسان کے فون سے گھنٹی بجنے لگی۔انتہائی کوشش کے بعد بھی احسان یہ گھنٹی بند نہ کر سکا شاید وٹ سیپ کال تھی احسان پسینہ پسینہ ہو گیا۔

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

امام صاحب نے سلام پھیر لی تو حاجی علی محمد ایک دم سے کھڑا ہوا۔

آپ لوگوں کو شرم نہیں آتی ہے ایک تو تین تین مہینوں کے بعد مسجد کا رخ کرتے ہو اور پھر فون بھی آن رکھتے ہو۔ دکھائی نہیں دیتا کہ کتنی جگہوں پر بورڈ چسپاں کئے گئے ہیں کہ اپنا موبائل فون بند کیجئے۔

لیکن ان کو یاد بھی کیسے رہے گا یہ تو رمضان نمازی ہیں

مسجد کھچا کھچ نمازیوں سے بھری پڑی تھی سب لوگ حاجی علی محمد کی تقریر سن رہے تھے اور احسان بہت شرمندگی سے سر جھکائے ہوئے تھا

علی محمد نے ابھی اپنی بات مکمل نہیں کی تھی کہ اس کے موبائل سے ایک دو تین رنگ ٹون بجنا شروع ہوا جس سے پوری مسجد گھونج اٹھی۔ اور حاجی علی محمد اپنا جیب ٹٹولتے رہ گئے۔

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

او۔ٹی۔پی

آکاش آفس سے آیا تو اس کا چہرہ اترا ہوا تھا۔
آج آکاش نے آتے ہی ہمیشہ کی طرح چائے کا تقاضا نہیں کیا۔نہ ہی مہرین سے کوئی بات کی ۔ سیدھے بیڈ روم میں چلا گیا ۔ اپنا بیگ دوسری طرف پھینک دیا۔اور خود بیڈ پر لیٹ گیا۔چہرے پر مایوسی چھائی ہوئی تھی، معصوم چہرہ لٹکا ہوا تھا۔
مہرین حیران تھی کہ ہنستا مسکراتا آکاش آج اس قدر مایوس اور غمگین کیوں؟؟ آکاش کے چہرے کو دیکھ کر ترس آتا تھا۔ایسا لگتا تھا جیسے آکاش کا سب کچھ لٹ گیا ہو۔مہرین بھی فوراً بیڈ روم میں داخل ہوئی
آکاش کیا ہوا؟ آپ اتنے پریشان کیوں ہو؟

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

کچھ نہیں مہرین۔ مجھے کچھ وقت کے لیے اکیلا چھوڑ دو پلیز۔۔۔۔
آکاش آپ کو میری قسم۔ ہوا کیا کچھ تو کہو؟
مہرین میں جسے اپنی جان کہتا تھا۔ آج اس نے میری جان ہی نکال دی۔ آج میرے ایک قریبی دوست نے میری پیٹھ پر وار کیا ہے۔ میرے اعتماد اور بھروسے کا خون کیا ہے۔ اور آج کسی نے ثابت کر دیا کہ میں بیوقوف ہوں مجھے اکیلا چھوڑ دو ورنہ میں مر جاؤں گا۔ یہ کہہ کر آکاش نے مہرین کو باہر نکالا اور دروازہ اندر سے بند کر دیا۔
آکاش کا یہ رویہ دیکھ کر مہرین کا ماتھا ٹھنکا کہ شاید آکاش کو اس کی کرتوتوں کا پتہ چل گیا۔
مہرین انتہائی خوبصورت لڑکی تھی۔ جسے اپنے والدین نے حد سے زیادہ چھوٹ دے رکھی تھی۔ سہیلیوں کے ساتھ گھومنا اور کالج کی مختلف پارٹیوں میں شریک ہونا اور رات دیر گئے تک باہر رہنا اس کی عادت بن چکی تھی۔ جینز اور ٹاپ میں جب چاہے نکلتی تھی۔ فیشن کے نام پر اپنا حلیہ بگارتی تھی۔ لیکن گھر والوں نے اسے آزاد خیال لڑکی سمجھ کر کھلی چھوٹ دے رکھی تھی۔
شادی سے پہلے مختلف لڑکوں سے مہرین کی دوستی تھی اور کالج کے لڑکے اس پر جان چھڑکتے تھے۔ چھڑکتے بھی کیوں نہیں، انہیں تو کھیلنے کے لیے جو اتنا اچھا کھلونا ملا تھا۔ سب مہرین کے دیوانے تھے اور وہ خود شانک سے بے پناہ محبت کرتی تھی۔ اور شانک بھی بظاہر مہرین کو چاہتا تھا۔ بالآخر مہرین کے والدین نے مہرین کی شادی کرنا چاہی۔ جب اس سے شادی کے بارے میں پوچھا گیا تو اس نے بھلا جھجک کہہ دیا کہ وہ شانک سے محبت کرتی ہے۔

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

شادی کرے گی تو شانک سے۔شانک تک جب یہ بات پہنچی تو خوش ہونے کے بجائے اس کے چہرے کا رنگ زرد پڑ گیا۔اس نے بہانے بنانے شروع کئے اور شادی سے مکر گیا۔دوستوں نے جب پوچھا تو شانک کا جواب یہی تھا یار ٹائم پاس تک تو ٹھیک ہے لیکن شادی وہ بھی مہرین سے!!!!!

۔نہیں نہیں!!!!!میں ایسا نہیں کرسکتا۔اس کا چال چلن تو آپ سب کو معلوم ہے

۔کل معاشرے کو کون سامنہ دکھاؤں گا؟

خیر مہرین سمجھ گئی کہ شانک اس کے ساتھ ٹائم پاس کرتا تھا اب اس نے شادی کا فیصلہ اپنے والدین پر چھوڑ دیا۔

تقریباً ایک مہینے کے بعد باپ نے مہرین اور اس کی ماں کو بلایا۔

مجھے آپ سے ضروری بات کرنی ہے۔

کہیے کیا کہنا ہے۔

دراصل جلالدین اپنے پوتے آکاش کا رشتہ لے کر آیا تھا۔لڑکا نہایت شریف ہے صوم الصواۃ کا پابند ہے اور ڈی۔سی۔آفس میں بطور ہیڈ کلرک کام کرتا ہے۔مہرین کی ماں نے ہاں کر دی اور دونوں میاں بیوی مہرین کی طرف دیکھنے لگے۔

میری طرف کیا دیکھ رہے ہیں اگر آپ دونوں کا فیصلہ یہی ہے تو مجھے بھی کوئی اعتراض نہیں ہے

اس طرح سے مہرین اور آکاش کا رشتہ طے پایا۔شادی کے ایک سال تک سب کچھ ٹھیک چلتا تھا۔مہرین نے بھی اپنے چال چلن اور پہناوے میں کچھ کچھ تبدیلی لائی۔آکاش نے مہرین کو کسی قسم کی کمی محسوس نہیں ہونے دی۔

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

مہرین بیمار ہوتی تو آکاش رات رات بھر جاگتا تھا۔شاید ایک ماں بھی اپنی بیٹی کا اس طرح خیال نہیں رکھتی جس طرح آکاش مہرین کا رکھتا تھا۔آکاش چونکہ شریف النفس انسان تھا اس لئے کبھی مہرین سے اس کے ماضی کے بارے میں نہیں پوچھا۔اور کبھی کسی چیز سے یا کہیں جانے سے نہیں روکا۔ لیکن کہتے نا حد سے زیادہ آزادی بھی ٹھیک نہیں ہوتی۔

ایک دن مہرین اور آکاش بیٹھے تھے اتوار کا دن تھا آکاش کی چھٹی تھی۔

دونوں باتیں کرتے تھے کہ اتنے میں مہرین کا فون بجا۔

ہیلو ہیلو!!!!

وعلیکم السلام۔آپ کون؟

اوو شیزہ!!!!! آج کیسے یاد کیا؟

نہیں نہیں۔میں نہیں آسکتی ہوں۔اب میں شادی شدہ ہوں۔

نہیں اب کہاں ممکن ہے۔میں تمہیں شام کو فون کرتی ہوں۔یہ کہہ کر مہرین نے فون رکھ دیا

مہرین کون تھا؟

میرے کالج کی ایک سہیلی شیزہ تھی

کیا کہہ رہی تھی؟

کالج کی سہیلیوں نے پہلگام کی سیر کا پروگرام بنایا ہے۔یہ چاہتی ہیں کہ میں بھی ان کے ساتھ جاؤں لیکن میں نے صاف انکار کر دیا۔

کیوں کیا انکار تم نے؟

بھلا میں نے تمہیں کبھی روکا ہے؟

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

مجھے آپ پر پورا بھروسہ ہے۔
یہ لوگ پیار سے بلاتے ہیں تو جاؤ۔
مہرین بے حد خوش ہوئی اور اسی وقت شیزہ کو فون کر کے بتایا کہ اُسے پہلگام جانے کی اجازت مل گی۔
چند دن بعد مہرین اپنی سہیلیوں کے ساتھ پہلگام پہنچی۔ جہاں شانک پہلے سے ہی مہرین کا انتظار کرتا تھا۔ بلکہ شانک کے ہی کہنے پر شیزہ نے مہرین کو پہلگام بلایا تھا۔
حالانکہ مہرین کو اب بہت ہی نیک، شریف اور دیندار شوہر ملا تھا۔ اسے اب پرانی عادات سے توبہ کر لینی چاہیے تھی۔ لیکن کہتے ہیں نا کہ عادتیں بڑی مشکل سے پیچھا چھوڑتی ہیں۔ مہرین کے دل میں پہلی محبت پھر سے جاگ اٹھی۔ اسے یاد ہی نہیں رہا کہ شانک نے اسے کتنا بڑا دھوکہ دیا، خیر دونوں نے لمبی ملاقات کے بعد ایک دوسرے سے گلے شکوے کئے اور ایک دوسرے کو فون نمبر دے دیئے اس کے بعد مہرین شانک سے فون پر باتیں کرتی رہی اور کئ بار شیزہ کے کہنے پر چوری چھپے شانک سے ملنے بھی گئ۔
اس طرح سے مہرین آکاش کی آنکھوں میں دھول جھونکتی رہی۔ آکاش جب کبھی پوچھتا تھا مہرین اتنی لمبی بات کس سے ہو رہی ہے تو مہرین شیزہ کا نام لیتی تھی کہ یہ شیزہ ہے۔
ایک دوبار آکاش نے خود بھی فون چیک کیا تو وہاں شیزہ کا نمبر دیکھا تو آکاش شرمندہ ہوا اور اس کا سارا شک دور ہو گیا۔
آج جب آکاش آفس پہنچا تو اس کے ایک جگری دوست اور کلیگ نے کہا

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

آکاش ایک بات پوچھوں؟ برا تو نہیں مانو گے؟

نہیں یار میں برا کیوں مانوں گا؟

یار آکاش تمہاری بیوی۔۔۔۔۔۔۔

ہاں ہاں رک کیوں گئے؟ کہو کیا بات ہے؟

تمہاری بیوی تمہیں دھوکہ دے رہی ہے۔

میں نے اسے پرسوں ایک لڑکے (شانک) کے ساتھ ریسٹورنٹ میں دیکھا۔

یہ کیا کہہ رہے ہو تم؟

ضرور آپ کی آنکھوں کو دھوکہ ہوا ہے

نہیں یار دھوکہ تو تمہیں ہوا ہے۔ تمہاری بیوی تمہاری سادگی کا ناجائز فائدہ اٹھا رہی ہے۔

اور ہاں وہ شانک سے فون پر باتیں بھی کرتی ہے اس نے شیزہ کے نام سے شانک کا نمبر فون میں محفوظ کیا ہے۔

اب آکاش کی سمجھ میں کچھ کچھ آنے لگا۔ یہ سن کر آکاش کی جیسے کمر ہی ٹوٹ گئ ۔ اپنے آپ سے پوچھنے لگا۔ آخر میرے پیار میں کیا کمی رہ گئی جو مہرین نے مجھ سے اتنا بڑا دھوکہ کیا؟

آج جب گھر لوٹا تو درد اور مایوسی آنکھوں سے ٹپک رہی تھی۔ مہرین نے جب آکاش کے سامنے کھانا لایا تو اس نے یہ کہہ کر واپس کر دیا کہ مجھے بھوک نہیں ہے

بھوک کیسے نہیں ہے۔ آپ نے تو صبح ایک کپ چائے پیا ہے۔

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

نہیں میری جان دھوکہ کھانے کے بعد کسی چیز کی بھوک نہیں رہتی۔
آ کاش کہ بہکی بہکی باتوں سے مہرین سمجھ گئی کہ آ کاش کیا کہنا چاہتا ہے
مہرین کو آج پہلی بار اپنے کئے پر پچھتاوا ہو رہا تھا۔ سر جھکائے بیٹھی تھی۔ آج پہلی بار اسے اپنا ضمیر ملامت کر رہا تھا اور آ کاش سے نظریں نہیں ملا پا رہی تھی۔ حالانکہ آ کاش نے ابھی صاف طور پر کچھ بھی نہیں کہا تھا۔ خیر دونوں لیٹ گئے لیکن نیند کوسوں دور تھی۔
آ کاش کے من بھی بس ایک ہی سوال تھا کہ اس کے پیار میں کیا کمی رہ گئی جو مہرین نے اس کی پیٹھ میں چھرا گھونپ دیا۔
لیکن مہرین کے دماغ میں کئی سوالات تھے اس کا ضمیر اسے پوچھ رہا تھا کہ شانک نے عین وقت پر اسے دھوکہ دیا۔ پھر بھی وہ شانک سے پیار کرنے لگی؟ آ کاش نے اسے اتنا پیار دیا اور کبھی بھی ماضی کے بارے میں نہیں پوچھا۔ اس نے آنکھ بند کر کے مجھ پر بھروسہ کیا اور میں نے اسے کو دھوکہ دیا۔
آخر کیوں؟۔
آ کاش نے مجھے اتنی عزت دی کہ مہارانی بنا کے رکھا لیکن میں نے پھر بھی شانک کے ہاتھوں کا کھلونا بننا پسند کیا۔
کیوں۔
کچھ دیر تک مہرین انتظار کرتی رہی کہ شاید آ کاش اس سے کچھ پوچھ لے اور وہ اپنی غلطی کا اعتراف کر کے آ کاش سے معافی مانگ لے۔ لیکن جب آ کاش نے کچھ بھی نہیں کہا تو رات کے ایک بجے مہرین اٹھی اور اپنے دونوں ہتھیلیوں میں چہرہ رکھا کر اور بڑے پیار سے آ کاش کے نورانی چہرے کو

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

دیکھنے لگی۔ کلیجہ پھٹنے کو آیا۔ اور آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ آنسو آکاش کے چہرے پر پڑے اور آکاش کی آنکھ کھل گئی۔۔۔۔۔

کیا ہوا۔۔۔ اتنی رات کو کیا کر رہی ہو؟؟ سو جاؤ

میرے سرتاج میں تم سے کچھ پوچھنا چاہتی ہوں

سو۔ جاؤ مہرین مجھے بھی سونے دو صبح پوچھ لینا۔ میں بہت تھکا ہوا ہوں

نہیں آکاش تمہیں میری قسم۔۔۔۔۔۔

اچھا پوچھو کیا پوچھنا ہے۔

آکاش اگر کسی شخص نے کسی پر مکمل بھروسہ کیا ہو۔ اسے بے پناہ آزادی اور عزت دی ہو اور وہ دھوکہ دے دے تو کیا اس شخص کو معاف کیا جا سکتا ہے۔

مہرین کس نے بھروسہ کیا؟ کس نے دھوکہ دیا؟ میری سمجھ میں کچھ نہیں آتا۔۔۔۔

کافی رات ہو چکی ہے سو جاؤ صبح بات کریں گے

نہیں آکاش تمہیں میری قسم۔ کیا بھروسہ توڑنے والے پر پھر سے بھروسہ کیا جا سکتا ہے۔

مہرین بھروسہ او۔ ٹی۔ پی کی طرح ہوتا ہے جو بس ایک ہی بار کام آتا ہے۔ ایک بار کسی نے بھروسے کو ٹھیس پہنچائی تو پھر سے اس شخص پر بھروسہ نہیں کیا جا سکتا ہر گز نہیں کیا جا سکتا کیونکہ او۔ ٹی۔ پی دوسری بار کام نہیں آتا۔

یہ کہہ کر آکاش نے کروٹ بدلی اور سو گیا۔

مہرین کی نیند کوسوں دور چلی گئی اور اسے اپنے آپ سے نفرت سی ہو گی۔

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

Ghuttan

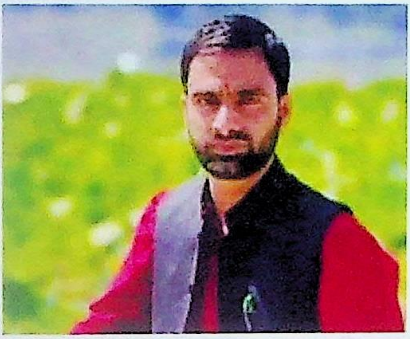

جموں کشمیر میں اردو افسانے کی زلفوں کو سنوارنے اور ان میں رنگ بھرنے کے لئے جو نئے چہرے سامنے آرہے ہیں ان میں سبزار احمد بٹ بھی شامل ہیں۔ وہ اپنے افسانوں میں انسانی جذبات و احساسات خیالات و نفسیات کو اجاگر کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ ان کے اکثر افسانوں میں زندگی کے مختلف جانے پہچانے مسائل بخوبی دیکھے جاسکتے ہیں۔ چونکہ ان کا تعلق دیہات سے ہے اس لئے اپنے افسانوں میں دیہی زندگی کے مختلف روپ مختلف انداز میں اجاگر کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ وہ ایک استاد بھی ہیں اس تعلق سے بھی وہ اپنی زمہ داریوں سے خوب واقف نظر آتے ہیں۔ اس لئے وہ اپنے افسانوں میں سماجی اور اخلاقی زندگی کے مختلف پہلووں ل کی عکاسی خلوصِ دل سے کرتے ہیں۔ سبزار صاحب ابھی نوجوان ہیں۔ ان کی سوچیں جوان ہیں اور ان کا ادبی میدان وسیع ہے۔ اس وسیع میدان میں گھوم پھر کر ان کے افسانوں میں اور بھی گہرائی اور معنویت آسکتی ہے!

''گھٹن'' کی اشاعت پر دلی مبارک باد پیش کرتا ہوں

نور شاہ سرینگر

30 جون 2025

ISBN : 978-93-93133-35-9

ناشر: شمائلہ پبلی کیشنز اویل دمحال ہانجی پورہ